احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

دُنیا کی حقیقت

حصہ اوّل

قیامت کے احوال
اور
جنّت وجہنّم کے مناظر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ لدھیانوی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد:

حضرت اقدس محدث العصر مرشدی مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجد ھم کے روز نامہ جنگ کے مشہور کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کی تدوین و طباعت کے بعد آپ کے دیگر مقالات و مضامین کی تدوین و ترتیب کا آغاز کیا گیا۔ صرف عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر آپ کے اتنے مقالات اور مضامین تھے کہ "تحفہ قادیانیت" کی تین ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور مزید جلدوں پر کام جاری ہے۔

"اختلاف امت اور صراط مستقیم" کے موضوع پر ایک طویل مقالہ تھا۔ احباب کی خواہش ہوئی کہ، روافض کے سلسلے میں تشنگی ہے، اس پر مفصل الگ مقالے کی ضرورت ہے، تو "شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم" کی شکل میں اس کمی کو دور کیا گیا، دیگر موضوعات پر مضامین کو "مقالات یوسفی" کے عنوان سے سلسلہ وار جمع و ترتیب کا کام شروع ہے اور اس سلسلے کے دو اہم موضوعات پر دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

ماہنامہ بینات میں حضرت اقدس کا ایک اہم اور مستقل سلسلہ "ابواب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے ترمذی شریف کی احادیث کے ترجمہ و تشریح کا تھا۔ جو حضرت بنوری قدس سرہ کی وفات کے بعد سے شروع ہو گیا تھا۔ ترمذی شریف جو حدیث شریف کی مشہور کتاب ہے اور ہمارے مدارس میں اس کتاب کو بہت اہمیت کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے اور ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ کی تشریحات، اساتذہ کرام اس کتاب کے ضمن میں کرتے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس کتاب کو بنیاد بنا کر یہ سلسلہ شروع فرمایا۔ اور اس میں حضرت نے سلسلہ وار احادیث شریف کی تشریح شروع نہیں کی بلکہ ایک اہم باب کا انتخاب فرما کر اس کی توضیح و تشریح شروع فرمائی۔ ان منتخب ابواب میں پہلا باب "دنیا سے بے

رغبتی" کے بارے میں ہے، جس کے تحت مختلف عنوانات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرماکر واضح فرمایا ہے کہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے کس طرح زندگی گزاری جائے؟، دوسرے باب میں جنت کے انعامات کا تذکرہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بہت ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ تیسرے باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جہنم کی ہولناکی سے خبردار فرمایا ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جواہر پاروں کے ایک ایک موتی کی قیمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا پھول جھڑ رہے ہیں۔ فصاحت و بلاغت اور تعبیر کا جو انداز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے عشق و محبت میں ڈوب کر اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہو کر اس کی تشریح فرمائی ہو تو آپ خود ہی اندازہ کرلیں کہ اس کی کیا تاثیر ہوگی۔ ان احباب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی معاونت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچی، خصوصاً" مخدوم مکرم مولانا سعید احمد جلالپوری، مولانا عبد الشکور، عزیزان محترم مولانا نعیم امجد سلیمی، جناب عبد اللطیف طاہر، حافظ محمد عتیق الرحمان لدھیانوی، کہ جن کی شب و روز مساعی حضرت اقدس کے افادات کی اشاعت کے لئے وقف ہیں، اللہ تعالی ہمارے تمام رفقا اور معاونین کارکنان کو اپنی بے پایاں رحمت کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو امت کے لئے نافع بنائے۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

خاکپائے حضرت اقدس

(مفتی) محمد جمیل خاں

نائب مدیر اقراء روضۃ الاطفال و نگران اسلامی صفحہ اقراء جنگ کراچی

فہرست

ابواب صفتہ القیامتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب صفة الجنة عن رسول اللہ ﷺ

ابواب صفۃ الجہنم عن رسول اللہ ﷺ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

میرے مربی و شیخ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ کی خواہش تھی کہ "ماہنامہ بینات" میں ایک تو قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ دوسرا حدیث پاک کا، تیسرا فقہی مسائل کا اور چوتھا سلف صالحین کے حالات و واقعات کا۔ تاکہ امت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے۔

حدیث پاک کے سلسلہ میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ اس ناکارہ کو ارشاد فرماتے تھے کہ ترمذی شریف کا "ابواب الزہد" بہت جامع اور بے نظیر ہے، میں اس کا سلسلہ شروع کر دوں، مگر یہ ناکارہ دو وجہ سے اس ارشاد کی تعمیل میں مقصر تھا۔ ایک یہ کہ ارشادات نبوت کی ترجمانی بڑی نازک ذمہ داری ہے، کسی حدیث کی تشریح خدانخواستہ منشائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئی تو "فلیتبوء مقعدہ من النار" کا اندیشہ ہے (معاذ اللہ منہ) دوسرے یہ کہ ایک دنیا کے کتے کا، جو سر سے پاؤں تک دنیا کی نجاست میں لت پت ہو اور جس کے ظاہر و باطن میں دنیا ہی دنیا ہو، "زہد" پر کچھ لکھنا "لم تقولون ما لا تفعلون" کا مصداق ہے جو بجائے رضائے الٰہی کے "کبر مقتا عند اللہ" کا موجب ہے۔ (معاذ اللہ منہ)

لیکن حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہ اس ناکارہ کی معذرت کے باوجود مختلف مواقع میں اس کے لئے ارشاد فرماتے رہے' بالآخر اس ناکارہ نے حضرت رحمہ اللہ سے وعدہ کرلیا۔ ابھی اس سلسلہ کو شروع کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے' اور ہم یتیم ہو گئے' طبیعت بجھ گئی' زندگی بے کیف ہو گئی اور اس موضوع پر لکھنے کا خیال ہی ذہن سے نکل گیا۔

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

اور جب حضرت رحمہ اللہ سے کئے ہوئے وعدے کا احساس ہوا تو افسوس ہوا کہ اگر حضرت رحمہ اللہ کی حیات طیبہ میں یہ کام ہوتا تو بے شمار دعائیں بھی ملتیں اور جہاں غلطی ہوتی اس کی اصلاح بھی ہو جاتی' اس لئے اس ناکارہ نے سیدی و مرشدی حضرت الشیخ ریحانۃ العصر برکۃ الدہر مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی مدظلہم العالی سے درخواست کی کہ یہ خدمت کسی اور کے سپرد فرما دی جائے اور جو وعدہ کرچکا ہوں اس سے حکماً" روک دیا جائے۔ مگر حضرت شیخ (متعنا اللہ بطول حیاتہ المبارکہ الطیبہ) نے اس درخواست کو قبول نہیں فرمایا' بلکہ ایفائے وعدہ کا حکم فرمایا' اس لئے ناچار یہ سلسلہ توکلا" علی اللہ شروع کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عنایت سے توفیق و سداد عطا فرمائے' اسے اس ناکارہ کے لئے اور قارئین کیلئے اپنی رضا اور قرب کا ذریعہ بنائے اور قیامت کے دن حضرات شیخین اور دیگر خدام بارگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ
۱۰۔ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

دُنیا سے بے رغبتی

أبواب الزُّهد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو نعمتوں میں دھوکہ

باب

الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ صَالِحٌ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ المُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

قَالَ: وَفِي البَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ فَرَفَعُوهُ وَأَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ.

ترجمہ : "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں صحت اور فراغت"۔

تشریح : اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آنے والے ہر عاقل و بالغ کو ایک تاجر کے ساتھ تشبیہ دی ہے' گویا دنیا ایک تجارتی منڈی ہے' آدمی کی عمر عزیز اس کا رأس المال ہے اور جس سامان کو وہ بھر رہا ہے وہ اس کے اعمال ہیں۔

اہل عقل کسی تجارت میں سرمایہ لگاتے ہیں تو نفع کی امید پر ہی لگاتے ہیں اور کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اپنے رأس المال کو خسارے کی سرمایہ کاری میں ڈبونا نہیں چاہتا کہ نفع کے بجائے اصل سرمایہ ہی غارت ہو کر رہ جائے۔

تجارت سے نفع کمانے کے لئے تاجر کو چند چیزوں کا اہتمام کرنا ہوتا ہے اول یہ کہ وہ اچھی طرح غور کر لے کہ میں جس چیز میں سرمایہ کاری کر رہا ہوں وہ منافع کی ہے یا خسارے کی؟ دوم یہ کہ جس شخص سے معاملہ کرے اس کے بارے میں اطمینان کر لے کہ وہ لائق اعتماد بھی ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ کاروبار نہایت دیانت' اصول پسندی اور محنت و استقلال کے ساتھ کرے' چوتھے یہ کہ اپنے قیمتی سرمایہ کو فضول خرچی اور تعیش پسندی میں برباد نہ کرے' ورنہ کچھ ہی عرصے میں اس کا اصل سرمایہ اڑ جائے گا اور اس کی تجارت ناکام ہو جائے گی۔

ان امور کو سامنے رکھ کر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر غور فرمایئے۔ یہ دنیا ایک منڈی ہے' یہاں سے اعمال کا مال بھر کر آپ کو دساور (آخرت میں) لے جانا ہے اور وطن سے آپ عمر عزیز کا ایک محدود سرمایہ لے کر آئے ہیں اور یہ نقدی اتنی قیمتی اور انمول ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے' یعنی دنیا کی ساری دولت اور

روس' چین اور امریکہ و برطانیہ کے سارے خزانے ایک آدمی کے ایک سانس کی قیمت نہیں' لیکن افسوس ہے کہ اس انمول جوہر میں سب سے بڑا اور لاعلاج نقص یہ ہے کہ اس کو بقا و قرار نہیں' یہ دھوپ میں رکھی ہوئی برف کی طرح پگھلتا رہتا ہے اس کی مثال پانی کی اس ٹنکی کی ہے جس میں ذرا سا سوراخ ہو' اور پانی مسلسل اس سے ٹپکتا رہے 'گویا اس سرمایہ کی خصوصیت یہ ہے کہ تم اسے خرچ کرو یا نہ کرو یہ خود بخود خرچ ہوتا رہے گا' امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں صوفیا کے پاس بیٹھا ہوں اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا ہے' جو سب سے قیمتی بات میں نے ان سے حاصل کی' وہ یہ ہے کہ "وقت ایک تلوار ہے' اگر تم اس کو نہیں کاٹو گے تو یہ تمہیں کاٹ دیگا"۔

بہرحال آدمی کا یہ قیمتی سرمایہ جو بدقسمتی سے زوال پذیر بھی ہے اگر کسی ایسی چیز میں لگ رہا ہے جو اس سے قیمتی ہے تب تو اس کی تجارت نفع کی ہوئی اور اگر اس نے اس سرمایہ کو کسی گھٹیا چیز پر خرچ کر دیا تو معلوم ہو گا کہ اس شخص کو تجارت کا سلیقہ نہیں آتا' ورنہ یہ خسارے کی سرمایہ کاری نہ کرتا۔ اسی طرح اگر اس نے اس سرمایہ سے کام بھی نہ لیا اور وہ برف کی طرح پگھل پگھل کر ضائع ہو گیا تب یہ شخص احمق متصور ہو گا۔ اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں یوں ارشاد فرما رہے ہیں کہ صحت و فراغت دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں۔ یعنی عمر کا سرمایہ آخرت کی تجارت میں لگانے کے لئے صحت اور فراغت درکار ہے' اول تو یہ دونوں چیزیں بیک وقت بہت کم لوگوں میں میسر آتی ہیں' ایک آدمی صحت مند ہے مگر اس کو دھندے سے فرصت نہیں' ایک کو فرصت ہے مگر صحت نصیب دشمناں ہے۔

اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہے اور بقدر ضرورت معاش بھی اسے حاصل ہے تو اسے ان نعمتوں کی قدر نہیں۔ وہ انہیں یا تو دنیا کا کوڑا جمع کرنے میں ضائع کر رہا ہے یا گپ شپ' سیر و تفریح اور لغو و لایعنی چیزوں میں برباد کر رہا ہے آج اس کو کچھ احساس نہیں کہ اس کا کتنا بڑا خزانہ خود اس کے اپنے ہاتھوں لٹ رہا ہے' حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کو کوئی

حسرت نہیں ہو گی صرف ایک حسرت انہیں بھی رہے گی کہ انہوں نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ بے مقصد کیوں ضائع کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انسانی عمر کے لمحات قیامت کے دن ڈبیوں کی شکل میں آدمی کے سامنے پیش ہوں گے۔ جس ڈبیہ سے نیک عمل نکلے گا اس پر اسے بے حد خوشی ہو گی' جس ڈبیہ سے برا عمل نکلے گا اس پر اسے نہایت ندامت اور شرمساری ہو گی اور جو ڈبیہ ضائع نکلے گی اس پر اسے حسرت و پشیمانی ہو گی۔

اور بعض لوگ اس گوہر بے بہا کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ کرتے ہیں' انکی مثال ایسی ہے کہ کسی کے پاس سونے چاندی' ہیرے اور جواہرات کا ذخیرہ ہو اور وہ اس کو سانپوں' بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں کے جمع کرنے پر خرچ کرے' الغرض جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنی عمر کو اس سے زیادہ قیمتی چیز پر خرچ کر رہے ہیں وہ تو نفع میں ہیں۔ ان کے علاوہ وہ سارے لوگ خسارے میں ہیں جن کی صحت و فراغت اور زندگی کی تمام صلاحیت یا تو رائیگاں جا رہی ہے یا دنیا کا پاخانہ جمع کرنے پر خرچ ہو رہی ہے' یا گناہوں کے سانپ اور بچھو سمیٹنے میں لگ رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحت و فراغت کو نعمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں ورنہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اس نعمت کی ناشکری کے مرتکب ہیں۔ ان کو یہ نعمتیں بغیر کسی محنت کے مفت مل گئی ہیں اس لئے انہیں آج ان کی کوئی قدر نہیں' ان کی قدر کل ہو گی جب یہ دولت ان سے چھن جائے گی' اور وہ خالی ہاتھ بیک بنی و دوگوش اس محفل سے اٹھا دئے جائیں گے۔

ایک جوہری جو اپنے جوہر کی قدر و قیمت سے شناسا ہو' اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے کباڑیوں کی دکان پر نہیں جایا کرتا' نہ وہ بھنگیوں کے محلہ میں اس کی قیمت لگاتا ہے وہ کسی قدر شناس بادشاہ کی بارگاہ کا رخ کیا کرتا ہے جو اس انمول موتی کی قیمت بھی پوری پوری ادا کر دے اور گوہر کے باب عالی

میں پیش کرنے پر انعام و خلعت سے بھی نوازے۔

انسانی زندگی کے جوہری انبیا کرام علیہم السلام ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ جوہر کتنا قیمتی ہے' اسے کون خرید سکتا ہے اور اس کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لئے وہ انسانوں کو دنیا کے کباڑ خانے میں اس کی نیلام چکانے' نادار مخلوق کے ہاتھ اسے فروخت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ وہ انسانیت کو بتاتے ہیں کہ قدرت کا یہ عطیہ' جسے تم زندگی کہتے ہو' اتنا قیمتی ہے کہ اس دنیا کے سارے خزانے اس کے مقابلے میں پتھروں کے ڈھیر ہیں کیا تم یہ ہیرا ہاتھ سے دے کر پتھر خرید لو گے؟ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی تمہاری زندگی کی قیمت ادا نہیں کر سکتا' اور ساری دنیا اپنی نعمتوں اور لذتوں سمیت اس ہیرے کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اس کی قیمت صرف شہنشاہ مطلق ہی ادا کر سکتا ہے اور اس کی قیمت دائمی اور ابدی زندگی ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل ارشاد میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

"اِنَّ اللّٰہ اشْتَری مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ *یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَیْہِ حَقّاً فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ"

(التوبۃ= ۱۱۱)

پانچ باتوں کا عہد

باب

مَنِ اتَّقَى الْمَحَارِمَ فَهُوَ أَعْبَدُ النَّاسِ

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي طَارِقٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذُ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْساً وَقَالَ: اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِناً، وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِماً، وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ ابْنِ سُلَيْمَانَ، وَالْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ شَيْئاً هَكَذَا رُوِيَ عَنْ أَيُّوبَ، وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالُوا لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَرَوَى أَبُو عُبَيْدَةَ النَّاجِي عَنِ الْحَسَنِ هَذَا الْحَدِيثَ قَوْلَهُ: وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات لے۔ پس ان پر خود عمل کرے یا کسی کو بتا دے جو ان پر عمل کر سکے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ ! میں لوں گا؟ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں شمار کیں اور فرمایا :

۱ : اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرو' سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے۔

۲ : اللہ نے تقسیم کر کے جو حصہ تمہیں دے دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ سب سے بڑے غنی ہو جاؤ گے۔

۳ : ہمسایہ سے حسن سلوک کرو مومن بن جاؤ گے۔

۴ : لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو مسلمان بن جاؤ گے۔

۵ : زیادہ نہ ہنسا کرو' کیونکہ زیادہ ہنسی سے دل مردہ ہو جاتا ہے"۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد واجب العمل ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تکمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپؐ کا یہ فرمانا کہ کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے؟ مزید اہتمام کے لئے تھا اور واقعی یہ پانچ اصول جو اس حدیث میں ارشاد ہوئے ہیں بہت ہی قیمتی ہیں اس لئے آپؐ نے بڑے ہی اہتمام سے حضرت ابو ہریرہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اور ایک' دو' تین' چار' پانچ تک گن کر ان کی تعلیم دی۔

اور پھر مزید اہتمام کے لئے یہاں تک فرمایا کہ سیکھ تو ہر شخص لے' پھر اگر خدانخواستہ ان پر خود عمل نہ کر سکے تو کسی دوسرے کو بتا دے تاکہ وہ اس پر عمل کر سکے' اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین اور حکمت کی بات کا سیکھ

لینا نفع سے خالی نہیں۔ کبھی نہ کبھی آدمی کو اس پر عمل کی توفیق ہو ہی جاتی ہے اور نہ بھی ہو تو دوسروں کو بتا کر عمل کے راستے پر ڈال سکتا ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ بے عمل آدمی بھی دین کی بات بتا سکتا ہے' دین کی باتوں کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا بیماریوں کے نسخے اب اگر کسی مریض کو اپنی بیماری کا نسخہ تو معلوم ہے مگر اس نسخے کا استعمال نہیں کرتا' یا علاج میں پرہیز سے کام نہیں لیتا تو یہ اس کی محرومی ہے' لیکن وہ دوسرے مریضوں کو نسخہ تو بتا سکتا ہے' اور اگر وہ اس کا صحیح استعمال کرلیں تو ضرور شفایاب ہوں گے' بلکہ ان کو شفایاب دیکھ کر پہلے مریض کی بھی ہمت بڑھے گی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ جب دوسرے لوگوں کو اس کے بتائے ہوئے نسخے سے شفایابی ہو رہی ہے تو وہ کیوں محروم رہے' الغرض عالم بے عمل کی حالت قابل افسوس بلکہ قابل رحم ہے کہ اسے حکمت نبوت کے نسخے معلوم ہیں' مگر وہ اس سے محروم ہے لیکن دوسرے لوگوں کو اس کی بے عملی اور محرومی پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔ بلکہ اس سے دینی حکمت کی باتیں سیکھ کران پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتوں پر خود عمل کرے' یا کسی ایسے شخص کو سکھا دے جو اس پر عمل کرسکے۔

ا: پہلی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ "حرام سے بچو سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے"۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "حرام" میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جن کا کرنا ممنوع ہے ' مثلاً" زنا۔ چوری۔ سود۔ رشوت' وغیرہ وغیرہ اور وہ چیزیں بھی داخل ہیں جن کا چھوڑنا حرام ہے' مثلاً" نماز چھوڑنا' زکوٰۃ چھوڑنا' اور روزہ چھوڑنا' غرض انسان کے ذمے جو چیزیں فرض یا واجب ہیں ان کا چھوڑنا حرام ہے' اب اس ارشادِ نبویؐ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑا عبادت گزار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض و واجبات کا پابند ہو' اور اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرتا ہو۔ بہت سے لوگ نوافل اور مستحبات کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں مگر فرائض سے بے پروائی کرتے ہیں۔ مثلاً" ایک شخص کے ذمہ قضا نمازیں ہیں۔

ان کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا مگر نوافل پڑھ رہا ہے۔ تہجد اور اشراق تک کی پابندی کر رہا ہے یا مثلاً" ایک شخص کے ذمہ کئی سالوں کی زکوٰۃ فرض ہے یا لوگوں کے قرضے یا غصب کی ہوئی چیزیں اس کے ذمہ ہیں' یہ شخص ان کو تو ادا نہیں کرتا مگر نفلی صدقہ و خیرات میں لگا ہوا ہے' مسجد بنا رہا ہے' مدارس کو چندہ دے رہا ہے' رفاہ عامہ کے کاموں میں روپیہ لگا رہا ہے' لوگ سمجھتے ہیں یہ بڑا سخی ہے' بڑا عبادت گزار ہے' مگر درحقیقت یہ نہ سخی ہے' نہ عبادت گزار۔ اگر یہ عبادت گزار ہوتا تو سب سے پہلے ان حقوق و فرائض کو ادا کرتا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ لگائے تھے اور جب ان سے فارغ ہو جاتا تب نفلی صدقہ خیرات کرتا' فرائض کو چھوڑ دینا اور نفلی عبادات یا مستحبات کی فرائض جیسی پابندی کرنا' اس سے دین میں تحریف پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اصل دین قرار دیا تھا ان کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اہم نہیں تھیں ان کو دین و ایمان کا درجہ مل جاتا ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض لوگ نماز' روزہ کے تارک ہیں' زکوٰۃ انہوں نے کبھی نہیں دی' میراث میں لڑکیوں کو حصہ وہ نہیں دیتے' سودی کاروبار سے ان کو پرہیز نہیں' دیگر صریح محرمات کے وہ مرتکب ہیں' معاملات میں جھوٹ' دغا' فریب' سبھی کچھ کرتے ہیں مگر ہفتہ میں ایک خاص دن اور مہینے میں ایک خاص تاریخ کو کھانا کھلانا ان کے نزدیک ایسا ضروری ہے کہ جو شخص اس کا تارک ہو وہ دائرہ اہل حق بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۲: اہل دنیا مالدار اور غنی اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو' جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہو وہ اتنا ہی بڑا مالدار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر بنظر بصیرت دیکھا جائے تو مال و دولت سے آدمی غنی نہیں ہوتا بلکہ زیادہ محتاج ہوتا ہے' جو شخص جتنا زیادہ مالدار ہے اتنا ہی زیادہ فقیر ہے۔ بقول سعدیؒ:

"آنانکہ غنی ترانند محتاج ترانند"

وجہ اس کی یہ ہے کہ غنی وہ شخص کہلاتا ہے جو مستغنی ہو' اور اس کو کسی کی احتیاج نہ ہو' اور فقیر محتاج کو کہتے ہیں۔ اب دنیا دار لوگ جتنے زیادہ مالدار ہوتے جائیں گے اسی قدر ان کی محتاجی اور ضرورت بھی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً" غریب آدمی کو دس روپے کی ضرورت ہو گی تو سیٹھ صاحب کو دس لاکھ کی ضرورت ہے۔ غریب آدمی دس روپے کا محتاج ہے تو یہ بے چارہ دس لاکھ کا محتاج ہے۔ تو جتنا مال بڑھے گا اتنی ہی ضروریات بڑھیں گی اور اسی قدر فقر (حاجت مندی) میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے مال و دولت کا کوڑا جمع کر رکھا ہے اور اپنا دین بھی اسی میں غارت کر دیا ہے ان کو غنی کہنا غلط ہے' وہ بے چارے تو ضرورت مند ہیں' محتاج ہیں' فقیر ہیں۔ سوال ہو گا کہ پھر غنی کون ہے اس کے جواب میں کہا جائے گا: سیر چشم۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

جس آدمی کو کھانے کی احتیاج ہو وہ بھوکا ہے اور جس شخص کی یہ حاجت پوری ہو جائے اور اس کا پیٹ بھر جائے وہ "سیر شکم" کہلاتا ہے' ایسے آدمی کو آپ اصرار کے ساتھ اچھی سے اچھی اور لذیذ سے لذیذ غذا بھی کھلانا چاہیں تو اسکی طبیعت اس کو قبول نہیں کرے گی' اس کا جواب یہی ہو گا کہ میرے پیٹ میں گنجائش نہیں ہے' تو "سیر شکم" آدمی وہ ہے جس کے پیٹ میں مزید گنجائش نہ رہے اور اسے کھانے کی اشتہا اور بھوک نہ رہے' بلکہ ایک خاص درجے میں کھانے سے نفرت ہو جائے۔

ٹھیک اسی طرح غنی وہ "سیر چشم" ہے کہ مال و دولت سے اس کا پیٹ بھر جائے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کو دیدیا ہے وہ اس پر قانع ہو جائے' بلکہ زائد از ضرورت مال حاصل کرنے سے اسے ایک گونہ نفرت ہو جائے۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت وغیرہ کا جتنا حصہ تم کو دیدیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ' سب سے بڑے غنی بن جاؤ گے۔ یہ ہے مالدار بننے کا وہ نسخہ کیمیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

صاحب مرقات نے حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ سے نقل کیا

ہے کہ کسی نے آپ سے کیمیائی نسخہ پوچھا تو فرمایا' بس دو باتیں۔ ایک یہ کہ مخلوق سے اپنی نظر ہٹالو' اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ طمع ختم کرلو کہ جتنا کچھ وہ تمہارے حصہ میں لکھ چکا ہے اس کے علاوہ بھی تمہیں کچھ دیگا۔

اور حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

"یقین رکھو کہ تمہارا مقسوم بغیر طلب کے بھی تمہیں مل کر رہے گا' اور جو کچھ تمہاری قسمت میں نہیں وہ تمہاری حرص اور جدوجہد کے بعد بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے صبر کو لازم پکڑو اور قناعت کا شیوہ اختیار کرو تاکہ رب ذوالجلال تم سے راضی ہو جائے"۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص تھوڑے رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ غنی بننے کا نسخہ قناعت ہے کہ جتنا کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھا ہے اس سے آدمی کی نیت بھر جائے' اور دنیا سمیٹنے کی حرص اس کے دل سے نکل جائے۔ جب تک یہ دولت میسر نہ ہو تب تک ہزار قسم کے سازوسامان کے باوجود بھی آدمی فقیر ہے۔

۳: تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کرو مومن ہو جاؤ گے' ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کی بہت ہی تاکید ہے' اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہمسائے میں رہتے ہوئے کوئی نہ کوئی ناگوار بات آدمی کو پیش آتی ہی رہتی ہے اور پھر ہمسائے کے بہت سے نجی حالات اور گھریلو معاملات آدمی کو معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمسائیگی کے حقوق صحیح طور پر بجالائیں۔ ورنہ اکثر لڑائی جھگڑا کھڑا رہتا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ اگر نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے تو یہ صرف مکافات ہے اور اگر نیکی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ کمینہ پن ہے اور اگر برائی کا بدلہ بھلائی کے ساتھ دیا جائے تو یہ احسان ہے۔ اور حدیث

پاک میں اسی احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کی غلط ریس کرنے والے نہ بنو' کہ تم یوں کہنے لگو کہ اگر لوگ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی ان سے بھلائی کریں گے۔ اور اگر وہ ہم سے برائی کے ساتھ پیش آئیں گے تو ہم بھی یہی کریں گے' نہیں! بلکہ اگر تم سے دوسرے لوگ برائی کریں تو تم ان سے بھلائی کرو۔

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک میں بہت سی باتیں شامل ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے حقوق پورے بجا لائے۔ اسکی ایذاؤں پر صبر کرے اور اسکی بھلائی اور خیر خواہی میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

۴: چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تم دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو' مسلمان ہو جاؤ گے' گویا ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ سب کے لئے سراپا خیر ہو' ایک حدیث میں ہے کہ مومن سراپا الفت ہوتا ہے اور اس شخص میں ذرا بھی خیر نہیں جو نہ خود کسی کے ساتھ الفت سے پیش آئے' نہ دوسرے لوگ اسے اس نظر سے دیکھیں' ایک اور حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان مامون رہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کیا کرونگا۔

کوئی یہ پسند نہیں کرے گا کہ دوسرے لوگ اسکی جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف ہاتھ اٹھائیں یا اس کے ساتھ دغا' فریب اور دھوکا کریں۔ یا اس کے جائز حقوق غصب کریں' اسی طرح ایک سچے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ بھی ان تمام باتوں سے پرہیز کرے۔ کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچائے' کسی کی غیبت کے ساتھ اپنی زبان ملوث نہ کرے' کسی کی عزت و آبرو کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ الغرض جن جن چیزوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتا ان سے خود بھی پرہیز کرے۔

نیک اعمال میں جلدی کرنا چاہیے

باب

مَاجَاءَ فِی الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ عَنْ مُحْرِزِ بْنِ هٰرُوْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِیًا ، اَوْ غِنًی مُطْغِیًا ، اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا ، اَوْ هِرَمًا مُفَنِّدًا(۱) ، اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا ، اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ یُنْتَظَرُ ، اَوِ السَّاعَةَ فَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ . قَالَ : هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیْثِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مُحْرِزِ بْنِ هٰرُوْنَ ، وَقَدْ رَوٰی بِشْرُ بْنُ عُمَرَ وَغَیْرُهُ عَنْ مُحْرِزِ بْنِ هٰرُوْنَ هٰذَا . وَقَدْ رَوٰی مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَمَّنْ سَمِعَ سَعِیْدًا الْمَقْبُرِیَّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ : تَنْتَظِرُوْنَ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال جلدی سے کرلو۔ تمہیں کس چیز کا انتظار ہے سوائے ایسے فقر کے جو آدمی کو اپنے آپ سے بھلا دے' یا ایسی مالداری کا جو آدمی کو سرکش بنا دے' یا ایسی بیماری کا جو جسم کو ناکارہ کردے' یا ایسے بڑھاپے کا جو آدمی کو سٹھیا دے' یا موت کا جو یہاں سے کوچ کرا دے' یا دجال کا پس دجال ایک غائب شر ہے جس کا انتظار ہے' یا قیامت کا' پس قیامت بہت ہی ہولناک اور تلخ حقیقت ہے"۔

(۱) مفندا : الفند ضعف العقل والفهم والتخلیط فی الکلام من الهرم ۔ ۵۵۲

تشریح: اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عمر' صحت اور فراغت کی نعمت سے نوازا ہو' اسے زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھ کر نیک اعمال اور آخرت کی تیاری میں خرچ کرنا چاہئے' خدا جانے کل کیا مانع پیش آجائے اور آدمی آخرت کے لئے نیک اعمال کا خاطر خواہ ذخیرہ جمع نہ کر سکے۔

نفس و شیطان آدمی کو پٹی پڑھاتے ہیں کہ میاں! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے' چار دن خوب عیش کر لو' اور پھر توبہ کر لینا اور نیک عمل بھی کر لینا۔ ابھی کیا جلدی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شیطانی و نفسانی وسوسے کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو وہ آج ہی نیک اعمال میں سبقت کرے' خدا جانے کل کیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ خدانخواستہ کل آدمی ایسا فقیر ہو جائے کہ پیٹ کی فکر میں اسے اپنے آپ کا ہوش نہ رہے یا ایسا مالدار ہو جائے اور نو دولتی کے نشہ میں ایسا مست ہو کہ خدا سے سرکش ہو جائے اور نیک اعمال کی توفیق سلب ہو جائے' یا کسی بیماری یا حادثے کا شکار ہو کر اٹھنے بیٹھنے سے ہی لاچار ہو جائے اور اگر فرض کرو ان میں سے کوئی حادثہ بھی پیش نہیں آتا تو جوانی کے بعد بڑھاپے کی آفت سامنے ہے' جس میں آدمی کے اعضا جواب دے دیتے ہیں' اور جسم کی قوتیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں' اور پھر موت ہر شخص کے سامنے کھڑی ہے' وہ جب آئے گی تو یہاں سے کوچ کرتے ہی بنے گی' اور اگر کسی کو شیطان کی طرح قیامت تک کی زندگی بھی فرض کرو مل جائے تو دجال کے فتنہ کا سامنا ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندے ہی محفوظ رہیں گے' اور پھر اس کے بعد قیامت کا سامنا ہے جس سے بڑھ کر کوئی آفت اور تلخ حادثہ نہیں ..... جس شخص کے سامنے اتنی آفات منہ کھولے کھڑی ہوں وہ اگر اپنا وقت لیت و لعل اور آج کل میں ضائع کر دے اس سے بڑا احمق کون ہو گا۔

موت کو یاد رکھنا

باب

مَاجَاءَ فِی ذِکْرِ الْمَوْتِ

— حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَیْلَانَ . حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : أَکْثِرُوا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ(۱) یَعْنِی الْمَوْتَ .

قَالَ : وَفِی الْبَابِ عَنْ أَبِی سَعِیدٍ .

قَالَ أَبُو عِیسَی : هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو“۔

تشریح : دنیا کی ساری لذتیں اور ساری خوشیاں اس ناپائیدار زندگی تک محدود ہیں' جب روح و بدن کا رشتہ ٹوٹ جائے گا تو یہ عیش و عشرت اور مسرت و شادمانی کے سارے اسباب دھرے رہ جائیں گے' انسان کی غفلت اور جھوٹی لذتوں پر قناعت کا سبب یہی ہے کہ موت کا بھیانک چہرہ اس کی نظر سے اوجھل ہے' اگر غفلت کا غبار چھٹ جائے اور موت اور موت کے بعد کا منظر اس کے سامنے رہے تو اسے دنیا کی کسی چیز سے دل بستگی نہ رہے۔ مرتے ہی یہ ساری چیزیں اس سے چھن جائیں گی اور وہ بیک بینی و دوگوش خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا جائے گا۔ جس چہیتی بیوی کے لئے اپنے دین کو بگاڑا تھا' جس پیاری اولاد کے لئے اپنی آخرت برباد کی تھی' جن عزیز و اقارب کی خاطر اپنی عاقبت سے بے پروا تھا ان میں سے کوئی بھی تو ساتھ نہ دے گا' نہ کوٹھی بنگلہ اور مال و دولت ساتھ جائے گی' قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اس کو تن تنہا جانا ہو گا۔ چند دن بعد اس کا جسم' جس کے بنانے سنوارنے پر گھنٹے لگاتا تھا' گل سڑ

جائے گا اور کیڑوں کی خوراک بنے گا' یہ ہے موت کا ظاہری نقشہ۔ باقی رہیں اس کی روحانی سختیاں' جان کنی کا عذاب' فرشتوں کا سامنا' قبر کے عذاب کی کیفیت اس کا اندازہ تو چشم تصور سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ موت کو یاد رکھنا بہت ضروری بھی ہے اور بڑی عبادت بھی۔ یہ مرض غفلت کا تریاق بھی ہے' اور دنیوی پریشانیوں سے نجات کا علاج بھی۔ یہ آدمی کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے اور کلید سعادت بھی۔ اس شخص سے بڑا بدنصیب کون ہو گا جو اپنی موت کو بھول جائے' اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بصیرت عطا کریں۔

قبر کا منظر

باب

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بَحِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَ هَانِئًا مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ : كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ ، فَقِيلَ لَهُ : تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا ؟ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا الْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ يُوسُفَ .

ترجمہ : "حضرت ہانی فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ' جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی' عرض کیا گیا' آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تب نہیں روتے' مگر اس سے روتے ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر آدمی کو اس سے نجات مل گئی تو بعد کی منزلیں آسان ہوں گی' اور اگر اسی سے نجات نہ ہوئی تو بعد کا معاملہ اس سے سخت ہو گا"۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جو منظر بھی دیکھا قبر اس سے بھی زیادہ بھیانک ہے۔

تشریح: امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ امت کے افضل ترین حضرات میں سے ہیں' کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی' اس کے باوجود ان پر آخرت کا خوف اس قدر غالب ہے کہ کسی قبر کو دیکھتے ہیں تو قبر کے سوال و جواب' وہاں کی تاریکی اور وحشت و تنہائی کو یاد کر کے بے اختیار رونے لگتے ہیں۔

مرنے کے بعد آدمی کو جن منزلوں سے گزرنا ہے اگر خواب میں بھی کسی کو نظر آجائیں تو دہشت سے کلیجہ پھٹ جائے' مگر ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پردۂ غیب میں رکھا ہے اور پھر دنیا کی فضا نے انسانوں کی بصیرت پر غفلت کے پردے ڈال دیئے ہیں' ورنہ اگر قبر ہی کے مناظر انسان کے سامنے آجاتے تو زندگی اجیرن ہو جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اگر وہ حالت تم پر کھل جاتی تو تم لوگ مُردوں کو دفن کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ کتنے خوش نصیب ہیں جو اس اندھیری کوٹھڑی میں روشنی کے لئے سامان کرتے ہیں اور کتنے بدنصیب ہیں جو قبر کے لئے سانپ اور بچھو اپنے ہاتھوں سے پالتے ہیں۔ یہی بدعملیاں' یہی ظلم و ستم' یہی حرامکاری و حرام خوری جو لوگ دنیا میں کرتے ہیں قبر کے سانپ اور بچھو ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دعا سکھائی ہے "اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر وفتنة القبر"۔ "اے اللہ! میں قبر کے عذاب اور قبر کے امتحان و آزمائش سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

حق تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق

باب

مَا جَاءَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ .

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي مُوسَى. قَالَ: حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں' اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں“۔

تشریح : اس حدیث پاک کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرما دی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! موت کو تو ہم میں سے ہر شخص ناگوار سمجھتا ہے' مطلب یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ تو موت ہے اور موت ہر شخص کو طبعاً ناگوار ہے تو گویا بالواسطہ حق تعالیٰ سے ملاقات بھی ناگوار ہوئی۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

عائشہ ! یہ مطلب نہیں' بلکہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی رضا مندی اور کرامت کی بشارت دی جاتی ہے' تب اس کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں رہتی' اور وہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں' اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے اس وقت موت اور موت کے بعد کی حالت سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی چیز ناپسندیدہ اور مکروہ نہیں ہوتی' تب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث پاک میں جس اشتیاق کا ذکر ہے وہ نزع کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت عالم غیب سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور عالم آخرت کی چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں' اس وقت مومن حق تعالیٰ کی رضا و رحمت اور آخرت کی نعمتوں کو دیکھ کر اس دنیا کو چھوڑنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق غالب آجاتا ہے۔ اس کے برعکس کافر پر جب عالم غیب منکشف ہو جاتا ہے اور وہ آخرت کے عذاب و سزا کا بچشم خود مشاہدہ کرتا ہے تو اس دنیا کو چھوڑنا اس کے لئے بے حد ناگوار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح بھی بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

یہاں چند چیزوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

ایک یہ کہ موت اگرچہ ہر شخص کے لئے طبعاً" ناگوار ہے' مگر چونکہ محبوب حقیقی سے ملاقات کا وہی ایک ذریعہ ہے اس لئے مومن شرعاً" و عقلاً" موت کو بھی بالواسطہ محبوب رکھتا ہے' اسی بنا پر صوفیا کا ارشاد ہے :

> موت ایک پل ہے جس سے گذر کر آدمی اپنے محبوب تک
> پہنچتا ہے

حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب کا کیا پیارا شعر ہے :

صد شکر کہ آپہنچا لبِ گور جنازہ
لو بحرِ محبت کا کنارہ نظر آیا

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ تلخ دوا مریض کو طبعاً ناگوار ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ جانتا ہے کہ دوا پینے سے شفا حاصل ہو گی اس لئے وہ نہ صرف خوشی خوشی دوا پیتا ہے بلکہ اس کی قیمت بھی ادا کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ حدیث پاک میں موت کی تمنا سے ممانعت فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"لا یتمنین احدکم الموت اما محسناً فلعله یزداد واما مسیئاً فلعله یستعتب"

(صحیح بخاری ج۲ ص ۱۰۷۴)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے اور بدکار ہے تو ممکن ہے اسے توبہ اور معافی کی توفیق ہو جائے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے موت نہ مانگا کرو، اور اگر سوال کرنا ہی ہو تو یوں دعا کیا کرو:

"اللھم احینی ما علمت الحیاۃ خیراً لی، وتوفنی اذا علمت الوفاۃ خیراً لی"

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے زندہ رکھیئے جب تک آپ کے علم میں میرے لئے زندگی بہتر ہو، اور مجھے وفات دیجئے جب آپ کے علم میں میرے لئے وفات بہتر ہو"۔

اس لئے مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ ہر دم موت کے لئے تیار

اور حق تعالیٰ شانہ سے ملاقات کا مشتاق رہے' لیکن موت کی درخواست نہ کرے' بلکہ زندگی کی جو مہلت اسے میسر ہے اسے غنیمت سمجھے' اپنی نیکیوں میں اضافہ کرے' اور جو گناہ سرزد ہو گئے ان سے توبہ استغفار کرتا رہے' اور جو حقوق اس کے ذمہ واجب الادا ہیں ان سے سبکدوش ہونے کی فکر کرے' اور جو حقوق اب تک ضائع کر چکا ہے ان کی تلافی کی کوشش کرے' تاکہ جب بھی بلاوا آئے تو جانے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہو۔ حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم کو ڈرانا

باب

مَا جَاءَ فِي إِنْذَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهُ

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ. حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ[1]) قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، هٰكَذَا رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ نَحْوَ هٰذَا، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

ترجمہ: "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

---

(۱) آية ۲۱٤ سورة الشعراء.

عنہا سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی : ”اور ڈرایئے اپنے نزدیک کے قبیلے والوں کو“ (الشعراء ۲۱۴)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے عزیز و اقارب خویش قبیلے کو جمع کر کے ایک ایک کا نام لیکر) فرمایا‘ اے صفیہ بنت عبدالمطلب! (یہ آپ کی پھوپھی تھیں) اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علی ابیہا و علیہا وسلم) اے عبدالمطلب کی اولاد! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا (چنانچہ جب تک تم دین حق کو قبول نہ کرو میں تمہاری شفاعت بھی نہیں کر سکتا‘ نہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہوں لہٰذا آخرت کی نجات تو صرف دین اسلام کو قبول کرنے پر موقوف ہے‘ ہاں) میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو (اس کے دینے کا بیشک اختیار رکھتا ہوں)“

تشریح : دین کی دعوت و تبلیغ کے دو اصول ہیں۔ ترغیب اور ترہیب۔ ترغیب سے مراد یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے آخرت کی جن نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ یاد دلایا جائے‘ اور ترہیب سے مراد یہ ہے کہ کفر و شرک اور گناہوں کی جو سزائیں ملنے والی ہیں ان سے ڈرایا جائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوت دی جب وہ جمع ہو گئے تو آپؐ نے سب سے خطاب عام بھی فرمایا‘ اور قریش کی الگ الگ شاخوں اور ممتاز افراد سے خطاب خاص بھی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا : اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے عبدشمس کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے عبدمناف کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے ہاشم کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے عبدالمطلب کی اولاد! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ‘ اے

فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچا' میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا' البتہ تمہارے ساتھ جس رشتہ کا تعلق ہے اس کے حقوق ادا کرتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم)

اور صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے جماعت قریش! اپنی جانوں کو خرید لو (یعنی ایمان لاکر دوزخ سے بچا لو) میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا' اے عبد مناف کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکتا' اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا' اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو چاہے مانگ! مگر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے کسی کام نہیں آؤں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۰)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خانوادوں کو پکارنے لگے۔ اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہاں تک جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا' یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے' تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب بیک آواز بولے' ہاں! اس لئے کہ ہمیں تجربہ ہے کہ آپ سچ کہنے کے عادی ہیں۔ آپؐ کے منہ سے کبھی غلط بات نہیں سنی گئی' اس پر آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہوں۔

(صحیح بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۴۶۰)

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت

باب

مَا جَاءَ فِی فَضْلِ الْبُکَاءِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَسْعُودِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ.

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا‘ نہیں داخل ہو گا آگ میں وہ شخص جو رویا اللہ تعالیٰ کے خوف سے‘ یہاں تک کہ واپس چلا جائے دودھ تھنوں میں (اور اس کا واپس جانا ازبس دشوار ہے‘ لہٰذا خوف خداوندی سے رونے والے کا دوزخ میں جانا بھی دشوار ہے) اور (یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگا ہوا غبار اور جہنم کا دھواں دونوں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار پہنچا‘ اسے دوزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا)“

تشریح: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے‘ اس سے دل کی کثافتیں اور غلاظتیں دھل جاتی ہیں‘ اور غفلت اور معاصی کی وجہ سے دل پر سیاہی اور گردو غبار کی جو تہہ جم جاتی ہے وہ آنکھوں کے ایک قطرے سے (جو خوفِ الٰہی کے سبب نکلا ہو) صاف ہو جاتی ہے‘ نامۂ اعمال کی سیاہی کو سات سمندر نہیں دھو سکتے‘ مگر اشکِ چشم کے ایک دو قطرے نامۂ اعمال کی صد سالہ سیاہی کو دھو ڈالتے ہیں اسی بناء پر اللہ کے خوف سے رونے کی فضیلت کا مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں ان سات اشخاص کا ذکر آتا ہے جنہیں عرشِ الٰہی کے سایۂ رحمت میں جگہ ملے گی۔ ان

میں ایک وہ خوش بخت بھی ہو گا جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں' اور آنسو بہہ نکلے (صحیحین) ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر زمین پر گر گئے اسے قیامت کے دن عذاب نہ ہو گا (مستدرک)

ایک اور حدیث میں ہے کہ تین آنکھیں آگ کو نہیں دیکھیں گی' ایک وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دیا' دوسری وہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی' اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کے دیکھنے سے باز رہی (طبرانی) ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے۔ دوسرے اس خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہایا جائے۔ اور نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو (زخم کی صورت میں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچے۔ اور دوسرا وہ نشان جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کے ادا کرنے سے حاصل ہو۔ (ترمذی) ایک صحابی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا' اپنی زبان کو بند رکھا کر' اپنے گھر میں سمٹ کر رہ' اور اپنی غلطیوں پر رویا کر۔ (ترمذی)

دوسرا مضمون اللہ تعالیٰ کے راستے کے غبار کی فضیلت کا ہے' احادیث مبارکہ میں اس کے بھی بہت سے فضائل آئے ہیں' جو حدیث کی کتابوں میں کتاب الجہاد کے تحت ذکر کئے گئے ہیں۔

یہاں تین چیزوں کی وضاحت ضروری ہے' ایک یہ کہ جن اعمال کی یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کے کرنے سے جنت واجب ہو گی یا دوزخ حرام ہو جائے گی' یہ ان اعمال کی ذاتی خاصیت ہے اور اس خاصیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی قوی مانع اس کے روکنے والا موجود نہ ہو' اسکی مثال بالکل ایسی سمجھنی چاہئے کہ طب کی کتابوں میں ادویات کے جو فوائد درج ہوتے ہیں وہ اسی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں جب کہ ان فوائد کو روکنے والی بدپرہیزی سے بھی احتراز کیا جائے۔ اگر ایک شخص دوائی بھی استعمال کرتا ہے

مگراس کے ساتھ بدپرہیزی بھی کرتا ہے اگر اس کو دوائی پورا فائدہ نہ دے تو اس کو شکایت دوائی کی نہیں بلکہ اپنی بدپرہیزی کی کرنی چاہیئے۔ اسی طرح جو شخص کوئی ایسا نیک عمل کرتا ہے جس پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے لیکن ساتھ ہی خدانخواستہ کسی کبیرہ گناہ کا بھی مرتکب ہے مثلاً "لوگوں کے حقوق دبا لیتا ہے تو اس کی بدپرہیزی کے سبب اگر اس نیک عمل کا پورا فائدہ ظاہر نہ ہو تو اس عمل کا قصور نہیں بلکہ اس کی بدپرہیزی کا قصور ہو گا۔ الغرض عمل کی خاصیت الگ چیز ہے اور اس کا ظہور کسی خاص آدمی میں ہو گا یا نہیں؟ یہ ایک دوسری بات ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا توبہ و استغفار ہی کی شکل ہے' اس لئے اس کے ذریعہ انشاء اللہ اس کے گزشتہ گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے اور اس کے ذمہ اگر کچھ حقوق و فرائض ہوں تو ان کو ادا کرے' اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے باز رہنے کا عزم کرے' اور کبھی غفلت اور کوتاہی ہو جائے تو فوراً" توبہ کی تجدید کر لیا کرے ایسا شخص انشاء اللہ جنت میں جائے گا۔

دوم : اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے مگر ہے غیر اختیاری اس لئے اگر کوئی شخص خداترس ہو مگر اسے رونا نہ آئے تو اسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنا لی جائے۔ دراصل بارگاہ خداوندی میں بندے کی عجز و بے چارگی اور تذلل کی قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی عاجزی اختیار کی جائے کم ہے۔

سوم : "فی سبیل اللہ" کے جو فضائل احادیث میں بیان فرمائے گئے ہیں ان کا اعلیٰ مرتبہ تو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مگر خود جہاد بھی اعلائے کلمتہ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے) کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے دین کی تعلیم و تبلیغ بھی اسی کے ضمن میں آتی ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو کم ہنسا کرتے

بابٌ

فی قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیلًا»

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ. حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ. حَدَّثَنَا إِسْرَائِیلُ عَنْ إِبْرَاهِیمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَبِی ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّی أَرَی مَالَا تَرَوْنَ، وَأَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُونَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ. وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِیهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ، وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَی الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَی اللّٰهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّی کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ.

قَالَ أَبُو عِیسَی: وَفِی الْبَابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ وَعَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ. قَالَ هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ، وَیُرْوَی مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنِّی کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ.

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ الْفَلَّاسُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیرًا، هٰذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ.

ترجمہ : "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں وہ کچھ دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے، اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان جلال الٰہی کی ہیبت سے چرچراتا ہے اور اسے چرچرانا چاہیے بھی۔ اس میں چار انگشت کی جگہ بھی ایسی نہیں کہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں نہ رکھے ہوئے ہو۔ اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں اس کا علم ہو جاتا تو تم بہت کم ہنسا کرتے، اور بہت زیادہ رویا کرتے، اور تم نرم و گداز بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز نہ ہوتے بلکہ تم اللہ کے سامنے دھاڑیں مارتے ہوئے جنگلوں کو نکل جاتے۔ پھر فرمایا کاش! میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا (اور دوسری روایتوں میں ہے کہ یہ آخری فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ نہیں، بلکہ راوی حدیث حضرت ابوذر کا قول ہے اور یہی صحیح ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو ان سب باتوں کا علم ہو جاتا جن کا مجھے علم ہے تو تم بہت کم ہنسا کرتے اور بہت رویا کرتے"۔

تشریح : یعنی حق تعالیٰ شانہ کے جلال و جبروت کا مشاہدہ جو مجھے حاصل ہے، جنت و دوزخ کے جو نقشے میرے سامنے ہیں، موت و ما بعد الموت اور میدان قیامت کی جو کیفیتیں مجھے معلوم ہیں، ملائکہ مقربین کا عظمت و ہیبت خداوندی سے تھرتھرانے کا جو حال میں دیکھ رہا ہوں، یہ ساری باتیں اگر تمہیں معلوم ہو جاتیں تو تمہیں ہنسی کھیل نہ سوجھتا، بلکہ تمہارا پتہ پانی ہو جاتا، اور تم دیوانہ وار روتے اور دھاڑیں مارتے ہوئے جنگلوں کا رخ کرتے۔

اس حدیث پاک سے منصب نبوت کی رفعت و بلندی اور انبیا کرام

علیہم السلام خصوصاً" حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلہ اور قوت برداشت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھتے تھے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے، وہ کچھ سنتے تھے جس کے سننے سے دوسرے عاجز تھے، جنت و دوزخ کے نقشے آپ کے سامنے تھے، ہیبت و جلال الٰہی کا منظر پیش نظر تھا، ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کی تسبیح و تقدیس اور تضرع کی آوازیں گوش مبارک میں آرہی تھیں مگر ان تمام امور کے باوجود معمولات زندگی میں فرق نہیں آتا تھا۔ جب کہ یہی باتیں کسی دوسرے پر منکشف ہو جاتیں تو وہ ان کی تاب نہ لا سکتا۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کا منظر جب لوگوں کے سامنے آئے گا تو وہ مدہوش اور کھوئے سے نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الٰہی کی شدت کو دیکھ کر ہوش اڑ جائیں گے۔

لوگوں کو ہنسانے کے لئے بات کرنا

باب

فِيمَنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُضْحِكُ بِهَا النَّاسَ

۲۳۱۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ. حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ، قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض دفعہ آدمی ایک بات کہتا ہے جس (کے انجام) کی طرف اسے

دھیان بھی نہیں ہوتا، مگر وہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسقدر مبغوض اور ناپسندیدہ ہوتی ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے ستر سال کی مسافت پر جہنم میں جا گرتا ہے"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں زبان کی بے احتیاطی پر تنبیہہ کی گئی ہے، یعنی بسا اوقات آدمی ایک بات کو بہت معمولی سمجھ کر کرتا ہے، اور اسے یہ خیال تک نہیں ہوتا کہ یہ بات کتنی سنگین اور غضب خداوندی کا موجب ہو سکتی ہے مثلاً" کسی کا مذاق اڑاتا ہے، کسی کی غیبت کرتا ہے، احکام الٰہیہ کے بارے میں کوئی غلط رائے زنی کرتا ہے، کسی مسلمان کی بے آبروئی کرتا ہے، منہ سے کوئی کلمۂ کفر بکتا ہے، اور ان ساری باتوں کو معمولی سمجھتا ہے، اور مزے لے لے کر لوگوں کے سامنے ان کو بیان کرتا ہے، لوگ اسکی ان باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، مگر یہ باتیں جو اس کے خیال میں بس معمولی سی ہیں، اس کے حق میں غضب الٰہی کا اور نعوذ باللہ بعض اوقات سلب ایمان کا موجب بن جاتی ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ . حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ .

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ: "حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کے ہنسانے کے لئے بات کرے تو جھوٹ بولے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے"۔

تشریح: ایک تو لوگوں کو ہنسانا ہی ایک مسخرہ پن اور حلم و وقار کے منافی

ہے پھر اس مقصد کے لئے جھوٹی اور فرضی باتیں تراشنا اور بھی برا ہے' خصوصا" اگر اس کی اس غلط بیانی سے کسی مسلمان کی تحقیر یا کسی کی بے آبروئی ہوتی ہو تو اس کی ہلاکت میں کیا شک ہے' تاہم دل لگی اور مزاح کے طور پر اگر کوئی بات کی جائے (جو خلاف واقعہ نہ ہو) وہ اس حدیث پاک کی وعید میں داخل نہیں ہے۔

بے مقصد باتوں سے پرہیز کی تاکید

باب

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ . حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَقَالَ : يَعْنِي رَجُلٌ أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَلاَ تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لاَ يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لاَ يَنْقُصُهُ ، قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيهِ ، قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لاَ نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ

حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ مُرْسَلًا، وَهٰذَا عِنْدَنَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ.

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص کی وفات ہوئی تو کسی شخص نے (اسے مخاطب کر کے) کہا "تجھے جنت کی خوشخبری ہو"۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تجھے کیا خبر ہے؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو' یا ایسی چیز کے دینے میں بخل کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ترک کر دے جو اس کے (دین یا دنیا کے) کام کی نہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' بیشک آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ ہے کہ غیر مفید باتوں کو ترک کر دے"۔

تشریح: جو باتیں یا کام شرعاً ممنوع نہیں ان کو "مباح" کہا جاتا ہے' یعنی ان کا کرنا جائز ہے' پھر مباحات کی دو قسمیں ہیں' بعض تو وہ ہیں جن میں دین کا یا دنیا کا کوئی فائدہ ہو' اور بعض ایسی بے مقصد اور بے فائدہ ہیں جن

میں نہ دنیا کا نفع ہو، نہ آخرت کا۔ ایسی چیزوں کو "لایعنی" کہا جاتا ہے، اور ان ارشادات طیبہ میں ایسی لایعنی اور بے مقصد باتوں کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے اسلئے کہ آدمی کی زندگی بے مقصد چیز نہیں کہ اسے بے مقصد باتوں میں کھویا جائے، یہ بہت ہی قیمتی چیز ہے اس لئے اس کو زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانا ہی عقل مندی ہے، اس لئے ایک مسلمان کے اسلام کا حسن اور خوبی اسی میں ہے کہ اپنے اوقات عزیز کو بے مقصد چیزوں اور باتوں میں ضائع ہونے سے بچائے اور اس خداداد نعمت کی صحیح قدر پہچانے۔

جو شخص شغل بے کاری میں مشغول ہو کر اپنے اوقات ضائع کرتا ہے قیامت کے دن اس کو حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے اس پر مناقشہ بھی کیا جائے کہ زندگی کے اوقات کو بے کار ضائع کر کے اس نعمت کی ناقدری و ناشکری کیوں کی؟

اسی بنا پر جب ایک صحابیؓ نے فوت ہونے والے کو جنت کی مبارک باد دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ تجھے کیا خبر؟ شاید اس نے کبھی کوئی بے مقصد لفظ بولا ہو جس پر اس سے مناقشہ کیا جائے یا اس نے کسی ایسی چیز کے دینے میں بخل سے کام لیا ہو جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، مثلاً "علم کی بات بتانا" یا ضرورت مند کو آگ دے دینا۔

اس حدیث پاک سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ بے مقصد باتیں کرنا اور ایسی چیزوں میں بخل کرنا بری بات ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے والے کی تعریف میں مبالغہ نہ کیا جائے، اور نہ اس کے جنتی ہونے کا قطعی حکم لگایا جائے، ہاں! ایک مسلمان کے بارے میں نیک گمان رکھنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے اسکی بخشش فرمادی ہو گی۔

کم گوئی کا بیان

باب

فی قلۃ الکلام

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، وَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ: سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَرِثِ الْمُزَنِيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ هٰذَا، قَالُوا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَرِثِ، وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَرِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ جَدِّهِ.

ترجمہ: "حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک تم سے ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لفظ کہہ دیتا ہے' اس کو یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس مرتبہ کو پہنچے گا' مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کلمہ کی بدولت ہمیشہ کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں' اور بے

شک تم میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی بات کہہ دیتا ہے، اس کو یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی ناراضی کی بات ہو گی مگر اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس لفظ کی وجہ سے قیامت تک اپنی ناراضی لکھ دیتے ہیں"۔

تشریح: حدیث کا مضمون واضح ہے کہ بعض اوقات آدمی بعض الفاظ کو معمولی سمجھ کر کہہ دیتا ہے، حالانکہ وہ معمولی نہیں ہوتے، بلکہ ان کی وجہ سے اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی یا ناراضی کا فیصلہ فرما دیتے ہیں، اس لئے آدمی کو اپنی زبان بڑی احتیاط سے استعمال کرنی چاہئے۔ حضرات صوفیا کرام قدس اللہ اسرارھم نے مجاہدۂ نفس کے چار شعبے قرار دیئے ہیں، (۱) قلت کلام، (۲) قلت طعام، (۳) قلت منام، (۴) قلت اختلاط مع الانام، یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، اور لوگوں سے کم ملنا، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نور حق برما بہ خند

واقعی جب تک آدمی فضولیات و لغویات سے چشم بندی، گوش بندی اور لب بندی نہ کرے وہ نہ دنیا کے کسی کام کا ہے، نہ دین کے۔ زبان حق تعالیٰ شانہ کی بہت ہی بڑی نعمت ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہے اسکی قدر ان سے پوچھنا چاہئے جو اس نعمت سے محروم ہیں، لیکن اسی زبان کو جب آدمی فضول باتوں میں استعمال کرنے لگے تو اس سے بڑھ کر انسان کا کوئی دشمن نہیں دنیا میں جس قدر شر و فساد پھیلا ہے آپ غور کریں گے تو اس کا بیشتر حصہ زبان کی پیداوار نظر آئے گا، حق تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی حقارت و ذلت

باب

مَاجَاءَ فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِينَ وَقَفُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيِّتَةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِينَ أَلْقَوْهَا ، قَالُوا : مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَا رَسُولَ اللهِ ، قَالَ : فَالدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ عَلَى أَهْلِهَا

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ الْمُسْتَوْرِدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ: ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ

تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر و قیمت رکھتی تو یہاں کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پینے کو نہ دیتا"۔

۲ : "حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت میں ساتھ شامل تھا جو آنحضرتؐ کی معیت میں بکری کے مرے ہوئے بچے پر ٹھہری۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے' اس مردار کو جب اس کے مالکوں نے یہاں پھینکا تو یہ ان کے نزدیک ذلیل و بے قدر تھا یا نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اس کے بے قدر اور ذلیل ہونے کی وجہ ہی سے تو انہوں نے اسے یہاں پھینکا ہے' آپؐ نے فرمایا دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے' جس قدر کہ یہ مردہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک حقیر اور بے قیمت ہے"۔

فائدہ : صحیح مسلم میں بروایت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر بکری کے کن کٹے مردہ بچہ پر ہوا' جو گندگی کے ڈھیر پر پڑا ہوا تھا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو اس کو ایک درہم میں خریدنے پر تیار ہو' صحابہؓ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس مردار کو ایک درہم میں کون لے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكَتِّبُ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ ضَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَلاَ إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَافِيهَا إِلاَّ ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالاَهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

۳: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے متعلقہ چیزیں اور عالم اور دین کا طالب علم اس ملعونیت سے مستثنیٰ ہیں"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ. حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ. قَالَ: سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي فِهْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَإِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ وَوَالِدُ قَيْسٍ أَبُو حَازِمٍ اسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَوْفٍ وَهُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ

۴: "حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی ساتھ لے کر واپس آتی ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ پانی کا جو قطرہ انگلی کو لگے اس کی جو نسبت دریا کے ساتھ ہو سکتی ہے (اور ظاہر ہے کہ اسے دریا سے کوئی نسبت ہی نہیں) بس

وہی نسبت ساری دنیا کو آخرت کے ساتھ سمجھنی چاہئے اور یہ مثال بھی صرف سمجھانے کے لئے ہے' ورنہ دنیا کو آخرت کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا سے ہو سکتی ہے' کیونکہ دنیا فانی بھی ہے اور محدود بھی' اور آخرت لازوال بھی ہے اور غیر محدود بھی ظاہر ہے کہ فانی کا باقی کے ساتھ اور محدود کا غیر محدود کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے انبیا کرام علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں کو جن علوم سے آگاہ فرمایا ہے ان میں سے ایک آخرت کا علم ہے' عام انسانی عقل صرف دنیا تک محدود ہے' آخرت تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی' یہ حق تعالیٰ شانہ کی خاص رحمت و عنایت ہے کہ اس نے انبیا کرام علیہم السلام کے ذریعہ بندوں کو آخرت کے حالات سے مطلع فرمایا' اور آخرت کی دائمی اور لازوال نعمتوں کے حاصل کرنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔ جو لوگ انبیا کرام علیہم السلام کی تعلیم کے بعد بھی آخرت سے غافل اور دنیا میں منہمک ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ چیونٹی کے انڈے میں جو بچہ ہوتا ہے وہ اسی انڈے کو پوری کائنات سمجھتا ہے' اور اس کے نزدیک آسمان و زمین کی وسعتیں اسی انڈے کے قطر تک محدود ہیں' اگر اسے عقل و شعور حاصل ہو اور وہاں اسے یہ بتایا جائے کہ ایک جہان ایسا ہے جس کی وسعتوں کے ساتھ تیرے زمین و آسمان (انڈے کے خول) کو کوئی نسبت ہی نہیں' اور وہاں کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں تیرے آسمان جیسے لاکھوں کروڑوں سما سکتے ہیں تو وہ اس خبر پر کبھی یقین نہیں کرے گا' اس لئے کہ اس نے نہ تو باہر نکل کر دنیا کی وسعتوں کو دیکھا ہے اور نہ اس کے محدود تصور میں یہ وسعتیں سما سکتی ہیں' ٹھیک یہی مثال ابنائے دنیا کی ہے کہ آخرت ان کی نظر سے اوجھل ہے اور ذہن اتنا تنگ اور محدود ہے کہ وہ اس آسمان و زمین سے ورے کسی چیز کا تصور ہی نہیں کر سکتا' یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انبیا کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر ایمان نہیں رکھتے وہ آخرت کے بارے میں انبیا کرام علیہم السلام کی معلومات اور ان کی سچی خبروں کا مضحکہ اڑاتے ہیں' حالانکہ درحقیقت وہ مسکین' انبیا کرامؑ کی تعلیمات کا مذاق نہیں

اڑاتے بلکہ اپنی محدود عقل اور تنگ نظری کا ماتم کرتے ہیں' کل جب اس چیونٹی کے انڈے کا خول ٹوٹے گا' اور آخرت کا وسیع اور غیر محدود عالم آشکارا ہو گا تو وہ اپنی ناتمام عقل پر خود نادم و شرمندہ ہوں گے۔

ان ارشاداتِ طیبہ میں دنیا کی حقارت و ذلت اور آخرت کے مقابلے میں اس کی بے وقعتی و بے وقاری کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اگر یقین کی آنکھ سے دیکھا جائے اور دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تو کوئی عاقل ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا سے دل نہیں لگائے گا' دنیا کی ذلت و حقارت کے وجوہ و اسباب بے شمار ہیں' ان میں سے چند کی طرف یہاں مختصر اشارہ کیا جاتا ہے:

اول: ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا مومن و کافر' نیک و بد' صالح و فاجر ہر ایک کے پاس موجود ہے' اور اسے ایک یہودی' ایک چوہڑے چمار اور ایک قادیانی سے عقد کرنے میں بھی عار نہیں' اگر یہ انتہائی درجہ کی رذیل اور کمینہ نہ ہوتی تو ایسے رذیلوں سے اس کا کوئی جوڑ نہ ہوتا' ایک ایسی بازاری عورت جو ہر چوہڑے چمار سے شب باشی کرنے کی عادی ہو کون شریف آدمی ہو گا جو اس سے دل لگائے۔

دوم: اس رذالت و کمینگی کے ساتھ ساتھ وہ بے وفا ایسی ہے کہ آج ہے' کل نہیں۔ اول تو وہ آدمی کو جیتے جی چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے' جیسا کہ بڑھاپے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی نہ ڈھنگ سے کھا سکتا ہے' نہ سو سکتا ہے' نہ چل پھر سکتا ہے' نہ دنیا کی دوسری لذّات سے نفع اندوز ہو سکتا ہے' اور اگر یہ بھی نہ ہو تو خود آدمی ان ساری چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر بیک بنی و دوگوش یہاں سے رخصت ہو جاتا ہے' اور دنیا کی ساری لذتیں اس سے جبراً" چھین لی جاتی ہیں' پس ایک ایسی چیز جس پر موت کی تلوار ہر وقت لٹک رہی ہو اور جس کے چھن جانے کا کھٹکا ہر دم لگا رہے' کوئی عاقل اس سے دل نہیں لگا سکتا۔

ایک عارف کا قول ہے کہ "اگر دنیا میں اور کوئی برائی نہ ہوتی' اور بالفرض حساب و کتاب کا اندیشہ بھی نہ ہوتا تب بھی اس کی زوال پذیر کیفیت ایسی تھی کہ کوئی عاقل اس سے دل نہ لگاتا"۔ ایک اور عارف فرماتے ہیں:

حال دنیا را بپر سیدم من از فرزانہ
گفت یا ظلے است یا بادیست یا افسانہ
باز پرسیدم کہ گو آں کس کہ دل دروے بہ بست
گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانہ

ترجمہ: "میں نے ایک دانا سے دنیا کا حال دریافت کیا' تو فرمایا اسے سایہ سمجھو یا ہوا' یا افسانہ' میں نے پھر عرض کیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو یہاں دل لگا بیٹھے' فرمایا وہ کوئی جن بھوت ہو گا یا پھر دیوانہ ہو گا"۔

سوم: دنیا کی ایک قباحت یہ ہے کہ یہاں کوئی لذت بھی خالص نہیں' بلکہ ہر لذت بیسیوں آفات و مصائب میں لپٹی ہوئی ہے' آدمی دو وقت کا کھانا کھاتا ہے اسی پر غور کر لیا جائے کہ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے اسے کن مصیبتوں اور مشقتوں سے گزرنا پڑتا ہے اور پھر کھانے کے بعد بیسیوں بیماریاں اور مصیبتیں جنم لیتی ہیں' اور اگر خدا خدا کر کے صحیح ہضم بھی ہو گیا تو اس کا نتیجہ بول و براز جیسی گندگی کی شکل میں رونما ہوتا ہے' لوگ اس دنیا میں عزت و وجاہت اور مال و منال کے پیچھے دوڑتے ہیں' مگر آفات و مصائب اور پریشانیوں کے جال میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں' دنیا کا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص جس قدر لذّات کی جستجو کرے گا اسی قدر آفات کا شکار ہو گا' اور جو شخص جس قدر قناعت سے کام لے گا اسی قدر آسودہ رہے گا۔

چہارم: دنیا کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہاں کسی کا پیٹ نہیں بھرتا بلکہ جس قدر دنیا سمیٹنے کی زیادہ کوشش کرے اسی قدر اس کی بھوک بڑھتی جاتی ہے' بالآخر استسقا کے مریض کا سا حال ہو جاتا ہے کہ اگر دریا بھی ہڑپ کر جائے تب بھی پیاس نہیں بجھتی۔ اس لئے عقلمند وہ ہے جو یہاں بقدر کفاف پر قناعت کرے اور جوع البقر میں مبتلا نہ ہو۔

پنجم: دنیا کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس میں آدمی کا انہماک جس قدر بڑھتا جائے اسی قدر آخرت سے غفلت بڑھتی جاتی ہے' گویا دنیا و آخرت

دونوں مخالف سمت میں واقع ہیں کہ ایک کی طرف جتنا قرب ہو گا دوسری سے اسی قدر بُعد بڑھتا جائے گا' اور آخرت چونکہ انسان کا اصلی وطن ہے' اور حق تعالیٰ کو محبوب ہے' اس لئے دنیا میں انہماک کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اصلی وطن کی تیاری سے محروم رہ جائے گا' امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ کشتی میں سوار ہو کر سفر کر رہے تھے' کشتی ایک جزیرے کے ساحل پر ٹھہری' لوگ اپنی ضروریات کے لئے جزیرے میں اتر گئے' کچھ احمقوں کو وہاں کے سبزہ زار ایسے پسند آئے کہ انہی میں مگن ہو کر رہ گئے' کشتی اپنے وقت پر چھوٹ گئی' اور یہ رات کے وقت جزیرے کے درندوں کا لقمۂ تر بن گئے۔

ششم: دنیا کی ایک سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ آدمی کو یہاں کی ہر چیز کا حساب چکانا ہے۔ ابتدائی زندگی سے لے کر مرنے تک پوری زندگی کی آمد و صرف کا حساب جس شخص کے سامنے ہو وہ یہاں کی لذات سمیٹنے کے درپے ہو گا؟ یا اپنا بوجھ زیادہ سے زیادہ ہلکا رکھنے کی کوشش کرے گا؟ یہاں آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جتنی دولت کسی کے پاس زیادہ ہو' اور عیش پرستی اور تنعم کے اسباب جتنے زیادہ فراہم ہوں وہ اسی قدر کامیاب ہے۔ مگر کل جب حساب و کتاب کے کھاتے کھلیں گے تب نظر آئے گا کہ اس دنیا میں جو لوگ جتنے زیادہ ہلکے پھلکے تھے اسی قدر کامیاب نکلے۔ اس لئے یہاں کی کامیابی درحقیقت ناکامی وہلاکت ہے' اور یہاں کی ناکامی درحقیقت کامرانی ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم اور ارشادات نبویہؐ میں جس دنیا کی مذمت فرمائی گئی ہے اس سے وہ دنیا مراد ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی طاعت و بندگی اور آخرت کی تیاری سے غافل کر دے' ورنہ دنیا کی وہ چیزیں جو یاد الٰہی اور یاد آخرت میں معاون ہوں وہ مذموم نہیں' بلکہ آخرت کے حصول کا ذریعہ ہونے کے لحاظ سے ممدوح ہیں۔

اور یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ دنیا کی چیزوں کو اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کمزور بندوں کی معاش کے لئے عطا فرمائی

ہیں تو ان کی حیثیت عطیۂ الٰہی اور انعامِ ربّانی کی ہو جاتی ہے' اس لحاظ سے وہ لائق قدر اور مستوجب شکر ہیں' اللہ کے مقبول بندے یہاں کے ذرائع و اسباب معاش کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان پر کریم آقا کا شکر بجا لاتے ہیں' اور دنیا کی یہ نعمتیں ان کے لئے جمال و جلال الٰہی کے دیدار کا آئینہ بن جاتی ہیں' اس کے برعکس جو لوگ حق تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو کر دنیا کی لذات میں منہمک ہو جاتے ہیں ان کے لئے یہی نعمتیں حق تعالیٰ سے سرکشی اور بغاوت کا ذریعہ بن جاتی ہیں' وہ شکر کے بجائے کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ اپنی صحیح معرفت نصیب فرمائے' اور دنیا کی حقیقت ہم پر کھول دے' اور یہاں کی تمام چیزوں کو ہمارے لئے اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دے' آمین۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

باب

مَاجَاءَ أَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے' اور کافر کے لئے جنت ہے"۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں جو دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا' علمائے امت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں' مثلاً "ایک یہ کہ اس حدیث میں مومن کی دنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دنیا کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔

گویا ارشاد نبویؐ کا مدعا یہ ہے کہ مومن' دنیا میں خواہ کتنی ہی راحت و آرام میں ہو لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلہ میں اس کی دنیوی راحت و آرام کی وہی حیثیت ہے جو گھر کے مقابلہ میں جیل کی "اے" کلاس کی ہوا کرتی ہے' اس کے برعکس کافر دنیا میں خواہ کیسا ہی بدحال اور رکشتہ آلام ہو' مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلہ میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

دوم: یہ کہ دنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مومن کو آفات و مصائب کا سامنا عموماً" زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"اشد البلاء الانبیاء ثم الأمثل فالأمثل."

یعنی دنیا میں آفات و مصائب سب سے زیادہ انبیا کرام علیہم السلام کو پیش آتے ہیں۔ پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقش قدم پر ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے' اس لئے وہ لذات و شہوات میں غرق رہتا ہے' اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے' جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانہ سے رہائی مل جاتی ہے۔ جب کہ کافر کے لئے یہ دنیا خواہشات و لذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے' اور جب وہ یہاں سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی راحت و آرام کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

سوم: قید خانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے' وہ کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں

پابند حکم ہوتا ہے' اپنی خواہش سے نہ کھا سکے' نہ اٹھ بیٹھ سکے' نہ کسی سے ملاقات کر سکے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت و آرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کر دیا جائے مگر وہاں اس کا دل نہیں لگتا' بلکہ اپنے گھر بار اور اہل و عیال میں جانے کے لئے اس کی روح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے' ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دنیا کے قیدخانہ میں ہونی چاہئے' کہ وہ یہاں آزاد زندگی نہ گذارے' بلکہ احکام الٰہیہ کا پابند ہو' اور پھر اسے یہاں دل بستگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اپنے وطن اصلی کی طرف واپسی کے لئے ہمہ وقت بے چین رہے' یہاں شتر بے مہار کی سی زندگی گزارنا اور یہاں کی زندگی سے دل لگا کر بیٹھ جانا کسی مومن کے شایان شان نہیں۔

یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا۔ اور جو اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے:

"بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

کے نظریہ پر ایمان رکھتا ہے۔ دنیا کی فانی لذات پر ریجھتا ہے' اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز کئے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے سودا میں مبتلا ہو جانا ایک ایسی حماقت ہے جو کسی مومن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے۔ گویا اس حدیث پاک میں اہل ایمان کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو قیدخانہ سمجھیں۔ یہاں دل نہ لگائیں' بلکہ احکام الٰہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطن اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔

دنیا میں چار آدمیوں کی مثال

باب

مَا جَاءَ مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا عُبَادَةُ

ابْنُ مُسْلِمٍ. حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ سَعِيدٍ الطَّائِيِّ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو كَبْشَةَ الأَنْمَارِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ثَلاَثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ، قَالَ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلاَ ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلاَّ زَادَهُ اللهُ عِزًّا، وَلاَ فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلاَّ فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ، قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لاَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلاَ يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ، وَلاَ يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللهُ مَالاً وَلاَ عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں، اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو۔ آپ نے فرمایا (کہ جن تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ) بندے کا مال صدقہ کرنے سے کبھی کم نہیں ہوتا (کیونکہ صدقہ کی بدولت اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور بہت سی ایسی آفات جن میں بے دریغ مال صرف

ہوتا ان سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے' اور پھر صدقہ کی بدولت نہ صرف دنیا میں اس کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ آخرت میں اسے سات سو گنا تک بدلہ بھی ملے گا) اور (دوسری بات یہ کہ) جب بھی کسی بندے پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے (اور جواب میں کوئی انتقامی کارروائی نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں' اور (تیسری بات یہ کہ) جب بھی کسی بندے نے (مخلوق سے مانگنے اور) سوال کرنے کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اسے اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو' چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا بس چار (قسم کے) آدمیوں کے لئے ہے۔ ایک وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال بھی دیا' اور (احکام شرعیہ کا) علم بھی۔ پس وہ مال کے بارے میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (کہ کسی ناجائز ذریعہ سے مال سمیٹنے کی کوشش نہیں کرتا' بلکہ صرف حلال و طیب ذرائع پر قناعت کرتا ہے) اور (پھر مال ہاتھ میں آجانے کے بعد وہ اسے اپنی خواہشات میں نہیں اڑاتا بلکہ) اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے' اور اس مال میں اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہے (اور اس حق شناسی کی بنا پر جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے وہاں خرچ کرتا ہے) یہ شخص تو سب سے افضل مرتبہ میں ہے۔

دوسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا فرمایا' مگر مال نہیں دیا۔ پس وہ اپنے (علم و معرفت کی وجہ سے) سچی نیت رکھتا ہے' وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس میں وہی عمل کرتا جو فلاں صاحب کر رہے ہیں (اور اس کی طرح مال کو کار خیر میں خرچ کرتا) پس اس شخص کو

اپنی نیت کا ثواب ملے گا' پس ان دونوں شخصوں کا اجر و ثواب برابر ہے۔

تیسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا مگر علم نہیں دیا' پس وہ اپنی بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مال کو (اپنی خواہشات میں) اندھا دھند خرچ کرتا ہے' نہ تو (مال کے حاصل کرنے میں) خدا کا خوف رکھتا ہے (کہ حلال و حرام کی تمیز کرے) اور نہ اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے' اور نہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حق جانتا ہے (اس لئے مال کی تحصیل اور اس کے صرف کرنے میں کسی حکم شرعی کی رعایت نہیں کرتا) یہ شخص بدترین مرتبہ میں ہے۔

چوتھا وہ بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ تو علم دیا' نہ مال' پس وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی مال میں فلاں آدمی کی (جس کا ذکر تیسرے نمبر پر ہوا) روش اختیار کرتا (مثلاً" جس طرح اس نے اپنی لڑکی لڑکے کی شادی دھوم دھام سے کی' اور اس میں کنجریاں نچائیں میں بھی اسی طرح ٹھاٹ سے بچوں کی شادیاں کرتا) پس یہ شخص اپنی نیت کی وجہ سے گنہگار ہے' اور ان دونوں کو (جو تیسرے اور چوتھے نمبر پر ذکر کئے گئے ہیں) برابر گناہ ہو گا"۔

تشریح: یہ حدیث پاک بہت ہی سبق آموز ہے' اس میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مضمون حلفیہ ارشاد فرمائے ہیں' اور اس حلف کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عام طور پر لوگوں کا نظریہ اور انکی روش بالکل الٹ ہے' عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ و خیرات دینے سے مال کم ہو جائے گا' چونکہ مال کی محبت دلوں میں جمی ہوئی ہے اس لئے مال کم ہونے کا خیال صدقہ و خیرات اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مانع آتا ہے' یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنی ضروریات بلکہ لغو اور مہمل خواہشات پر ہزاروں روپیہ اڑا

دیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے، اور اگر خرچ کریں بھی تو نہ صرف فقرا و مساکین پر، بلکہ خدا تعالیٰ پر گویا احسان کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں اس ذہنیت کا علاج فرمایا ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت و اضافہ ہوتا ہے، اس لئے خرچ کرنے والوں کا فقرا و مساکین پر کوئی احسان نہیں، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کا احسان ان خرچ کرنے والوں پر ہے۔

اسی طرح عام خیال یہ ہے کہ جس شخص پر کسی نے ظلم کیا ہو یا اس کی بے عزتی کی ہو اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے، چنانچہ لوگ ہتک عزت کا انتقام لینا ضروری سمجھتے ہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلفاً" فرماتے ہیں کہ مظلوم اگر اپنی طرف سے کوئی انتقام نہ لے تو حق تعالیٰ اس کی عزت و وقار میں اضافہ فرماتے ہیں، اور ایسے شریف انسان کی عزت لوگوں کے دلوں میں مستحکم ہو جاتی ہے، اور بسا اوقات خود ظالم بھی نادم و شرمندہ ہو کر اس سے معافی مانگنے پر مجبور ہو جاتا ہے، ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ لینا اگرچہ صحیح ہے، اور حدود کے اندر رہتے ہوئے شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے، مگر یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ مظلوم اگر انتقام نہ لے بلکہ ظالم کو معاف کر دے تو یہ عزت و وقار کے خلاف ہے، عزت و وقار ظاہری کرّو فر اور شان و شوکت کے مظاہرے کا نام نہیں، بلکہ سچی عزت و عظمت وہ ہے جو دلوں میں راسخ ہو، اس لئے بڑا آدمی وہ نہیں جو لوگوں کو انکی گستاخیوں کا مزہ چکھائے، بلکہ بڑا آدمی وہ ہے جو انتقام کی قدرت کے باوجود عفو و درگزر سے کام لے اور اپنے بدترین دشمن اور ظالم کو بھی معاف کر دے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی لائق توجہ ہے، جو عام انسانوں کی نظر سے اوجھل ہے، وہ یہ کہ جو شخص ظالم سے انتقام لینے کی ٹھان لے حق تعالیٰ شانہ، اس کا معاملہ اس کے سپرد فرما دیتے ہیں، اور جو شخص محض رضائے الٰہی کے لئے صبر سے کام لے اور انتقام سے دستکش ہو جائے حق تعالیٰ، ظالم سے اس کا انتقام خود لیتے ہیں۔

تیسری بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفاً" فرمائی وہ یہ کہ جب کوئی بندہ مخلوق سے مانگنے کا دروازہ کھول لیتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس پر غنا اور سیر چشمی کا دروازہ بند کر دیتے ہیں، اور فقرو احتیاج کا دروازہ اس پر کھول دیتے ہیں۔

یہ بات بھی عام انسانوں کی روش کے خلاف ہے، عموماً" مخلوق سے جو سوال کیا جاتا ہے وہ یہ سمجھ کر کیا جاتا ہے کہ فقرو غربت کا مداوا ہو گا، مگر مانگنے کی علّت جس شخص کو لگ جاتی ہے، تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ اس کا فقر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے سوال کرنے کی اجازت صرف مجبوری اور اضطرار کی حالت میں دی ہے، گدائی کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنا لینا شریعت کی نظر میں حرام اور ذلیل ترین جرم ہے، بلکہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ بھیک مانگنا اس کا پیشہ ہے اس کو دینا بھی جائز نہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اشخاص کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بھی عطا فرمایا ہے اور علم کی دولت سے بھی نوازا ہے، وہ مال کے حاصل کرنے اور اس کے خرچ کرنے میں احکام الٰہیہ کی پابندی کرتا ہے، مال کو حق تعالیٰ شانہ کی امانت سمجھ کر کار خیر میں صرف کرتا ہے، اس کے حق میں مال سراپا رحمت اور آخرت کے اجرو ثواب کا ذریعہ ہے، ایک دوسرا شخص ہے جسے علم کی دولت تو نصیب ہے مگر مال سے محروم ہے، یہ اس پہلے شخص کے اچھے کاموں پر رشک کرتا ہے، اور یہ نیت رکھتا ہے کہ اگر اسے بھی مال میسر آتا تو وہ بھی اسی طرح کار خیر میں خرچ کرتا، پہلے شخص کو گو نیک عمل کا ثواب ملے گا، مگر حسن نیت میں چونکہ دونوں شریک ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو بھی اچھی نیت پر اجر عطا کریں گے۔

اس کے برعکس ایک شخص وہ ہے جو مال و دولت سے بہرہ ور ہے، مگر علم و عقل کی دولت سے محروم ہے، وہ مال و دولت کو عطیۂ خداوندی سمجھنے کے بجائے اپنا موروثی حق یا اپنی عقل و ذہانت کا کرشمہ سمجھتا ہے، اس لئے نہ وہ

مال کمانے میں حلال و حرام کی پروا کرتا ہے اور نہ مال خرچ کرنے میں احکام الٰہیہ کی پابندی کرتا ہے، نہ فقرا و مساکین اور محتاجوں کا حق ادا کرتا ہے، نہ عزیز و اقارب کی مدد اور اعانت کرتا ہے، اس کا مال اکثر و بیشتر خواہشات کے پورا کرنے اور جھوٹی نمائش کے ذریعہ عزت و وقار کے موہوم مینار کھڑے کرنے میں خرچ ہوتا ہے، ایسے شخص کے لئے یہ مال وبال جان ہو گا، اور قیامت کے دن اس کو اپنی غلط کاریوں کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔

ایک اور شخص ہے جو مال اور علم دونوں سے محروم ہے، وہ اس دنیا دار کے کرّوفر کو دیکھ کر رال ٹپکاتا ہے کہ اگر اسے بھی ذرائع میسر آتے تو وہ بھی اسی طرح داد عیش دیتا اور اسی طرح مال کو نفس پرستی میں خرچ کرتا، یہ شخص اپنی جاہلانہ خواہش اور غلط نیت کی بنا پر گنہگار ہو گا، کیونکہ غلط کام اگرچہ نہیں کر سکا، مگر غلط روی کا عزم صمیم اس کے دل میں بھی موجزن ہے۔

دنیا کا غم اور اسکی محبت

باب

ماجاءَ فِي الْهَمِّ فِي الدُّنيا وَحُبِّهَا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمٰعِيلَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ ، وَمَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِاللهِ ، فَيُوشِكُ اللهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أَخْبَرَنَا

سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَاءَ مُعَاوِيَةُ إِلَى أَبِي هَاشِمِ ابْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ يَعُودُهُ، فَقَالَ: يَاخَالُ مَا يُبْكِيكَ أَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ(۱) أَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا؟ قَالَ: كُلٌّ لاَ، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا لَمْ آخُذْ بِهِ، قَالَ: إِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَأَجِدُنِي الْيَوْمَ قَدْ جَمَعْتُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ وَعُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ سَهْمٍ، قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلَى أَبِي هَاشِمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الأَخْرَمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس شخص کو فقر و فاقہ پیش آئے پھر وہ اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرے تو اس کا فاقہ دور نہیں ہو گا' اور جس شخص کو فاقہ پیش آئے اور وہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے تو حق تعالیٰ شانہ' ضرور اس کو رزق عطا فرمائیں گے' خواہ جلدی' خواہ کچھ دیر میں۔

۲: حضرت ابو وائل تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ ماموں جان! آپ رو کیوں رہے ہیں، تکلیف بے چین کر رہی ہے، یا دنیا میں رہنے کی خواہش؟ فرمایا، ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی جسے میں نبھا نہیں سکا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ "تیرے لئے بس اتنی دنیا کافی ہے کہ تیرے پاس خدمت کے لئے ایک آدمی ہو، اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری ہو" لیکن میں آج دیکھ رہا ہوں کہ میں نے اس سے زائد مال جمع کر رکھا ہے۔

۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین حاصل نہ کیجیو ورنہ دنیا میں تمہارا جی لگنے لگے گا"۔

تشریح: ان احادیث طیبہ سے دنیا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ذوق واضح ہو جاتا ہے اور اس سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس ذوق سے کس قدر محروم ہو رہے ہیں، اگر حق تعالیٰ شانہ آخرت کا صحیح یقین اور حقیقت دنیا کی صحیح پہچان نصیب فرما دیں تو واقعہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کا نقشہ ہی بدل جائے، اور مال و دولت، صحت و عمر اور قوت و طاقت کا جو خزانہ دنیا سمیٹنے پر ضائع کر رہے ہیں اس کا رخ آخرت کا گھر بنانے کی طرف پھر جائے۔

پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا اصول ارشاد فرمایا ہے جو ایک طرف انسانی نفسیات کی گرہ کشائی کرتا ہے اور دوسری طرف آدمی کے فقر و فاقہ کا صحیح حل پیش کرتا ہے، انسان کی عام عادت یہ ہے

کہ جب وہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا شکار ہوتا ہے تو لوگوں کے سامنے اس کی شکایت کرتا ہے، کچھ لوگ ازراہ ہمدردی اس کی مدد بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے اسکے فقر و فاقہ کا مداوا نہیں ہوتا، بلکہ حرص اور لالچ کی آگ مزید بھڑک اٹھتی ہے، اور ایسے شخص کو کبھی سیر چشمی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس اگر تنگ دستی اور فقر و فاقہ پر آدمی صبر کرے اور صرف حق تعالیٰ شانہ سے التجاء کرے تو حق تعالیٰ اس کو اطمینان و سکون اور سیر چشمی کی دولت بھی عطا کرتے ہیں، اور اکثر تنگدستی کے بجائے کشائش سے بھی نواز دیتے ہیں۔

مومن کی عمر کا طویل ہونا

باب

مَاجَاءَ فِی طُولِ العُمُرِ لِلْمُؤمِنِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ.

وَفِی البَابِ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ. حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الحٰرِثِ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ أَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ، قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ، قَالَ: فَأَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا' یا رسول اللہ! سب
سے اچھا آدمی کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر طویل ہو' اور اس
کے اعمال اچھے ہوں۔

۲: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ! سب سے اچھا آدمی
کون ہے؟ فرمایا' جس کی عمر لمبی ہو' اور بھلے کام کرتا ہو'
عرض کیا' تو سب سے برا آدمی کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی
ہو اور کام برے کرتا ہو"۔

تشریح: یہ مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ نیک آدمی کی عمر کا طویل ہونا ایک نعمت ہے کہ اس سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی اس کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہے' اور برے آدمی کو زیادہ مہلت ملنا اسکے لئے آفت ہے جس سے اس کے شر اور برائی میں اضافہ ہوتا ہے' اور وہ زیادہ سے زیادہ عذاب اور لعنت کا مستحق بنتا چلا جاتا ہے۔

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا' ان میں سے ایک صاحب اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ہفتہ عشرہ کے بعد انتقال ہو گیا' صحابہ کرامؓ ان صاحب کے جنازے سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا دعا کی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیں' اس پر رحم فرمائیں' اور اسے اس کے شہید ساتھی کے ساتھ ملا دیں' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس نے اپنے رفیق کے بعد جو نمازیں پڑھیں' روزے رکھے' نیک عمل کئے وہ کدھر گئے؟ ان دونوں کے درمیان تو آسمان و زمین کا فرق ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو عذرہ کے تین شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے' آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو ان کی کفالت کا ذمہ لے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ یہ تینوں صاحب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے لگے' چند دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک دستہ بھیجا' ان تین میں سے ایک صاحب اس جہاد میں گئے اور شہید ہو گئے' پھر ایک اور لشکر بھیجا' اس میں دوسرے صاحب شامل ہوئے اور شہید ہو گئے' ان کے بعد تیسرے صاحب کا انتقال بستر پر ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تینوں کو خواب میں دیکھا' دیکھتا کیا ہوں کہ تینوں جنت میں ہیں' اور جو صاحب اپنے بستر پر مرے تھے وہ ان کے آگے ہیں' ان کے پیچھے وہ صاحب ہیں جو بعد میں شہید ہوئے تھے' اور ان کے پیچھے وہ صاحب ہیں جو پہلے شہید ہوئے تھے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کی اس ترتیب سے حیرت ہوئی' میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں حیرت و تعجب کی کیا بات ہے؟ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی شخص افضل نہیں جس کو اسلام کی حالت میں ایک بار سبحان اللہ' یا لاالہ الا اللہ' یا اللہ اکبر کہنے کی مہلت مل جائے۔ (مسند احمد)

حضرت محمد بن ابی عمیرہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اگر کوئی بندہ پیدائش سے موت تک اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سجدہ میں پڑا رہے تو قیامت کے دن اپنے اس عمل کو حقیر سمجھے گا' اور یہ چاہے گا کہ اسے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کر سکے۔

ان احادیث میں امت کو آگاہ فرمایا گیا ہے کہ مومن کی عمر کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کو اس کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو گئی اور اس انمول گوہر کو خدا تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے درجات کے حصول میں خرچ کیا' اور بہت ہی لائق افسوس ہے وہ شخص جس نے اسے لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں ضائع کر دیا' اور مہلت حیات ختم ہونے کے بعد

خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

"اللھم لاتجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ رغبتنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا"

اس امت کی عمر ساٹھ سے ستر برس تک

باب

مَاجَاءَ فِی فَنَاءِ أَعْمَارِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ إِلَى السَّبْعِینَ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعِیدٍ الْجَوْهَرِیُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِیعَةَ عَنْ كَامِلٍ أَبِی الْعَلَاءِ عَنْ أَبِی صَالِحٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : عُمْرُ أُمَّتِی مِنْ سِتِّینَ سَنَةً إِلَى سَبْعِینَ سَنَةً

قَالَ أَبُو عِیسَى : هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ مِنْ حَدِیثِ أَبِی صَالِحٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی (اوسط) عمریں ساٹھ برس سے ستر برس تک ہیں"۔

تشریح: مطلب یہ کہ عام طور سے اس امت کے افراد کی طبعی عمر ساٹھ' ستر کے درمیان ہو گی۔ اور یہ مہلت بڑی مختصر ہے۔ خصوصاً" جب کہ آدمی چالیس کے سن سے تجاوز کر چکا ہو اسے اپنی زندگی کے مختصر لمحات کو بہت ہی احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے۔

زمانہ سمٹ جائے گا

باب

مَا جَاءَ فِي تَقَارُبِ الزَّمَانِ وَقِصَرِ الْأَمَلِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ. حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ زمانہ سمٹ جائے' پس سال مہینے کی' مہینہ ہفتہ کی' ہفتہ دن کی' دن گھڑی کی اور گھڑی آگ کے شعلہ کی مانند ہو جائے گی"۔

تشریح: اس حدیث میں زمانے کے سمٹنے کا جو مضمون ارشاد فرمایا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ سال' مہینے' ہفتے' دن اور گھڑی کی جو مقدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھی اس وقت میں کوئی کمی آجائے گی' بلکہ مراد (واللہ اعلم) یہ ہے کہ زمانے سے برکت اٹھ جائے گی' اور لوگوں کو تیزی سے وقت گذرنے کی شکایت ہو گی۔ ایسا محسوس ہو گا کہ گویا زمانے کی رفتار غیر

معمولی طور پر تیز ہو گئی ہے' دنوں کا کام ہفتوں میں ہو پاتا ہے' اور ہفتوں کا مہینوں میں اور مہینوں کا سالوں میں۔

زمانے کے سمٹ جانے کا ایک پہلو یہ ہے کہ جو حوادث کبھی سالوں میں ہوا کرتے تھے وہ مہینوں میں ہونے لگیں گے۔ جو مہینوں میں ہوا کرتے تھے وہ ہفتوں میں اور جو ہفتوں میں ہوا کرتے تھے وہ دنوں میں پیش آنے لگیں گے۔

اسی کا ایک پہلو یہ ہے کہ لوگوں کی مصروفیت اتنی بڑھ جائے گی کہ انہیں سانس لینے کی مہلت ہی نہیں ہو گی' اور نہ یہ پتہ چلے گا کہ سورج کب طلوع ہوا اور کب غروب ہو گیا۔

خلاصہ : یہ کہ قرب قیامت کی وجہ سے جس طرح اور چیزوں سے برکت اٹھ جائے گی اسی طرح وقت میں بھی برکت نہیں رہے گی' اور جس طرح گرانی بڑھ جانے سے کرنسی کی "قدر" گھٹ جاتی ہے' اسی طرح مشاغل بڑھ جانے کی وجہ سے وقت کی قیمت بھی گر جائے گی۔

اس حدیث میں گویا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایسے زمانے میں جب کہ وقت کی برکت اٹھ جائے' مومن کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو بہت عزیز سمجھے' اور طویل زندگی کو مختصر تصور کرتے ہوئے اسے زیادہ سے زیادہ قیمتی بنانے اور حسنات میں خرچ کرنے کی کوشش کرے۔ واللہ اعلم۔

اُمیدوں کا کوتاہ ہونا

باب

مَا جَاءَ فِي قِصَرِ الْأَمَلِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ ، فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ : إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا اسْمُكَ غَدًا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الْأَعْمَشُ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ . حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ لَيْثٍ ، عن مُجَاهد ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے ایک حصے کو پکڑ کر (اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ میرے کندھے کو پکڑ کر) فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو گویا بے وطن اجنبی ہو بلکہ (اس سے بڑھ کر یوں سمجھو کہ گویا تم) راستہ طے کرنے والے مسافر ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم صبح کرو تو تمہارے دل میں شام کا خیال نہیں آنا چاہئے، اور جب شام کرو تو تمہارے دل میں صبح کا خیال نہیں آنا چاہئے، اور بیماری سے پہلے اپنی صحت سے، اور موت سے پہلے اپنی زندگی سے کچھ حاصل کر لو کیونکہ اے بندۂ خدا! تم نہیں جانتے کہ کل کو تمہارا کیا نام ہو گا؟ (زندہ کہلاؤ گے یا مردہ)"

تشریح : آخرت سے غفلت اور طاعت و عبادت میں سستی و کوتاہی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آدمی دنیا میں اس طرح جی لگا کر بیٹھ جاتا ہے گویا اسے بس یہیں رہنا ہے' اس ویرانہ دنیا کو آباد کرنے کیلئے ہزاروں تجویزیں سوچتا ہے' بیسیوں منصوبے بناتا ہے' اور لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے' آخرت کا تصور ان خیالی آرزوؤں میں دب کر رہ جاتا ہے اور آدمی کی حالت دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس کو فرشتۂ اجل کا کبھی سامنا نہیں ہوگا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا' پل کی خبر نہیں

شیخ چلّی کا قصہ مشہور ہے جسے لطیفہ کے طور پر سنکر ہم ہنسا کرتے ہیں لیکن غور کیجئے تو ہم میں سے ہر شخص شیخ چلّی ہے جو خیالی دنیا میں مگن ہو کر طویل المیعاد منصوبے بناتا ہے' لیکن موت کی ٹھوکر ہمارے خیالاتی شیش محل کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے' اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طول امل اور خیالی منصوبہ بندی کا علاج تجویز فرمایا ہے اور وہ مراقبہ موت ہے۔

اس ارشاد نبویؐ کے مطابق ایک مومن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے گویا وہ اجنبی مسافر ہے جو شخص چند روز کا ویزا لیکر کسی غیر ملک میں ضروری کام سے گیا ہو اس کی حیثیت اس ملک میں اجنبی مسافر کی ہوگی' اگر وہ اپنے کام سے غافل ہو کر اس ملک کی تعمیر و ترقی اور وہاں کی دلفریبیوں میں دلچسپی لینے اور لمبے لمبے منصوبے سوچنے لگے تو یہ اسکی حماقت ہوگی' اسے وقت مقررہ پر وہاں سے بہرحال کوچ کرنا ہوگا' اور اس کے سب خیالی منصوبے نہ صرف یہ کہ مہمل اور فضول ہو کر رہ جائیں گے بلکہ جس مقصد کے لئے وہ وہاں گیا تھا اس میں بھی ناکام ہو کر واپس آئے گا' ٹھیک یہی کیفیت آدمی کی اس دنیا میں ہے' وہ یہاں بہت ہی مختصر سی مہلت کیلئے آیا ہے' اور ایک اہم ترین مقصد کی تکمیل کے لئے آیا ہے' اگر اس مقصد سے ہٹ کر وہ یہاں کی ادھیڑبن میں وقت ضائع کردے گا تو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوگا۔

اور پھر غیر وطن میں جو شخص جاتا ہے گو وہ وہاں کا باشندہ نہیں بلکہ

اجنبی ہوتا ہے۔ تاہم چندے اس کو وہاں قیام کرنا ہے غور کیا جائے تو دنیا میں انسان کی یہ حیثیت بھی نہیں بلکہ وہ ابتدا آفرینش سے آخری لمحہ زندگی تک مسلسل شاہراہ حیات کا مسافر ہے ایک لمحہ کیلئے بھی اس کا سفر حیات منقطع نہیں ہوتا' بلکہ ہر لمحہ اسے دنیا سے موت کی آغوش میں دھکیل رہا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ دنیا میں اپنے آپ کو صرف اجنبی ہی کی طرح نہیں بلکہ اس سے بڑھکر اس مسافر کی طرح سمجھو جو جادۂ منزل پر گامزن ہے' اور چونکہ اس سفر کی پہلی منزل موت ہے اس لئے اپنے آپ کو اہل قبور کی صف میں شامل سمجھو' آج نہیں تو کل وہاں جا پہنچو گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا' وہ اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے اپنے شاگرد حضرت مجاہد سے فرماتے تھے کہ صبح ہو تو شام کی فکر مت کرو' اور شام ہو تو صبح کی فکر مت کرو' خدا جانے تم صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک یہاں رہو گے بھی یا نہیں' صبح ہو تو یوں تصور کرو شاید یہ میری زندگی کی آخری صبح ہو اور آج کے بعد میں سورج کو طلوع ہوتے ہوئے نہ دیکھوں' اور شام ہو تو یہ خیال کرو کہ ممکن ہے یہ شام میری شام زندگی ہو' اور اس کے بعد مجھے کوئی شام میسر نہ آئے' کتنے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے ہیں جو موت سے غافل خوش گپیوں میں مشغول ہیں' حالانکہ انکا کفن دھل کر دکان پر آچکا ہے۔

اور اس مراقبہ موت کا مقصد یہ ہے کہ جو لمحہ زندگی جس حالت میں بھی تمہیں میسر ہے اس کو غنیمت سمجھ کر آخرت کی تیاری کرو' بیماری سے پہلے صحت میں اپنا توشہ تیار کرلو' اور موت سے پہلے زندگی کو نیک اعمال سے کار آمد بنالو۔ بندۂ خدا! تمہیں کیا معلوم ہے کہ کل تمہیں کس نام سے پکارا جائے گا' تمہارا نام زندوں میں ہو گا' یا مردوں کے رجسٹر میں اندراج کر دیا جائے گا' لوگ "مدظلہ" کہہ کر تمہارا نام لیں گے' "یا مرحوم" کہہ کر تمہیں یاد کیا جائے گا۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
پیش زانکہ بانگے در آید فلاں درجہاں نماند

امام غزالیؒ نے "اربعین" میں دنیا کی مثال بہت ہی عمدہ بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"دنیا توشۂ آخرت ہے اور اس سے مقصود یہی ہے کہ مسافران بآسانی اپنا سفر ختم کر سکیں مگر بے وقوف اور احمق لوگوں نے اسی کو مقصود اصلی سمجھ لیا اور طرح طرح کے مشغلوں اور قسم قسم کی خواہشوں میں ایسے پڑے کہ آنے والے وقت کو بالکل بھول گئے۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کی نیت سے روانہ ہو اور جنگل میں پہنچ کر سواری کے گھاس دانہ اور مرکب کے موٹا تازہ کرنے کی فکر میں لگ جائے اور ہمراہیوں سے پیچھے رہ جائے' افسوس ہے اس کی حالت پر کہ تن تنہا جنگل میں رہ گیا' اور قافلہ کوچ کر گیا' جس نیت سے چلا تھا یعنی حج وہ بھی گیا گزرا ہوا' اور نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلی درندوں نے موٹی تازی سواری کو بھی چیر پھاڑ ڈالا اور اس کو بھی اپنے منہ کا نوالہ بنا گئے۔ یاد رکھو کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور منزل کا پڑاؤ ہے اور تم اپنے جسم خاکی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہو اس لئے تم کو چاہئے کہ اپنی سواری کا گھاس دانہ بقدر کفایت اٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان مہیا کر کے وہ بیج بوؤ جس کو آخرت میں کاٹو اور پھر دائمی زندگی آرام سے گزار سکو اور اگر اس ماتحت سواری کی پرورش و فربہی میں مشغول ہو جاؤ گے تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور تم منزل مقصود پر نہ پہنچ سکو گے۔

دنیا میں مخلوق کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی پر کچھ آدمی سوار ہوں اور کشتی کسی جزیرے کے کنارے پر آ ٹھہرے اور کشتی کا ملاح سواریوں کو اجازت دیدے کہ جاؤ جزیرے میں اتر کر اپنی ضرورتیں پوری کر آؤ مگر ہوشیاری سے کام لینا جگہ خطرناک ہے اور ابھی سفر دور دراز سر پر ہے غرض سواریاں اتریں اور ادھر ادھر منتشر ہو کر کئی اقسام پر منقسم ہو گئیں۔ بعض تو ضروری حاجت سے فارغ ہوتے ہی لوٹ پڑے اور فضول وقت گزارنا ان کو اچھا نہ معلوم ہوا' پس دیکھا کہ کشتی خالی پڑی ہے لہٰذا اپنی پسند کے موافق ساری کشتی میں اعلیٰ درجہ کی ہوا دار اور فراخ جگہ منتخب کر کے وہاں بیٹھ گئے اور بعض جزیرہ

کی خوشگوار ہوا کھانے اور خوش الحان پرندوں کی سریلی آوازوں کے سننے میں لگ گئے، سبز مخملی فرش اور رنگ برنگ کے پھول بوٹوں اور طرح طرح کے پتھروں، درختوں کی گل کاریوں میں مشغول ہو گئے، مگر پھر جلدی ہوش آگیا اور فوراً کشتی کی جانب واپس ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ جگہ تنگ رہ گئی ہے اور پربہار و فضا کی جگہوں پر، ان سے پہلے آجانے والے لوگ بستر لگا چکے ہیں لہٰذا اس تنگ ہی جگہ میں تکلیف کے ساتھ بیٹھ گئے اور چند لوگ اس جزیرہ کی عارضی بہار پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ دریائی خوشنما سیپوں اور پہاڑی خوبصورت پتھروں کے چھوڑنے کو ان کا دل ہی نہ چاہا، پس ان کا بوجھ لاد کر انہوں نے اپنی کمر پر رکھا اور سمندر کے کنارے پر پہونچے کہ کشتی پر سوار ہوں، دیکھا کہ کشتی لبریز ہو چکی ہے کہ اس میں نہ بیٹھنے کی جگہ ہے اور نہ اس فضول بوجھ کے رکھنے کیلئے کوئی مکان ہے۔ اب حیران ہیں کہ کیا کریں ادھر تو بوجھ کے پھینکنے کو نفس گوارا نہیں کرتا اور ادھر اپنے بیٹھنے تک کو جگہ نہیں ملتی غرض قہر درویش برجان درویش، نہایت دقّت کے ساتھ ایک نہایت تنگ جگہ گھس بیٹھے اور کنکروں اور پتھروں کے بارگراں کو اپنے سر پر لاد لیا، اب انکی حالت کا تم ہی اندازہ کرلو کہ کیا ہوگی، کمر الگ دکھے گی، گردن جدا ٹوٹے گی اور جس مصیبت و تکلیف کے ساتھ وقت کٹے گا اس کو ان کا ہی دل خوب سمجھے گا، اور بعض لوگ جزیرے کے دل افروز حسن پر ایسے عاشق ہوئے کہ کشتی اور سمندر سب کو بھول گئے پھول سونگھنے اور پھل کھانے میں مصروف ہو گئے اور کچھ خبر نہ رہی کہ کہاں جانا ہے اور یہاں رہ کر کن درندوں اور موذی جانوروں کی غذا بننا ہے آخر سب کے بعد بادل نخواستہ ساحل پر پہنچے تو کشتی میں نام کو بھی جگہ نظر نہ آئی، تھوڑی دیر بعد کشتی لنگر اٹھا کر وہاں سے چل دی اور یہ لوگ کنارے پر کھڑے حسرت بھری نظروں سے اپنے ہمراہیوں کو دیکھتے رہ گئے، آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرہ کے درندوں نے ان کو پھاڑ ڈالا اور موذی جانوروں نے ان کے نازک اور خوبصورت بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یہی حال بعینہ دنیا داروں کا ہے اب تم خود غور کر کے سمجھ لو کہ کن لوگوں پر کونسی مثال چسپاں ہوتی ہے۔"

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ، ثُمَّ بَسَطَهَا فَقَالَ: وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ.

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یہ آدمی ہے، اور یہ اس کی اجل ہے (جو قریب ہی کھڑی ہے)" پھر آپؐ نے اپنا دست مبارک پشت کی طرف کیا۔ پھر اس کو پھیلایا۔ اور فرمایا: "اور وہاں اور وہاں (یعنی بہت دور) اس کی آرزو ہے"۔

تشریح: اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حسّی مثال سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے جو منصوبے بناتا ہے یہ شیخ چلی کی طرح محض اس کی خام خیالی ہے۔ ورنہ اس دنیا میں کبھی کسی کی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوئیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ آدمی اپنی امیدوں اور آرزوؤں کے لئے جب دوڑ دھوپ کرتا ہے، وہ اس خام خیالی میں ہوتا ہے کہ اس کی امید بر آئے گی اور وہ اپنی خواہشات و مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن اجل کا خفیہ ہاتھ رونما ہوتا ہے، اور اس کی تمام آرزوؤں، امیدوں اور خواہشوں کا خون کر دیتا ہے، اسے چار و ناچار پیام اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور دنیا کی ساری تگ و دو کے بارے میں وہ یہ کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اس وقت اس پر دنیا کی صحیح حقیقت منکشف ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے

کہ دنیا کے بے حقیقت سراب کے لئے اس کی محنت و کاوش محض حماقت تھی:

وکم حسرات فی بطون المقابر

حضرات انبیا کرام علیہم السلام خصوصاً" ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کو دنیا کے اسی دھوکہ و فریب سے آگاہ کرتے ہیں' اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہی دنیا کے دھوکہ وغرور' اس کی بے ثباتی و ناپائداری اور اس کی غداری و بے وفائی کی حقیقت انسانوں پر کھل جائے جو موت کے وقت سب پر کھل جاتی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ دیکھو یہ آدمی کھڑا ہے' اور یہ اس کے قریب ہی اس کی اجل کھڑی ہے' اور دور اور بہت دور اس کی امیدیں اور آرزوئیں کھڑی نظر آرہی ہیں' آدمی جوں جوں ان خوشنما آرزوؤں کی طرف لپکتا اور دوڑتا ہے اسی نسبت سے اس کی اجل اس کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ آدمی کبھی اپنی امیدوں تک نہیں پہنچ پائے گا' بلکہ راستے ہی میں اجل اس کو دبوچ لے گی' یہ اپنی خام آرزوؤں کو نگاہ حسرت سے دیکھتا اور پنجۂ اجل میں پھڑپھڑاتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گا۔ انسانوں کی نظر پر غفلت کی پٹی بندھی ہے اس لئے انہیں قریب کھڑی اپنی اجل نظر نہیں آتی' مگر ساتھ ہی دل کی آنکھوں پر خواہشات کی دوربین چڑھی ہوئی ہے اس لئے انہیں اپنی آرزوئیں بہت قریب نظر آتی ہیں' حق تعالیٰ اس غفلت کی پٹی اور خواہشات کی دوربین کو اتارنے کی توفیق عطا فرمائے تو نظر آئے گا کہ اجل سر پر کھڑی مسکرا رہی ہے' اور آرزوؤں کا سراب دور اور بہت دور ہے' جہاں تک پہنچنا اس کے لئے ناممکن ہے' قطعی ناممکن۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا ، فَقَالَ : مَا هَذَا ؟ فَقُلْنَا قَدْ وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ ،

قَالَ : مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو السَّفَرِ اسْمُهُ سَعِيدُ ابْنُ مُحَمَّدٍ، وَيُقَالُ ابْنُ أَحْمَدَ الثَّوْرِيُّ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے ہم اپنا چھپر ٹھیک کر رہے تھے (اس کی لپائی وغیرہ کر رہے تھے) آپ نے فرمایا یہ کیا (ہو رہا) ہے؟ عرض کیا کہ یہ بوسیدہ ہو گیا تھا، ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں، فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ موت کا معاملہ اس سے زیادہ جلدی کا ہے"۔

تشریح : مطلب یہ کہ اس بوسیدہ چھپر کے گرنے میں تو کچھ وقت لگے گا لیکن موت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں، وہ اس کے گرنے سے بھی پہلے آسکتی ہے اس لئے چھپر کی تیاری سے زیادہ موت کی تیاری کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

رہائش کی ضرورت کے لئے انسان مکان یا جھونپڑا بناتا ہے، اور شریعت نے بقدر ضرورت اس کی اجازت بھی دی ہے، لیکن تعمیرات میں غلو اور آرائش و زیبائش کو پسند نہیں فرمایا۔ بہت سے اہل اللہ نے عمر جھونپڑے میں گزار دی۔ جب ان سے عرض کیا جاتا کہ کوئی ڈھب کا مکان بنا لیجئے تو فرماتے کہ کیا خبر ہے کہ شام تک یہاں رہیں گے بھی یا نہیں؟ خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے جھونپڑے اتنے معمولی اور بے حیثیت تھے کہ آج کوئی غریب سے غریب بھی ان میں رہائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ یہ خام خیالی کہ یوں روپیہ کمائیں گے، اور یوں مکانات بنائیں گے، اور ان میں فلاں فلاں آسائشوں کو جمع کریں گے موت سے غفلت کی بنا پر ہے۔

اس امت کا فتنہ مال ہے

باب

مَا جَاءَ أَنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمَالِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ. حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ.

ترجمہ: "حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' ہر امت کا ایک خاص فتنہ ہوتا ہے (جو دیگر فتنوں کے لئے اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے) اور میری امت کا فتنہ مال (کی فراوانی) ہے"۔

تشریح: مال کی کثرت کو عام طور سے مشکلات کے حل کی کلید سمجھا جاتا ہے اور لوگ اس کے لئے سرگردان رہتے ہیں' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مال کی محبت' اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا جنون اور اس کے ذریعہ خواہشات پورا کرنے کا شوق دل کا روگ ہے جو آدمی کو احکام الٰہیہ کی تعمیل' آخرت کی یاد اور موت کی تیاری سے غافل کر دیتا ہے' اسی کی خاطر لڑائی جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ قتل و غارت اور فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے' اسی سے حسد' کینہ' عداوت' بخل' طمع جیسے امراض قلب پیدا ہوتے ہیں'

یہی مال انسان کو کبر و نخوت، غرور و پندار اور خود بینی و خودنمائی پر آمادہ کرتا ہے، اسی کی خاطر آدمی اپنے دین و ایمان اور عقیدہ و ضمیر کو داؤ پر لگاتا ہے، اس لئے مال کی محبت سارے فتنوں کی جڑ ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے دین و اخلاق کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، اسی مرض کی اصلاح کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔ اور اسی کے لئے مجاہدات و ریاضات کی ضرورت پیش آتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اس روسیاہ کو بھی اس مرض سے شفا عطا فرمائے۔

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوتیں تو یہ تیسری کو تلاش کرتا

باب

مَا جَاءَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ. حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ ثَالِثٌ وَلَا يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ.

وَفِي الْبَابِ: عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي وَاقِدٍ وَجَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے سے بھری ہوئی ہو تو یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک اور وادی ہو، اور اس کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہ اس شخص کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو توبہ کرے"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں تین مضمون ارشاد ہوئے ہیں:

اول انسان کا بالطبع مال کا حریص ہونا اور مال و دولت سے اس کا سیر نہ ہونا۔ سوائے ان مقبولان الٰہی کے جن کے دل مال کی ناپاک محبت سے پاک ہو گئے ہیں، عام انسانوں کا حال یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی فکر ان پر سوار رہتی ہے، اور وہ اس کو بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ فرض کیجئے کسی کو اس قدر مال و دولت مل جائے کہ اس سے پوری ایک وادی بھر جائے تب بھی اس کی طبیعت سیر نہیں ہوگی، بلکہ یہ چاھے گا کہ کاش ایک وادی اور ہو، اور اگر ایک اور مل جائے تو چاہے گا کہ ایک تیسری وادی بھی ہو۔ الغرض ہفت اقلیم کی سلطنت اور روئے زمین کی دولت ایک آدمی کی پیاس بجھانے کے لئے بھی کافی نہیں بلکہ حرص و آز کی دوزخ سے ہمیشہ "ہل من مزید" کی صدا بلند ہوتی ہے اس لئے عقلمند وہ ہے جو یہاں طبیعت بھرنے کی فکر نہ کرے۔ بلکہ بقدر ضرورت پر قناعت کر کے حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں لگا رہے:

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

دوسرا مضمون یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کا پیٹ صرف مٹی بھر سکتی ہے، مٹی سے قبر کی مٹی مراد ہے، یعنی آدمی کی مال کی حرص ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے اور قبر کی مٹی اس کا پیٹ بھرے۔ شیخ سعدیؒ نے درج ذیل شعر میں اس حدیث کا گویا ترجمہ کر دیا ہے:

گفت چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

اس ارشاد میں حریص آدمی کی دناءت و رذالت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ دنیا کے مال و دولت سے، جو مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور جن کا انجام بھی مٹی ہے، یہ شخص سیر چشمی اختیار کرتا اور حق تعالیٰ شانہ کی عبادت و رضا جوئی میں مشغول ہو کر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں سے کامران و شادکام ہوتا اس نے مٹی کی حرص اور رغبت اس قدر کی کہ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز اس کا پیٹ نہ بھر سکی۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں یعنی دنیا کی حرص و لالچ سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائیں، توفیق الٰہی کے حصول کے لئے بارگاہ خداوندی میں جھکنا، اس سے رجوع کرنا، اور اس کی ذات عالی سے دنیا کے زہر سے بچنے کی توفیق مانگنا لازم ہے۔ پس جو شخص حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، دنیا کی حرص چھوڑ کر پیشۂ قناعت اختیار کرے اور حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ و انابت اختیار کرے حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں اسے خزانۂ غیب سے رزق عطا فرماتے ہیں۔ وہ اپنے سازو سامان کی قلت کے باوجود اہل دنیا سے زیادہ غنی ہو جاتا ہے۔ بلکہ واقعتہ "یہی شخص غنی ہے"، ورنہ دنیا کے حریص لاکھوں کروڑوں رکھنے کے باوجود فقیر ہیں۔

بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے

باب

ما جاء فی: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولُ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةُ الْمَالِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے۔ زندگی کا لمبا ہونا۔ اور مال کی کثرت۔

۲ .... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم بوڑھا ہوتا رہتا ہے مگر اس کی دو عادتیں جوان ہوتی رہتی ہیں' ایک زندہ رہنے کی حرص' دوسرے مال کی حرص“۔

تشریح : یعنی یہاں کی زندگی اور مال و دولت کی محبت آدمی کی طبیعت میں جاگزیں ہے' اگر اس کی اصلاح نہ کی جائے تو یہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے' آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے' اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو جاتا ہے' لیکن دنیا میں رہنے کی خواہش اور مال کی حرص اس میں جوانوں سے زیادہ ہوتی ہے' اس لئے کہ جوانی کے زمانے میں جو عادت پڑ جائے اور جیسا مزاج بن جائے بڑھاپے میں وہ پختہ تر ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح دشوار ہو جاتی ہے' اس حدیث کی دعوت یہ ہے کہ دنیا میں سدا قیام کی محبت اور مال کی حرص ایک

مرض ہے جس کا علاج جوانی کے زمانے ہی میں ہو جانا چاہئے' اور اس کا علاج ہے دنیا کے فنا و زوال کو سوچنا' آخرت کی لامحدود اور دائمی زندگی کو پیش نظر رکھنا' موت کو یاد کرنا' اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنا اور اہل دنیا کی صحبت سے حتراز کرنا۔ واللہ الموفق۔

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

باب

مَا جاءَ فی الزَّهَادَةِ فی الدُّنیَا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَلْبَسٍ، عَنْ أَبِى إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِى ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الزَّهَادَةُ فِى الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِى الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِى يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِمَّا فِى يَدَيِ اللهِ وَأَنْ تَكُونَ فِى ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

ترجمہ: "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دنیا سے بے رغبتی حلال کو حرام کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے حاصل نہیں ہوتی' بلکہ دنیا سے اصل بے رغبتی یہ ہے کہ تمہیں ایسی چیز پر جو تمہارے قبضہ میں ہے' زیادہ اعتماد نہ ہو بہ

نسبت اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے' اور یہ کہ جب تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو (اس پر ملنے والے ثواب کے پیش نظر) تمہیں اس کے (زائل ہونے کی بہ نسبت) اس کے باقی رہنے کی زیادہ رغبت ہو"۔

تشریح: زہد فی الدنیا سے مراد ہے دنیا سے بے رغبتی ہونا' اور اس کے سازو سامان' اس کی لذات و شہوات' اور اس کے مال و جاہ سے دلچسپی نہ ہونا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تنبیہہ فرماتے ہیں کہ صرف دنیا کی لذات اور مال و دولت سے کنارہ کشی مطلوب نہیں' بلکہ اصل مطلوب دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی پر کامل وثوق و اعتماد اور بھروسہ ہو' جو چیز اپنے ہاتھ اور قبضے میں ہو آدمی اس پر پوری طرح مطمئن ہوتا ہے' اور اس کے بارے میں کبھی فکر مند نہیں ہوتا' اسی طرح ایک مومن کو حق تعالیٰ کی رزاقیت پر اعتماد و توکل کر کے رزق کے معاملہ میں پوری طرح مطمئن اور بے فکر ہونا چاہئے جب تک یقین و توکل اور اعتماد علی اللہ کا مقام راسخ نہیں ہوتا زہد کی حقیقت حاصل نہیں ہو گی۔ دوسری چیز جو مطلوب ہے وہ دنیا سے بڑھ کر آخرت کا یقین ہے۔ دنیا میں آدمی کو جو مصائب و حوادث پیش آتے ہیں آخرت میں ان پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے' اب اگر وہ مصیبت ٹل جائے تو دنیا کی راحت نصیب ہوئی' اور اگر باقی رہے تو آخرت کا ثواب۔ اور وہاں کی راحت و اطمینان یقینی ہے' پس زہد یہ ہے کہ آدمی کو آخرت کا یقین اور وہاں کے اجر و ثواب کے حصول کا جذبہ ایسا غالب ہو کہ وہ عقلی طور پر مصیبت کے باقی رہنے کو (جو آخرت کی راحت کا موجب ہے) مصیبت کے ٹلنے پر (جو دنیا کی راحت کا ذریعہ ہے) ترجیح دے' آلام و مصائب سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ اس کو بھی حق تعالیٰ کا عطیہ اور اپنے لئے ترقی درجات کا ذریعہ سمجھے۔

یہاں دو باتیں اور بھی ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

ایک یہ کہ مصائب و تکالیف پر طبعی تکلیف اور صدمہ کا ہونا عبدیت کے

منافی نہیں، بلکہ عین عبدیت ہے، اس لئے کہ انسان گوشت پوست ہی کا بنا ہوا تو ہے، لوہے اور پتھر کا بنا ہوا نہیں کہ حوادث سے متاثر ہی نہ ہو، اس لئے حوادث و آفات اور آلام و مصائب سے طبعی تاثر انسانی سرشت ہے، اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ان کا نزول ہوتا ہی اس لئے ہے کہ انسان ان سے متاثر ہو۔ اس کے عجز و ضعف اور بے چارگی و بندگی کا ظہور ہو۔ اگر انسان کو طبعی کلفت ہی نہ ہو تو نزول حوادث کا مقصد ہی فوت ہو جائے، بہرحال طبعی رنج و صدمہ کا ہونا نہ ممنوع ہے، نہ خلاف عبدیت ہے، البتہ مومن کا قلب عین مصیبت کے وقت بھی عقلی طور پر پُرسکون ہوتا ہے، اور یہ حقیقت اس کے قلب کی گہرائیوں میں راسخ ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے وہ اس کے حق میں سراسر حکمت و مصلحت ہے۔ اسلئے وہ مصائب سے پریشان خاطر نہیں ہوتا، بلکہ یہ حوادث و مصائب اس کی معرفت و تعلق مع اللہ میں ترقی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ آفات و مصائب کے ازالہ کے لئے جائز تدابیر و اسباب کا اختیار کرنا ممنوع نہیں، بلکہ مامور بہ ہے، مگر نظر اسباب پر نہیں ہونی چاہئے، بلکہ خالق اسباب جل مجدہ پر ہونی چاہئے، اسباب کو محض حکم خداوندی سمجھ کر اختیار کرے، اور پھر معاملہ یکسر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُرَيْثُ بْنُ السَّائِبِ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ. حَدَّثَنِي حُمْرَانُ ابْنُ أَبَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ الْحُرَيْثِ ابْنِ السَّائِبِ، وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَلْمٍ الْبَلْخِيَّ يَقُولُ: قَالَ النَّضْرُ

ابنُ شُمَیْلٍ: جِلفُ الْخُبزِ یَعْنِي لَیْسَ مَعَهٗ إِدَامٌ

ترجمہ: "حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم کا درج ذیل چیزوں کے سوا کوئی حق نہیں، ایک مکان جس میں وہ رہ سکے، دوسرے اتنا کپڑا جو اس کی ستر پوشی کا کام دے سکے، تیسرے روکھی سوکھی روٹی اور پانی"۔

تشریح: مطلب یہ کہ انسان کی بنیادی ضرورت بس یہ تین چیزیں ہیں، جو اس کے وجود و بقا کے لئے ناگزیر ہیں، یہ تین چیزیں تو گویا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے لئے واجب اور ضروری ہیں، جن کی قیامت کے دن بازپرس نہیں ہوگی، جب کہ یہ چیزیں حلال ذریعہ سے حاصل کی ہوں، ان کے علاوہ باقی سب حد ضرورت سے زائد چیزیں ہیں اگر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے عنایت ہو جائیں تو شکر بجا لائے، اور میسر نہ ہوں تو چونکہ کوئی استحقاق تو ہے نہیں، اسلئے اس کو حرف شکایت زبان پر لانے کا کوئی حق نہیں، نیز اس ارشاد پاک میں اس پر بھی تنبیہہ فرمائی گئی ہے کہ حد ضرورت سے زائد جتنی چیزیں ہیں وہ لائق محاسبہ ہیں، قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ان پر بازپرس ہو سکتی ہے، حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و احسان سے معاف فرما دیں تو ان کی شان کریمی ہے، ورنہ ایسا کون ہے جو ان نعمتوں کا شکر ادا کر سکے، اور قیامت کے محاسبہ سے عہدہ بر آ ہو سکے، اس لئے ان تین بنیادی ضرورتوں سے زائد چیزیں زیادہ سے زیادہ جمع کرنا کمال نہیں (جیسا کہ ہم اپنی کم فہمی کی وجہ سے سمجھتے ہیں) بلکہ اس کی ہوس دنیا و آخرت میں موجب وبال ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں نور بصیرت عطا فرمائے، اور دنیا کی حقیقت ہم پر منکشف فرمائے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَیْلَانَ. حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیرٍ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِیهِ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ : (أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ) قَالَ : يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي، وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلاَّ مَاتَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْأَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "مطرف بن عبداللہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے' اس وقت آپؐ الھکم التکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے' آپؐ نے فرمایا' ابن آدم کہتا ہے میرا مال' میرا مال' اور نہیں ہے تیرے لئے مگر وہ جو تو نے صدقہ کر کے اسے آگے بھیج دیا' یا کھا کر اسے ختم کر دیا' یا پہن کر اسے بوسیدہ کر دیا"۔

تشریح : مطلب یہ کہ آدمی کا دنیا کے مال و دولت اور سازو سامان کو اپنی طرف منسوب کرنا یہ اس کی خالص خوش فہمی ہے' ورنہ ان تمام چیزوں میں سے جنہیں وہ بڑے طمطراق سے "میرا مال میرا مال" کہتا ہے اس کے کام کی صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک وہ صدقہ جو خدا تعالیٰ کے خزانے میں جمع کر دیا' دوسرے وہ کھانا جو کھا کر ختم کر دیا' تیسرے وہ کپڑا جسے پہن کر استعمال کر لیا' ان کے علاوہ باقی سب چیزیں یہ چھوڑ کر چلا جائے گا' جو دوسروں کے حصہ میں آئیں گی' ایسی "بے وفا" کو اپنا کہہ کر اس پر اترانا اور خوش ہونا کمال حماقت ہے' ہاں عطیہ الٰہی سمجھ کر خوش ہو' اور اس پر شکر بجا لائے۔

اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے مراقبہ کی تعلیم فرمائی ہے جو حبِّ مال کی بیماری کے لئے تریاق ہے' یعنی یہ سوچنا کہ میرے پاس جتنا مال ہے یہ میری زندگی ہی میں کارآمد ہے' مرنے کے بعد یہ دوسروں کی تحویل میں ہو گا' اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب و کتاب مجھے دینا ہو گا' اور چونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں' خدا جانے وقت

مقدر کب آجائے تو مال کا بھی کوئی بھروسہ نہ ہو۔ تو ایسی بے وفا اور ناپائیدار چیز سے دل لگانا، اس پر اپنی زندگی کھپانا، اور اس کی خاطر اتنی مشقتیں جھیلنا یہ میری کم عقلی ہے، جس شخص کے دل میں مال کی محبت کا روگ ہو، اگر وہ پانچ سات منٹ روزانہ یہی مراقبہ کرلیا کرے تو انشاء اللہ اس مرض سے نجات مل جائے گی۔ واللہ الموفق۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ هُوَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَشَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُكْنَى أَبَا عَمَّارٍ .

ترجمہ : "حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زائد مال کو خرچ کر ڈالے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے، اور بقدر کفایت کے (روکنے) پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی، اور (خرچ کرنے میں) ان لوگوں سے ابتدا کر جن کا نان و نفقہ تیرے ذمہ ہے، اور اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے"۔

تشریح: اس ارشاد پاک میں چار مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ آدمی کو مال جمع کرنے کی حرص نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ مال کا خرچ کرنا اس کے لئے بہتر ہے اور اسے جمع کر کے رکھنا اس کے حق میں برا ہے۔ حق

تعالیٰ شانہ نے مال کو آدمی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، پس مال کو اگر جائز دنیوی ضروریات میں خرچ کرے گا تو دنیا کی ضروریات پوری ہونگی۔ اور یہ دنیوی خیر ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے گا، یہ مال کی اخروی خیر ہے، اور اگر جمع کر کے رکھ چھوڑا، نہ اسے دنیوی ضرورت کے موقعوں پر خرچ کیا، اور نہ دینی کاموں میں لگایا تو اسکے مرنے کے بعد مال تو دوسرے کے کام آئے گا اور اس کے کمانے اور جمع کرنے کا حساب اس کو دینا ہو گا، اس لئے مال جمع کر کے چھوڑ جانا اس کے حق میں سرا سر وبال ثابت ہوا۔

البتہ مال کے خرچ کرنے میں دو باتیں ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہئیں، ایک یہ کہ مال کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں خرچ نہ کرے، ورنہ مال کا خرچ کرنا بھی وبال جان ہو گا، دوسرے یہ کہ فضول خرچی سے احتراز کیا جائے، کیونکہ مال بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو فضول کاموں میں اڑانا اس نعمت کی بے قدری ہے۔ قرآن کریم میں اس طرح مال اڑانے والوں کو "اخوان الشیاطین" یعنی شیطان کا بھائی فرمایا ہے۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بقدر کفاف مال جمع کرنے میں آدمی پر ملامت نہیں، یعنی اگر کسی کے پاس صرف اتنا روپیہ پیسہ یا مال و دولت ہے کہ اس سے اس کی ضروریات ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ اگر وہ اس کو اپنی ضروریات کے لئے روک رکھے اور کسی کو نہ دے تو وہ لائق ملامت نہیں۔ کیونکہ توکل کا اعلیٰ درجہ کہ آدمی کچھ بھی پاس نہ رکھے ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، ہاں کسی کو حق تعالیٰ قوت قلب، قوت یقین اور قوت توکل کا یہ اعلیٰ مرتبہ نصیب فرمادیں تو وہ بقدر کفاف کے جمع کرنے سے بھی بے نیاز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات خلفائے راشدین اور بہت سے اکابر اولیاء اللہ کی یہی شان تھی کہ اہل و عیال کا نفقہ ان کے حوالے کر کے فارغ ہو جاتے، اور اپنی ذات کے لئے کسی چیز کے جمع کرنے کے روادار نہیں تھے بلکہ جو کچھ بھی آتا تھا شام سے پہلے

پہلے اسے ٹھکانے لگا دیتے تھے۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ آدمی کو خرچ کی ابتدا ان لوگوں سے کرنی چاہئے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے' پہلے ان کی ضرورت کے بقدر ان کو دے' پھر دیگر مصارف پر خرچ کرے' یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اہل حقوق کے حقوق تلف کر کے صدقہ و خیرات کرتا پھرے۔

چوتھا مضمون یہ ارشاد فرمایا کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" اوپر والے ہاتھ سے دینے والا' نیچے والے ہاتھ سے لینے والا ہاتھ مراد ہے' اور مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو دینے والا مومن' لینے والے سے بہتر ہے' کیونکہ دینے والا دے کر خود فقر اختیار کر رہا ہے' اور لینے والا لیکر مال دار بن رہا ہے' نیز دینے والا خلق خدا کی نفع رسانی میں مشغول ہے اور لینے والا اپنے نفع کے حصول میں مشغول ہے' اس ارشاد پاک میں یہ تعلیم فرمائی گئی ہے کہ مومن کو حتی الوسع دینے والا بننا چاہئے' لینے والا نہیں۔ اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہنا چاہئے' نیچے نہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا

باب

فِي التَّوَكُّلِ عَلَى اللهِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ. حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هُبَيْرَةَ، عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو تَمِيمٍ الْجَيْشَانِي اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَالِكٍ

ترجمہ : "امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم حق تعالیٰ شانہ پر ایسا بھروسہ اور اعتماد کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو اسی طرح رزق دیا جاتا جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے، کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر واپس آتے ہیں"۔

تشریح : توکل کے معنی ہیں اپنے تمام کاموں میں حق تعالیٰ شانہ کو وکیل اور کارساز بنانا، اور ان کے علم، ان کی قدرت اور ان کی رزاقیت پر اعتماد و بھروسہ کرنا، قرآن کریم اور حدیث پاک میں توکل کے بہت سے فضائل ارشاد ہوئے ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں "ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه" (الطلاق : ۳) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے وہ اس کو کافی ہے۔

اس حدیث پاک میں توکل کا اعلیٰ ترین مرتبہ اور اس کا ثمرہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر تم معاش کے سلسلہ میں حق تعالیٰ شانہ پر کامل بھروسہ کرتے تو حق تعالیٰ شانہ ظاہری اسباب کے بغیر اسی طرح تمہاری پرورش فرماتے جس طرح پرندوں کی پرورش ہو رہی ہے، وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں، اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔

یہاں یہ یاد رہنا چاہئے کہ اسباب معاش کا بالکلیہ ترک کر دینا ہر شخص کا کام نہیں، نہ ہر شخص اس کا مکلف ہے، البتہ تین باتیں ہر شخص کو لازم ہیں، ایک یہ کہ کسب معاش کے لئے صرف ایسے اسباب اختیار کرے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے، غیر مشروع اور ناجائز اسباب سے احتراز کرے، دوم یہ کہ اسباب کو اسباب کے درجہ میں رکھ کر اختیار کرے، ان کو موثر حقیقی نہ سمجھے، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ اسباب محض ظاہری علامات ہیں، ورنہ موثر حقیقی محض حق تعالیٰ شانہ کی قدرت و مشیت ہے، حق تعالیٰ چاہیں تو ان

ظاہری اسباب کے بغیر بھی عطا فرما سکتے ہیں' اور اگر نہ دینا چاہیں تو سارے اسباب بے کار ہیں' سوم یہ کہ اسباب کو بقدر ضرورت اختیار کرے' ان میں اس قدر تو غلو و انہماک نہ کرے کہ انہیں اسباب میں الجھ کر رہ جائے' اور حق تعالیٰ شانہ کی طاعت و بندگی کے لئے فارغ نہ ہو سکے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَى الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے' ایک کام کاج کیا کرتا تھا' اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتا۔ کام کرنیوالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی (کے کام نہ کرنے) کی شکایت کی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' شاید تجھے بھی اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو"۔

تشریح: اس حدیث میں اس پر تنبیہہ فرمائی گئی ہے کہ کام کرنے والے یوں نہ سمجھیں کہ ہمارے کام کرنے کی بدولت رزق ملتا ہے' بلکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگ جو کام کاج نہیں کر سکتے' یا دینی کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے دنیوی کام نہیں کرتے ان کی برکت سے کام کرنے والوں کو بھی رزق عطا کیا جاتا ہو' دوسری حدیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ تمہیں کمزور

لوگوں کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے' کسان کاشت کرتا ہے' اور اس کی کاشت کی ہوئی کھیتی سے چرند پرند اور کیڑے مکوڑے مستفید ہوتے ہیں۔ کسان تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب اس کی کمائی کھا رہے ہیں' لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان چیزوں کی برکت سے کسان کو رزق عطا فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَمَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالاَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُمَيْلَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُحْصَنٍ الْخَطْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَرْوَانَ ابْنِ مُعَاوِيَةَ وَحِيزَتْ جُمِعَتْ. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ. حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهُ

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

ترجمہ: "حضرت عبیداللہ بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو شخص ایسی حالت میں صبح کرے کہ اپنی ذات کے بارے میں امن سے ہو' بدن درست ہو اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو یوں سمجھو گویا ساری دنیا اپنے سازو سامان کے ساتھ سمٹ کر اس کے پاس جمع ہو گئی ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ امن و عافیت اور قدر کفاف روزی یہ ایسی نعمتیں

ہیں کہ جس شخص کو حاصل ہوں تو گویا دنیا کی ساری دولتیں اس کے پاس جمع ہیں' کیونکہ دنیا کا سازو سامان انہی تین نعمتوں کے حصول کے لئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو یہ نعمتیں عطا فرما دے تو دنیا کے مال و جاہ اور عزت و منصب کی ہوس بے کار ہے' اس حدیث پاک میں ایک تو ان نعمتوں پر شکر الٰہی بجا لانے کی تعلیم ہے۔ دوسرے قناعت کی تلقین ہے' کیونکہ دنیا کا سازو سامان جتنا زیادہ بڑھے گا' قلب کو اتنی تشویش ہو گی' افکار اور پریشانیوں میں اتنا ہی اضافہ ہو گا' راحت و سکون اور امن و عافیت' جس کا ہر شخص متلاشی ہے' اسی وقت میسر آسکتی ہے جب قلب عطائے الٰہی پر قانع ہو جائے' اور زائد از ضرورت چیزوں کی طلب اور ہوس اس کے اندر سے مٹ جائے۔

بقدر کفایت روزی پر صبر کرنا

باب

مَا جَاءَ فِي الْكَفَافِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ

أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنَ الصَّلَاةِ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضاً فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافاً فَصَبَرَ عَلَى ذٰلِكَ، ثُمَّ نَفَضَ بِيَدِهِ فَقَالَ: عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ قَلَّتْ بَوَاكِيهِ قَلَّ تُرَاثُهُ، وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَباً، قُلْتُ لَا يَارَبِّ وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْماً وَأَجُوعُ يَوْماً وَقَالَ ثَلَاثاً أَوْ نَحْوَ هٰذَا، فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ

وَذَكَرْتُكَ ، وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ ، قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْقَاسِمِ ، هٰذَا هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، وَيُقَالُ أَيْضاً يُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَامِيٌّ ثِقَةٌ وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ

ترجمہ : "حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ لائق رشک وہ مومن ہے جس کی کمر (زیادہ اہل و عیال اور دنیا کے زیادہ کاروبار کے بوجھ سے) ہلکی پھلکی ہو' نماز سے بڑا حصہ رکھتا ہو' اپنے رب کی خوب عبادت کرے' اور تنہائی میں اس کی فرمانبرداری کرے' لوگوں میں گمنام ہو کہ اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں' اور اس کی روزی بقدر کفایت ہو پس وہ اس پر صبر کرے' یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹکی بجائی' اور فرمایا .... اس کی موت جلدی آجائے' اس پر رونے والیاں بھی کم ہوں' اور اس کی وراثت بھی کم ہو۔

اسی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد نقل کیا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے یہ پیشکش کی کہ وہ میرے لئے وادی مکہ کو سونا بنا دیں' میں نے عرض کیا' نہیں' اے رب! بلکہ میں ایک دن سیر ہوا کروں' اور ایک دن بھوکا رہا کروں' پس جب بھوک ہو تو سیری کے لئے تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کیا کروں' اور جب پیٹ بھر جائے تو تیرا شکر اور تیری حمد بجالاؤں"۔

تشریح : پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام دوستوں میں سے اس مومن کو لائق رشک فرمایا جس میں یہ صفات پائی جائیں۔

۱.... اس کے ساتھ اہل و عیال کا زیادہ جھمیلا نہ ہو' نہ زیادہ کاروبار کا بکھیڑا ہو' بلکہ وہ ان چیزوں سے ہلکا پھلکا اور فارغ البال ہو' اس لئے کہ عموماً" یہ چیزیں آدمی کو ایسا پھانس لیتی ہیں کہ اسے دین و دنیا کا کوئی ہوش نہیں رہتا' ہاں! کسی شخص کو اہل اللہ کی صحبت سے ایسی حالت نصیب ہو جائے کہ یہ سارے جھگڑے بکھیڑے بھی اس کے دامن دل کو نہ کھینچ سکیں' اور باہمہ اور بے ہمہ کی کیفیت پیدا ہو جائے' اہل و عیال کی مشغولی اسے یاد خداوندی سے مانع نہ رہے تو اس کا شمار بھی انہی خوش قسمت لوگوں میں ہو گا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لائق رشک فرمایا ہے' بلکہ بعید نہیں کہ اس کا مرتبہ اور زیادہ بلند ہو جائے اس لئے کہ اجر بقدر مجاہدہ ملتا ہے' اور اس شخص کا مجاہدہ ہلکے پھلکے آدمی سے یقیناً بڑھ کر ہے' تاہم اگر کسی کے پاس اہل و عیال اور دنیا کے مال کی قلت ہو تو اس پر افسوس اور حسرت کی ضرورت نہیں' بلکہ حق تعالیٰ صحیح بصیرت نصیب فرمائے تو بارشاد نبویؐ یہ حالت لائق رشک ہے۔

۲.... اس مومن کی دوسری لائق رشک ادا یہ ذکر فرمائی کہ اسے نماز میں راحت و لذت حاصل ہو' اور نماز کا ایک خاص حظ اور حصہ اس کو عطا کیا گیا ہو۔ اسی کے ساتھ اپنے رب جل شانہ' کی عبادت میں اسے احسان کا درجہ حاصل ہو' اور تنہائی میں جہاں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو' اپنے رب تعالیٰ کی خوب عبادت و فرمانبرداری کرتا ہو۔ یہ صفت لائق رشک اس لئے ہے کہ یہی مقصود زیست اور مقصد زندگی ہے' اس دنیا میں اس سے بڑھ کر نہ کوئی نعمت ہے نہ لذت کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی یاد اور اپنی اطاعت و عبادت کے لئے منتخب فرمالے۔

۳.... تیسری لائق رشک صفت یہ ارشاد فرمائی ہے کہ وہ دنیا میں گم نام ہو۔ نہ اس کے نام کی شہرت' نہ اس کی طرف نظریں اٹھتی ہوں' نہ انگلیوں

سے اشارے کئے جاتے ہوں' نہ محافل و مجالس میں اس کے لئے جگہ خالی کی جاتی ہو۔

عام لوگ شہرت و عزت کے خواہاں رہتے ہیں' اور اس کے لئے بڑی تگ و دو اور کوششیں کرتے ہیں' اور یہ چیز ایک مستقل دردِ سر اور عذاب بن کر رہ جاتی ہے' پھر دنیوی شہرت ایسی چیز ہے کہ بہت ہی کم آدمی اس کی آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں' اور پھر یہ ایسی لغو اور فضول چیز ہے کہ آخرت میں تو اس کا کیا نفع ہوتا دنیا میں بھی سوائے پریشانی اور فکر کے اس سے کچھ حاصل نہیں' ہاں! کسی کی قلبی صلاحیتیں ہی ماؤف ہو گئی ہوں' اور جس طرح خارشتی کو خارش میں لذت آتی ہے وہ شہرت کے آفات ہی میں لذت محسوس کرے تو وہ بحث سے خارج ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کوشش و طلب کے بغیر حق تعالیٰ وہبی طور پر شہرت عطا کر دیں اور اس کو مخلوق کی اصلاح و ارشاد اور نفع رسانی کا ذریعہ بنا دیں تو وہ مذموم نہیں۔ لیکن اس کے غوائل و آفات سے پھر بھی ڈرتے رہنا' اور حق تعالیٰ شانہ سے حفاظت کی التجائیں کرتے رہنا ضروری ہے۔

۴ .... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لائق رشک مومن کے بارے میں تین باتیں اور ذکر فرمائیں۔ اول چٹکی بجا کر یوں فرمایا کہ اس کی موت جلدی آجائے .... بعض حضرات نے اس کی تفسیر قلتِ عمر سے فرمائی ہے' کیونکہ عمر کم ہو گی تو دنیا کے شر و فساد اور معصیت اور گناہ کے انبار سے محفوظ رہے گا' اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر نزع کی آسانی سے فرمائی ہے' یعنی چونکہ اس کی روح دنیا کی چیزوں میں اٹکی ہوئی نہیں ہے' اور اس پر حق تعالیٰ شانہ کی ملاقات کے شوق اور دار القرار کی منزل تک پہنچنے کا غلبہ ہے اس لئے اس کی روح جلدی نکل جاتی ہے' اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی میں اس کے اخراجات و مصارف کم تھے' اسی طرح اس کی موت کے مصارف بھی کم سے کم ہوں' اور کسی

طمطراق کے بغیر جلد از جلد اسے سپرد خاک کر دیا جائے۔ اس ارشاد کا اگر پہلا مطلب لیا جائے۔ یعنی عمر کا کم ہونا۔ تو یہ ہر شخص کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ دوسری احادیث میں طول عمر کو جب اس کے ساتھ حسن عمل بھی ہو، افضل فرمایا گیا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اس پر رونے والیاں کم ہوں، کیونکہ اس کا خویش قبیلہ زیادہ نہیں تھا اس لئے جب مرا تو اس پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ اللہ اکبر! کیسی عمدہ حالت ہے کہ جیسے دنیا میں اکیلا آیا تھا ویسے ہی اکیلا رخصت ہوا، کیونکہ اگر کسی کی موت پر ہزاروں رونے والے بھی ہوں تو ان کے رونے سے مرنے والے کو کیا نفع؟ بقول اکبر:

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

مرنے کے بعد آدمی کو نہ تو دنیا کی عزت و وجاہت کام آئے گی، نہ دولت و ثروت، نہ لوگوں کے مرثیے اور نوحے، اس کے کام تو وہ اعمال آئیں گے جن کو یہ اپنے ساتھ لے گیا۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اس کا ترکہ بھی کم ہو۔ جس کو یہ پیچھے چھوڑ کر گیا تھا۔ نہ وہ اپنی زندگی میں دنیا سے ملوث ہوا، نہ اس کے مرنے پر اس کی وراثت کے جھگڑے ہوئے۔

یہ تمام صفات، جن کو اس حدیث میں لائق رشک فرمایا گیا، اگر کسی بندۂ خدا کو نصیب ہوں تو اسے شکر کرنا چاہئے، اور اگر نصیب نہ ہوں تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کو لائق رشک تو سمجھے۔ اس سے بھی کسی درجے میں ذوق نبویؐ کے ساتھ ہم آہنگی نصیب ہو جائے گی۔ رزقنا اللہ بفضلہ ومنہ۔

دوسری حدیث کا مضمون واضح ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشکش کی گئی کہ اگر آپؐ چاہیں تو آپؐ کے لئے بطحائے مکہ سونا بنا دیا جائے، مگر اس کو منظور نہیں فرمایا، اور یوں عرض کیا کہ یا

اللہ! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کھایا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ بھوکا رہوں تو آپ کی بارگاہ میں گڑگڑاؤں، اور جس دن کھانے کو میسر آئے آپ کا شکر و حمد بجا لاؤں۔

اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزتِ نفس اور بلندیٔ زہد کا کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے، اسی کے ساتھ دنیا کی حقارت و ذلت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ خود رب العالمین کی طرف سے آپؐ کو یہ پیشکش کی جاتی ہے مگر آپ اس کو قبول نہیں فرماتے، یہاں سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؐ کا فقر و فاقہ خود اختیاری تھا، مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا، یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی بھوکا ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے، اور یہ حق تعالیٰ شانہ کو بہت ہی پسند ہے، اسی طرح جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے اس پر شکر کرنا بھی اس نعمت کا حق ہے، کیونکہ شکر پر مزید انعامات سے نوازنے کا وعدہ ہے، اور ناشکری پر سزا کی وعید ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان محبوب اداؤں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص، جو اسلام لایا، اور اس کو بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قناعت عطا فرمائی''۔

تشریح: مطلب یہ کہ ایسا شخص جس کو یہ تین نعمتیں ملی ہوں، دنیااور آخرت میں کامیاب ہے، اسلام کی ہدایت ہو جانا، بقدر ضرورت روزی مل جانا، اور اس پر قناعت نصیب ہو جانا۔ کیونکہ رزق تو منجانب اللہ مقدر ہے، جس شخص کو قناعت نصیب ہو گئی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا، اس کو دنیااور آخرت کی ساری نعمتیں مل گئیں۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِيُّ . أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ، أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ ، أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا وَقَنَعَ ، قَالَ : وَأَبُو هَانِئٍ اسْمُهُ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: "حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "مبارک ہے وہ شخص، جس کو اسلام کی ہدایت ہوئی، اور اس کی روزی بقدر کفایت تھی اور اس کو قناعت نصیب ہوئی"۔

تشریح: یعنی وہ شخص نہایت مبارک ہے، جس کو اسلام کی ہدایت ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیا، اور اس کو بقدر کفایت روزی میسر آئی کہ الحمد للہ گزارہ چل رہا ہے، اگرچہ بچتا بچاتا کچھ نہیں، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت سے نوازا کہ اس کو زیادہ جمع کرنے کی حرص نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہم کو بھی یہ دولتیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

فقر کی فضیلت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِى فَضْلِ الْفَقْرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِىُّ الْبَصْرِىُّ. حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ. حَدَّثَنَا شَدَّادٌ أَبُو طَلْحَةَ الرَّاسِبِىُّ عَنْ أَبِى الْوَازِعِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَارَسُولَ اللهِ، وَاللهِ إِنِّى لَأُحِبُّكَ فَقَالَ: أُنْظُرْ مَاذَا تَقُولُ، قَالَ: وَاللهِ إِنِّى لَأُحِبُّكَ، فَقَالَ: أُنْظُرْ مَاذَا تَقُولُ؟ قَالَ وَاللهِ إِنِّى لَأُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِى فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا(۱)، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِى مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِىٍّ حَدَّثَنَا أَبِى عَنْ شَدَّادٍ أَبِى طَلْحَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو الْوَازِعِ الرَّاسِبِىُّ اسْمُهُ جَابِرُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ بَصْرِىٌّ

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے آپؐ سے محبت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دیکھو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا' اللہ کی قسم! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں' تین بار یہی فقرہ دہرایا' آپؐ نے فرمایا اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے ڈھال تیار کر رکھ' کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے فقر اس کی طرف ایسی تیزی سے دوڑتا ہے کہ سیلاب گڑھے کی طرف اتنی تیزی سے نہیں جاتا''۔

تشریح : یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالداری کے مقابلہ میں خود اختیاری فقر قبول فرمایا تھا' اس لئے کہ اس دنیا کی لذات اور یہاں کا عیش و تنعم اس لائق نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت اس سے ملوث ہوتا۔ پس جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق نصیب ہو اس کو بھی اسی زہد اختیاری سے بقدر تعلق حصہ ملنا ضروری ہے' اور یہ تعلق و نسبت جس قدر قوی ہو گی اسی نسبت سے فقر خود اختیاری اور زہد و قناعت کی دولت بھی نصیب ہو گی۔

علاوہ ازیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی رکھتا ہو اس کے دعوائے محبت کا امتحان بھی ضروری ہے' اور فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی حالت میں آدمی کے یقین و توکل اخلاق و اعمال اور عادات و اطوار کا خوب خوب امتحان ہو جاتا ہے۔ جو شخص راہ محبت میں راسخ قدم ہو وہ ہر یسر و عسر اور تنگی و فراخی میں آداب محبت بجا لاتا ہے' اور جو دعوائے محبت میں کچا ہو فقر و فاقہ کی کھٹالی میں اس کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل مال کی محبت سے فارغ ہو جائے' اگر حق تعالیٰ شانہ اس پر دنیا کے دروازے بھی کھول دیں تب بھی وہ اپنے فقر اصلی پر نظر رکھتا ہے' اور حق تعالیٰ شانہ سے اس کا رشتہ احتیاج و افتقار منقطع نہیں ہوتا۔

فقرا مہاجرین اغنیا سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

باب

مَاجَاءَ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا ثَابِتُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعَابِدُ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا الْحٰرِثُ بْنُ النُّعْمَانِ اللَّيْثِيُّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ : إِنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا . يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِينَ وَقَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ . حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ نِصْفَ يَوْمٍ ، قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا ، هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِینَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِیَائِهِمْ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ ، وَهٰذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرا مہاجرین' مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے"۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

"اللھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرة المساکین یوم القیامة"

ترجمہ : "اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ' مسکینی کی حالت میں موت دے' اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما"۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ یہ دعا کیوں کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مساکین' مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹا' خواہ کھجور کی پھانک ہی دینا پڑے۔ (کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہئے) اے عائشہ! مساکین سے محبت کر' اور ان کو قریب کر' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے"۔

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقرا' مالداروں سے پانچ سو سال یعنی آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے"۔

ترجمہ: "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر مسلمان' اغنیا سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے"۔

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرا مسلمین' مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آدھے دن سے مراد پانچ سو سال ہیں"۔

تشریح: ان احادیث میں فقر و مسکنت کی یہ خاص فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے' چونکہ فقرا و مساکین کو دنیا کی لذتوں سے حسب خواہش نفع اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا' اس لئے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں عطا فرمائیں گے کہ وہ مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہو کر وہاں کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جنت کی ایک گھڑی بھی دنیا کی پوری زندگی کی نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے' اس لئے اگر کسی شخص کو حق تعالیٰ نے غربت و مسکنت میں رکھا ہو تو اسے حق تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس تنگ دستی کا بدلہ اسے جنت میں عطا فرمائیں گے۔

فقرا کے جنت میں پہلے جانے کی دو مقداریں مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کی گئی ہیں' ایک چالیس سال' اور دوسری پانچ سو سال۔ یہ دوسری احادیث سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں۔ حضرات علما نے ان دونوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہ دونوں مقداریں الگ الگ لوگوں کے اعتبار سے ہیں' جو فقیر کہ حریص مالدار پر حرص کرتا اور للچاتا ہو' وہ اس سے چالیس سال پہلے جنت میں جائے گا' اور جو فقیر کہ دنیا سے بے رغبت ہو اور زہد و قناعت کی وجہ سے اسے کسی مالدار پر رشک نہ آئے وہ اس سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ گویا جو فقیر کہ دنیا کی حرص اور خواہش رکھتا ہو وہ فقیر

زاہد سے ۲۵ میں سے ۲۳ درجے پیچھے جنت میں داخل ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کی معیشت

باب

مَاجَاءَ فِي مَعِيشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلِهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ. حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكَيْتُ قَالَ: قُلْتُ لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا، وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: ''حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا' اور فرمایا کہ جب بھی سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں اگر رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں' میں نے عرض کیا' یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آجاتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو خیرباد کہا' اللہ کی قسم! آپؐ نے کبھی دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت سے سیر ہو کر نہیں کھایا''۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ. أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ

عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا شَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ .

قَالَ أَبُو عِيسٰى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : "حضرت اسودؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پے در پے دو دن جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی' یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہو گیا"۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا شَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کو کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی بھی پیٹ بھر کر میسر نہیں آئی' یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے"۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عُثْمَانَ ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ : مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيرِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ هٰذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو بُكَيْرٍ وَالِدُ يَحْيَى، رَوَى لَهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ. وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ مِصْرِيٌّ صَاحِبُ اللَّيْثِ.

ترجمہ: "حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ سے جو کی روٹی بھی بچ نہیں رہتی تھی۔ (یعنی اتنی زیادہ نہ ہوتی تھی کہ سیر ہو کر اٹھ جائیں اور کھانا بچ رہے)"۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ. حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ مِنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی راتیں خالی پیٹ گزار دیتے تھے، اور آپؐ کے اہل خانہ کو رات کا کھانا میسر نہ آتا تھا، اور ان کے یہاں روٹی زیادہ تر جو ہی کی ہوتی تھی"۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عِمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے' "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل کو رزق بقدر کفایت دیجئے"۔

تشریح: قوت اتنی مقدار کو کہتے ہیں جس سے روح و بدن کا رشتہ قائم رہ سکے' اور بعض حضرات نے اس کی تفسیر قدر کفایت کے ساتھ فرمائی ہے' یعنی بس اتنا رزق ملے جو ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے' اس حدیث پاک سے ایک تو دنیا کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق اور مزاج معلوم ہو جاتا ہے' عام طور سے لوگ اپنے متعلقین کے لئے فراخی رزق کی دعا کیا کرتے ہیں' (اور کسی معصیت کے ارتکاب کے بغیر اگر یہ نصیب ہو تو مذموم بھی نہیں) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں اپنے متعلقین کے لئے بقدر کفاف روزی کی درخواست کرتے ہیں۔ (فداہ آبائنا و امہاتنا وارواحنا صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری بات اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوئی کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ پر ابتدائی حالات میں روزی کی تنگی کا معاملہ جو اکثر مشاہدہ میں آیا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی پاک دعا کا اثر ہے۔ بعد میں جب ان حضرات کے پاک قلوب سے دنیا نکل جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ ان پر فراخی کر دیتے ہیں۔ اس لئے حضرات کاملین کے آخری دور کی فراخی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے' بلکہ ان کے اول سلوک کے حالات کو پیش نظر رکھنا چاہیے اس حدیث میں امت کے ضعفا و مساکین کے لئے بھی بڑی تسلی اور بشارت ہے' انہیں اپنے فقرو فاقہ اور ناداری و تنگ دستی سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ایک اعتبار سے ان کی حالت لائق شکر ہے کہ جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریم مولیٰ سے خود مانگ کر لیا تھا ان کو اضطراری طور پر ہی سہی' مگر اس مانگی ہوئی نعمت سے کچھ حصہ تو مل گیا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے"۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ فتح خیبر کے بعد امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو ان کا نفقہ عطا فرما دیتے تھے، مگر خود اپنی معیشت توکل پر تھی، اس لئے جو آتا تھا اللہ کی راہ میں خرچ فرما دیتے تھے، اور اگلے دن کے لئے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے، جس شخص کو توکل کا یہ اعلیٰ درجہ نصیب نہ ہو اور اہل و عیال کے حقوق اس کے ذمہ ہوں اس کو اس کی ہوس نہیں کرنی چاہئے کہ سب کچھ لٹا کر فارغ ہو جائے، ورنہ پریشان ہو گا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَمْرٍو . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : مَا أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ .

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چوکی پر کھانا رکھ کر نہیں کھایا، اور نہ آپؐ نے کبھی میدے کی چپاتی کھائی، یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہو گیا"۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک زمین پر دسترخوان

بچھا کر کھانے کا تھا' چوکی پر رکھ کر کھانا کھانا تنعم پرست لوگوں کا شیوہ ہے' جیسا کہ ہمارے زمانے میں تنعم پرستوں نے میز کرسی پر کھانے کا دستور نکالا ہے' یہ خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ . أَخْبَرَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ: أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ، يَعْنِي الْحُوَّارَى؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللهَ ، فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ، قِيلَ: فَكَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ، ثُمَّ نُثَرِّيهِ فَنَعْجِنُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ۔

ترجمہ: ”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی چپاتی دیکھی بھی نہیں' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے' ان سے عرض کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ لوگوں کے گھروں میں چھلنیاں ہوتی تھیں؟ فرمایا: ہمارے ہاں چھلنیوں کا دستور نہیں تھا' عرض کیا گیا کہ پھر آپ حضرات جو (کے آٹے) کا کیا کرتے تھے؟ (یعنی کیسے پکا کھا لیتے تھے) فرمایا: ہم اس میں پھونک مار لیا کرتے تھے' اس میں سے جو (بھوسہ وغیرہ) اڑتا ہوتا اڑ جاتا' پھر اسے پانی سے تر کر کے گوندھ لیا کرتے تھے“۔

تشریح: اس باب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے اہل بیت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیشت کا جو نقشہ سامنے آتا ہے آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور واقعہ یہ ہے کہ آج کے شکم پروری کے دور میں بہت سے مسکینوں کے لئے اس کا یقین کرنا بھی مشکل ہے، انسان ہمیشہ سے اس نفسیاتی مرض کا شکار رہا ہے کہ وہ حقائق کا تصور اپنی ذہنی سطح اور اپنی اِلف و عادت کے پیمانوں سے کرتا ہے، جو حقائق اس کی ذہنی سطح سے بالاتر یا اس کی عادات و مالوفات کے خلاف ہوں جھٹ سے ان کا انکار کر دیتا ہے، حالانکہ واقعی حقائق کو جھٹلانا اس کے ذہنی افلاس کی علامت تو ہو سکتی ہے، مگر اس تکذیب و انکار سے واقعات و حقائق نہیں مٹ سکتے۔

یہاں دو چیزوں کا ذکر ضروری ہے، ایک یہ کہ .... جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے .... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و فقر آپؐ کا خود اختیاری تھا، کسی مجبوری کا نتیجہ نہیں تھا، اگر آپ یہاں کی راحت و آسائش کی خواہش کرتے تو حق تعالیٰ شانہ آپ کو ضرور مرحمت فرماتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت عالی و بلند نظری میں دنیا کی اس قدر وقعت ہی نہ تھی کہ آپؐ یہاں کے آرام و آسائش اور راحت و تنعم کو اختیار فرماتے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ دیوانے اور مجنون لوگ سارا دن کوڑے کے ڈھیر پر پڑے ہوئے پھٹے پرانے چیتھڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں، اپنے خیال میں وہ بہت قیمتی متاع جمع کر رہے ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان سے یہ چیزیں چھیننے لگے تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، لیکن جو لوگ عقل و خرد رکھتے ہیں وہ ان پاگلوں کے اس اہتمام کو دیکھ کر کبھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتے کہ یہ بھی کوئی لائق قدر چیز ہو سکتی ہے جس کو یہ لوگ جمع کر کے اپنے اوپر لاد رہے ہیں، بلکہ انہیں ان بے چاروں کی دیوانگی اور پاگل پن پر رحم آتا ہے کہ مسلوب العقل ہونے کی وجہ سے ان کی حالت کیسی ہو گئی ہے۔

ٹھیک یہی مثال حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور ابنائے دنیا کی ہے،

انبیا کرام علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے صحیح عقل و فہم سے نوازا ہے' ان کی نظر میں دنیا کے سامان عیش اور اسباب راحت کی حیثیت پھٹے پرانے گندے چیتھڑوں سے زیادہ نہیں' اس لئے وہ نہ صرف یہ کہ ان گندے چیتھڑوں کے جمع کرنے کے لئے فکر مند نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ اپنی خام عقلی اور آخرت فراموشی کی وجہ سے جیفہ دنیا پر مکھیوں کی طرح جمع ہو رہے ہیں انبیا کرام علیہم السلام کو ان کی اس حالت پر رحم آتا ہے۔ یہ ہے اصل علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و قناعت کی۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد و قناعت کا جو معیار قائم فرمایا بلاشبہ وہی اصل کمال ہے' مگر اس معیار پر پورا اترنا ہر شخص کا کام نہیں' نہ ہر شخص کو اس کی ریس کرنے کی اجازت ہے' اس لئے اگر ہم اپنے ضعف و ناتوانی کی بنا پر اس معیار کو نہ اپنا سکیں تو یہ ہماری استعداد کا نقص ہے کہ ہمارے قویٰ اس کے متحمل نہیں' اور نہ ایمان و یقین اور روحانی قوت کا یہ بلند مقام ہمیں نصیب ہے' چونکہ ہم ضعفا کو اپنی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام زہد کی تاب نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں اس کی ریس بھی نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اصل لائق رشک حالت تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اور یہ ہمارا نقص اور عیب ہے کہ ہم اس مقام کے حاصل کرنے سے کوتاہ ہیں' الغرض نہ تو اس اعلیٰ ترین مقام کی ہوس کی جائے جس کے ہم اہل نہیں۔ اور نہ ان اسباب راحت کو کمال اور لائق فخر سمجھا جائے جن میں ہم گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی معیشت کا نقشہ

باب

مَا جَاءَ فِي مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي

عَنْ بَيَانٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَماً فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْزُو فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ أَوِ الْبَعِيرُ ، وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونِي فِي الدِّينِ[1] لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ بَيَانٍ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ . حَدَّثَنَا قَيْسٌ ، قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : إِنِّي أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحُبْلَةَ وَهَذَا السَّمُرَ ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ ، ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونِي فِي الدِّينِ ، لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ .

ترجمہ : ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خون بہایا‘ اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر پھینکا‘ اور میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ جہاد میں گیا‘ (ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی چنانچہ) ہم صرف درختوں کے

پتوں اور کیکر کی پھلیوں کے سوا کوئی چیز نہیں کھاتے تھے' یہاں تک کہ ہم لوگ اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں کیا کرتے تھے' اور اب بنو اسد مجھ پر دین کے بارے میں نکتہ چینی کر رہے ہیں' (خدانخواستہ اگر میں نے دین بھی نہیں سیکھا) تب تو میں خائب و خاسر ہی رہا' اور میرے عمل اکارت ہی گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا' میں عربوں میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر پھینکا' اور ہم نے اپنی یہ حالت دیکھی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کر رہے تھے' اور کیکر کے پتوں اور پھلیوں کے سوا ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ہم بکری کی طرح مینگنیاں کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود بنو اسد مجھے دین کے بارے میں ملامت کر رہے ہیں' (اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور اتنے شدید مجاہدوں کے باوجود بھی دین نہیں سیکھ سکا) تب تو میں ناکام و بے مراد ہی رہا' اور میرے عمل اکارت ہی گئے"۔

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فخر فرماتے تھے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک موقعہ پر یہ فرمایا تھا۔ "میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ بنو اسد کے لوگوں نے ان کی غلط سلط شکایتیں کیں' اور یہاں تک کہا کہ ان کو نماز نہیں پڑھنا آتی۔ اس لئے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے مجاہدات کو ذکر فرما کر یہ واضح فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور ایسے شدید

مجاہدات کے باوجود میں دین نہیں سیکھ سکا' اور بنو اسد کے بقول مجھے نماز بھی پڑھنا نہیں آتی پھر تو گویا میری یہ ساری محنت اور تمام مجاہدے رائیگاں ہی گئے۔

اس حدیث سے ایک تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محنت و مجاہدہ اور دین کے لئے ان کی بے پناہ قربانیوں کا نقشہ سامنے آتا ہے' کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں کفار سے جہاد کر رہے ہیں' لیکن نہ رسد نہ سامان' درختوں کے پتوں پر گزارا ہو رہا ہے' رضی اللہ عنہم۔

دوسرے اس حدیث سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرات محدثینؒ نے یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں درج کی ہے۔

تیسرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت اپنی حالت محمودہ کا بیان کرنا جائز ہے' اور یہ بطور ریا و فخر کے نہیں' بلکہ تحدیث بالنعمۃ اور انعامات الٰہیہ کے تذکرہ کے طور پر ہے' "خصوصاً" جبکہ اس کے ذریعہ کسی شخص کی کجروی کی اصلاح یا اس کی غلط نکتہ چینی کا دفاع مقصود ہو۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان مفسد بلوائیوں کے سامنے اپنے فضائل بیان فرمائے تھے جنہوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِي أَحَدِهِمَا ثُمَّ قَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوعِ مَغْشِيًّا عَلَيَّ ، فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي يَرَى أَنَّ بِيَ الْجُنُونَ ، وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ترجمہ : ”حضرت محمد بن سیرین“ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے، اور انہوں نے کتان کے دو گیروی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک کپڑے میں ناک صاف کی، پھر فرمایا: واہ واہ! ابو ہریرہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے، بخدا میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ میں بھوک کے مارے غش کھاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان گر پڑتا تھا، آنے والا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا، وہ سمجھتا کہ شاید مجھے مرگی یا جنون کا دورہ پڑ گیا ہے، حالانکہ مجھے نہ مرگی کا دورہ ہوتا نہ جنون کا، یہ غشی صرف بھوک کی وجہ سے تھی“۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ. حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى يَقُولَ الْأَعْرَابُ هَؤُلَاءِ مَجَانِينُ أَوْ مَجَانُونَ، فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً، قَالَ فَضَالَةُ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، تو کئی آدمی بھوک اور فاقہ کے مارے نماز

میں گر پڑتے تھے' یہ حضرات اہل صفہ تھے' یہاں تک کہ باہر کے دیہاتی لوگ ان کو دیکھتے تو یوں سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں' پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو انکے پاس تشریف لے جاتے۔ ان سے فرماتے کہ اگر تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے لئے کیا کچھ سامان تیار کر رکھا ہے تو تم یہ چاہتے کہ تمہارے فقر و فاقہ میں اور بھی اضافہ ہو جائے' حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تھا"۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اور مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو اس کے ایک گوشے میں ایک چبوترہ سا بنوا کر اس پر سایہ کر دیا تھا' یہ "صفہ" کہلاتا تھا' یہ مدرسہ نبویؐ تھا' اور یہاں وہ فقرا مہاجرین رہا کرتے تھے' جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا' اور نہ مال و اسباب اور اہل و عیال کا قصہ تھا' ان حضرات کی گزر بسر محض توکل پر تھی' کچھ مل جاتا تو کھا لیتے' ورنہ فاقہ سے رہتے' ان حضرات کی تعداد کبھی ستر ہوتی' کبھی کم' کبھی زیادہ۔ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوتے اور باہر کے علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے لئے بھی ان کو بھیجا جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کی بہت ہی دل جوئی فرماتے تھے' اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو ان کو بھی بھجواتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار بھی "اصحاب صفہ" میں تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ . حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : مَاجَاءَ بِكَ

يا أبا بكرٍ ؟ فقالَ : خرجتُ ألقى رسولَ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ وأنظرُ في وجههِ والتسليمَ عليهِ ، فلمْ يلبثْ أنْ جاءَ عمرُ ، فقالَ: ماجاءَ بكَ يا عمرُ ؟ قالَ : الجوعُ يا رسولَ اللهِ ؟ قالَ : فقالَ رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ: وأنا قدْ وجدتُ بعضَ ذلكَ، فانطلقوا إلى منزلِ أبي الهيثمِ بنِ التيهانِ الأنصاريِّ وكانَ رجلاً كثيرَ النخلِ والشاءِ ولمْ يكنْ لهُ خدمٌ فلمْ يجدوهُ فقالوا لامرأتهِ أينَ صاحبُكِ؟ فقالتْ: انطلقَ يستعذبُ لنا الماءَ، فلمْ يلبثوا أنْ جاءَ أبو الهيثمِ بقربةٍ يزعبُها(١) فوضعَها ثمَّ جاءَ يلتزمُ النبيَّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ ويُفدّيهِ بأبيهِ وأمّهِ ، ثمَّ انطلقَ بهمْ إلى حديقتهِ فبسطَ لهمْ بساطاً ، ثمَّ انطلقَ إلى نخلةٍ فجاءَ بقنوٍ فوضعَهُ ، فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ ، أفلا تنقّيتَ لنا منْ رطبهِ ؟ فقالَ : يا رسولَ اللهِ إنّي أردتُ أنْ تختاروا ، أوْ قالَ تخيّروا منْ رطبهِ وبسرهِ، فأكلوا وشربوا منْ ذلكَ الماءِ ، فقالَ رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ: هذا والذي نفسي بيدهِ منَ النعيمِ الذي تُسألونَ عنهُ يومَ القيامةِ: ظلٌّ باردٌ، ورطبٌ طيّبٌ، وماءٌ باردٌ ، فانطلقَ أبو الهيثمِ ليصنعَ لهمْ طعاماً ، فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ لا تذبحنَّ ذاتَ درٍّ ،قالَ : فذبحَ لهمْ عناقاً أوْ جدياً فأتاهمْ بها فأكلوا ، فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ : هلْ لكَ خادمٌ ؟قالَ لا، قالَ : فإذا أتانا سبيٌ فأتنا فأُتيَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ برأسينِ ليسَ معهما ثالثٌ فأتاهُ أبو الهيثمِ ، فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ: اخترْ منهما ، فقالَ: يا نبيَّ اللهِ اخترْ لي ، فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ: إنَّ المستشارَ مؤتمنٌ ، خذْ هذا فإنّي رأيتهُ يصلّي واستوصِ بهِ معروفاً ، فانطلقَ أبو الهيثمِ إلى امرأتهِ فأخبرَها بقولِ رسولِ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ ، فقالتِ امرأتهُ : ما أنتَ ببالغٍ ما قالَ فيهِ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ إلاّ أنْ تعتقهُ ، قالَ : فهوَ عتيقٌ ؟ فقالَ النبيُّ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ : إنَّ اللهَ لمْ

يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَحَدِيثُ شَيْبَانَ أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَأَطْوَلُ، وَشَيْبَانُ ثِقَةٌ عِنْدَهُمْ صَاحِبُ كِتَابٍ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت (دولت خانہ سے) باہر تشریف لائے‘ جس میں باہر تشریف لانے اور کسی سے ملاقات کرنے کا معمول مبارک نہیں تھا‘ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ کی خدمت میں پہنچ گئے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا‘ ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے‘ آپ کے چہرۂ انور کے دیدار سے مشرف ہونے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے .... اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ عمر! کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک ہے‘ فرمایا: میں بھی کچھ یہی محسوس کر رہا ہوں‘ پس حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلے۔ ان صاحب کے یہاں کھجور اور بکریاں بہت

تھیں' اور ان کے نوکر چاکر نہیں تھے۔ ان کے گھر پہنچے تو وہ گھر پر نہیں تھے' ان کی اہلیہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں' اتنے میں حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اپنا مشکیزہ لئے پہنچ گئے' انہوں نے جلدی سے مشکیزہ رکھا' اور "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" کہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ پھر ان حضرات کو لیکر اپنے باغ کی طرف چلے۔ وہاں ان کے لئے ایک کپڑا بچھا دیا گیا پھر ایک کھجور سے خوشہ کاٹ لائے۔ اور ان حضرات کی خدمت میں پیش کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کی پختہ کھجوریں کیوں نہ توڑ لیں؟ عرض کیا' کہ میرا جی چاہا کہ آپ حضرات (اپنے اپنے ذوق کے مطابق) پختہ و نیم پختہ کا انتخاب خود فرمائیں۔ بہرحال ان حضرات نے کھجوریں کھائیں' اور پانی نوش فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ منجملہ ان نعمتوں کے ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا۔ ٹھنڈا سایہ' تازہ عمدہ کھجور' اور ٹھنڈا پانی .... پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ ان کے لئے کھانا تیار کرانے چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' "دودھ والی بکری نہ کاٹ لینا" انہوں نے ایک بزغالہ ذبح (کر کے کھانا تیار) کیا۔ ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے فرمایا' کیا تمہارے پاس کوئی خدمتگار ہے؟ عرض کیا' نہیں! فرمایا' جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آیئے (تمہیں خادم دیں گے) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف

دو راس غلام آئے۔ تیسرا نہیں تھا تو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ان دونوں میں سے اپنی پسند کا ایک لے لو۔ عرض کیا' اے اللہ کے نبی! آپ ہی میرے لئے پسند فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' "جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ (پس اس کے لئے روا نہیں کہ مشورہ لینے والے کی مصلحت کو نظرانداز کرے' اور اسے غلط مشورہ دیکر خیانت کا مرتکب ہو' پھر ان دونوں غلاموں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ لے لو' کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے' اور اس کے ساتھ بھلائی کی وصیت (کرتا ہوں' اس کو) قبول کرو"۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اس غلام کو لیکر اپنی بیوی کے پاس پہنچے' اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کیا۔ تو بیوی بولیں' تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل نہیں کر سکو گے (کیونکہ کبھی بر بنائے بشریت اس کے معاملہ میں اونچ نیچ ہو سکتی ہے) سوائے اس صورت کے کہ تم اس کو آزاد کرو' حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ آزاد ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کو اس کی خبر ہوئی تو آپ) نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھیجے یا خلیفے مقرر کئے' ان کے لئے دو مشیر مقرر فرمائے۔ ایک مشیر اس کو بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے' اور دوسرا مشیر (غلط مشورے دیکر) فساد انگیزی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا' اور جو شخص برے مشیر سے بچا لیا گیا وہ بچ گیا"۔

تشریح: یہ حدیث بہت سے اہم فوائد پر مشتمل ہے۔

اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم اجمعین کی تنگی معیشت' اور بعض اوقات ان کا بھوک سے بے تاب ہو جانا۔

دوم: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت و فضیلت' حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی بے وقت حاضری بھی شاید بھوک کی وجہ سے ہوئی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کا سبب دریافت فرمایا توانہوں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات' آپؐ کے دیدار پُرانوار سے لطف اندوز ہونے اور سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ یہی چیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھوک کا علاج اور ان کے درد کا درماں تھی۔ اس لئے انہوں نے اصل سبب کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ جس تدبیر سے یہ سبب زائل ہو سکتا تھا اس کا ذکر فرمایا۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق' بارگاہ نبوی میں ان کا ادب' حسن تعبیر اور سلیقہ عرض داشت میں ان کا کمال واضح ہوتا ہے۔

سوم: اس حدیث سے حضرت ابوالہیثم صحابی رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل و مناقب بھی معلوم ہوئے۔ مثلاً" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از خود ان کے گھر کو تشریف بری کا شرف بخشنا' جو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعلق اور نہایت بے تکلفی کی دلیل ہے' پھر ان کا فرط مسرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹنا' "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں" کے الفاظ سے آپ کا استقبال کرنا' اور آپؐ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز رفقا کے اعزاز و اکرام کا مظاہرہ کرنا۔

چہارم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کی کتنی قدر فرماتے تھے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نعمتوں کی جن کی طرف عام لوگوں کو التفات بھی نہیں ہوتا' کیسی عظمت ظاہر فرمائی کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن بندوں سے

سوال ہو گا، حق تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کی قدر کرنا اور ان پر شکر بجا لانا معرفت الٰہی کا ایک عظیم الشان شعبہ ہے۔ جب بندہ اس پر نظر کرے کہ اس کریم آقا نے اپنے انعامات کی کیسی بارش کر رکھی ہے، حالانکہ میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کا بھی مستحق نہیں تھا، اور نہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا حق ادا کر سکتا ہوں تو اس کے دل میں تشکر و امتنان کے جذبات پیدا ہوں گے، اور وہ دل کی گہرائیوں سے مالک کا شکر ادا کرے گا۔

پنجم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت فرمانا کہ کیا تمہارے پاس کوئی خادم نہیں ہے، اور نفی میں جواب ملنے پر انہیں خادم دینے کا وعدہ فرمانا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محبوبانہ ادا تھی کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بدلہ میں اس پر انعام و احسان ضرور فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی ہدیہ پیش کرے تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور ہدیہ عنایت فرماتے تھے۔ اس سے عارفین نے یہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں جو امتی صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے اس ہدیے کا بدلہ عنایت فرمایا جاتا ہے، اور جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے سلام کا ہدیہ بھیجا جائے اس کی خوش بختی لائق رشک ہے، اور قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں کے لئے شفاعت فرمانا بھی اس کا ایک مظہر ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

"اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمدن النبی الامی وآلہ وسلم تسلیماً"

ششم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے جواب میں کہ

ان دو غلاموں میں اپنی پسند کا ایک منتخب کر لو' حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پسند فرما دیں۔ انکے عشق و محبت اور کمال ایمان کی دلیل ہے۔ مومن کامل کی نظر میں وہی چیز پسندیدہ ہے جس کو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہو۔ اس کی پسند و ناپسند اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند و ناپسند میں فنا ہو جائے' حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہی شان تھی ..... جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ شکل و شباہت' وضع قطع' لباس و پوشاک' طرز معاشرت وغیرہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو پسند کرتے ہیں' یہ بہت بڑی سعادت سے محروم ہیں' اگر ہم کمال ایمان اور محبتِ نبویؐ سے سرشار ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ چیزیں ہمیں محبوب و مرغوب نہ ہوتیں۔

ہفتم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے"۔ شریعت کے قواعد میں سے ایک اہم ترین قاعدہ ہے جس پر حسن معاشرت اور اخلاق عالیہ کا مدار ہے' جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے مشورہ لینے والے کی خیرخواہی اور مصلحت کی پوری پوری رعایت رکھتے ہوئے مخلصانہ مشورہ دینا چاہئے۔ یہ مشورہ اس کے پاس امانت ہے' اور اسے غلط مشورہ دیکر اس امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہئے۔

ہشتم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمانا' کہ اس کو لے لو' کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' اور پھر اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرمانا' اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کتنی قدر تھی۔

اور یہ کہ جو شخص نماز کی دولت سے محروم ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب سے گرا ہوا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

سے وصیت اور تاکید ہے۔

نہم: اس حدیث سے حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت بھی معلوم ہوئی کہ جب ان کو یہ علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، تو انہوں نے اپنے شوہر کو مشورہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دینا چاہئے۔ بظاہر یہ بہت بڑی قربانی تھی، اور عورتیں عموماً مال کی حریص ہوا کرتی ہیں، لیکن تعمیل ارشاد نبوی کے لئے ان محترمہ کا یہ مشورہ دینا ان کے کمال عقل و ذہانت، دنیا سے بے رغبتی اور اللہ و رسولؐ کی رضا میں فنائیت کی دلیل ہے۔

پھر حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کا اپنی اہلیہ کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے کھڑے کھڑے اس غلام کو آزاد کر دینا جہاں ان کی فضیلت و منقبت ہے وہاں یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نیک مشورہ کوئی چھوٹا آدمی بھی دے، اس کو قبول کر لینا بھی عین سعادت اور کمال فراست ہے۔

دہم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے مشورہ کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر نبی اور ہر خلیفہ کے ساتھ ایک نیکی کا مشیر ہوتا ہے (یعنی فرشتہ)۔ اور ایک برائی کا مشیر ہوتا ہے (یعنی شیطان) اور حق تعالیٰ شانہ جس کی حفاظت فرماتے ہیں وہ برائی کے مشیر سے بچا لیا جاتا ہے، اور اسے نیکی کے مشیر کے مشورہ پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کو بھلائی کا مشورہ دیتا ہے، اور ایک شیطان مقرر ہے جو اس کو برائی کا مشورہ دیتا ہے، اس لئے مومن کو اس بارے میں بطور خاص محتاط رہنا چاہئے کہ وہ غلط مشورہ دینے والے کے مشورہ پر عمل نہ کرے، بلکہ بھلائی کے مشیر کے مشورہ پر عمل کرے۔ وباللہ التوفیق۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ حَاتِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ.
قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھائے"۔

تشریح: یہ واقعہ غالباً "غزوۂ خندق کا ہے' بھوک کی شدت میں کمر سیدھی رکھنے کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے' اور ان حضرات کو یہ خبر نہ تھی کہ ان کے آقا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بھوک کی شدت سے بے تاب ہیں۔ جب ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تو ان کی تسلی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حالت کا اظہار فرمایا .... اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و قناعت' ان کی ریاضت و مجاہدہ اور ان کے صبر و استقلال کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس حدیث سے دنیا کی ذلت و حقارت اور خست و دناءت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ اگر دنیا کے تنعم اور لذّات میں ذرا بھی خیر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ:

سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ (۱) مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ ، قَالَ : وَهٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

قَالَ أَبُوعِيسَى : وَرَوَى أَبُو عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي الأَحْوَصِ . وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ عُمَرَ .

ترجمہ : "سماک بن حربؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا تم کو کھانے پینے کی وہ چیزیں میسر نہیں جو تم چاہتے ہو؟ بخدا! میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کھجوریں بھی اتنی میسر نہ تھیں جن سے اپنا پیٹ بھرلیں"۔

تشریح : "دقل" ردی اور خشک کھجور کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انواع و اقسام کے لذیذ کھانے توکیا میسر ہوتے، گھٹیا قسم کی ردی اور خشک کھجوریں بھی اتنی فراغت اور فراوانی سے میسر نہ تھیں جن سے آدمی پیٹ بھرلے۔

اصل مالداری دل کا غنی ہونا ہے

باب

مَا جَاءَ أَنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنِ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَأَبُو حُصَيْنٍ اسْمُهُ عُثْمَانُ ابْنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِيُّ .

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال داری زیادہ سازو سامان سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اصل مالداری دل کا غنی ہونا ہے"۔

تشریح: عام ذہن یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس زیادہ مال و دولت اور سازو سامان ہو وہ غنی اور مالدار ہے، اور جس کے پاس کم ہو وہ فقیر اور محتاج کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عام غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مال و دولت کی کثرت آدمی کو غنی نہیں بناتی، بلکہ غنی تو دراصل وہ شخص ہے جو دل کا غنی اور سیر چشم ہو۔ کیونکہ غنی وہ ہے جس کے دل میں مال و دولت کی ہوس اور سازو سامان کی حرص نہ رہے۔ یہ سیر چشمی خداداد عطیہ ہے۔ جس کو چاہیں حق تعالیٰ نصیب فرما دیں۔ مال و دولت کے انباروں سے دل کی یہ بھوک ختم نہیں ہوتی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ مال جس قدر بڑھتا جائے اس کی حرص میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور دل کی پیاس اور بھڑکتی ہے، اس لئے بزرگ فرماتے ہیں۔

آنانکہ غنی تراند محتاج تراند

یعنی جو لوگ زیادہ مالدار ہیں وہ مسکین زیادہ محتاج ہیں۔ لوگ مال و دولت میں استغنا تلاش کرتے ہیں، حالانکہ مال کی ہوس کو بڑھاتے چلے جانا وہ بیماری ہے جس کا علاج دنیا بھر کے خزانوں سے نہیں ہو سکتا۔ ایسے شخص کو دنیا بھر کے خزانے بھی مل جائیں تب بھی اس کی حرص کا دوزخ ہل من مزید پکارے گا۔ پس اصل غنا یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کسی کے دل کی ہوس ختم کر

دیں۔ اور دنیا کے خزانے اس کی نظر میں مٹی کا ڈھیر بن جائیں' اور یہ دولت اہل اللہ کی صحبت میں میسر آسکتی ہے' ورنہ دنیا کے بازار سے اس کو خریدا نہیں جا سکتا۔

مال کو اس کے حق کے ساتھ لینے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِی أَخْذِ الْمَالِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ : سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَيْسٍ ، وَكَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ ، مَنْ أَصَابَهُ بِحَقِّهِ بُورِكَ لَهُ فِيهِ ، وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ (۱) فِيمَا شَاءَتْ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ مَالِ اللهِ وَرَسُولِهِ لَيْسَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا النَّارُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو الْوَلِيدِ اسْمُهُ عُبَيْدُ سَنُوطَى .

ترجمہ : "حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا' جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ یہ مال سرسبز' میٹھا اور مزیدار ہے۔ پس جس شخص نے اس کو حق کے ساتھ لیا' اس کے لئے اس میں برکت ہو گی' اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ و رسول کے مال میں جہاں چاہتے ہیں گھس جاتے ہیں' ان کے لئے قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہیں"۔

تشریح: یعنی دنیا کا مال و دولت بالطبع مرغوب اور لذیذ ہے' اور یہ ہر شخص کو خوشنما معلوم ہوتا ہے' اور لوگ اسے حاصل کرنے اور سمیٹنے کے حریص نظر آتے ہیں' اور پھر مال کمانے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض لوگ تو اس کو حق کے ساتھ لیتے ہیں کہ مال کمانے کے جو ذرائع حرام یا مکروہ ہیں ان سے پرہیز کرتے ہیں' بلکہ حلال اور طیب کمائی پر اکتفا کرتے ہیں' اور مال کے کمانے میں شریعت کے احکام کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں' ان لوگوں کے لئے تو یہ مال موجب برکت ہو گا۔ دنیوی برکت یہ کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و رضا جوئی' صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی کا ذریعہ بنا دیا جائے گا' اور اس سے حق تعالیٰ کے تعلق اور قرب میں اضافہ ہو گا' دنیوی آفات سے بھی محفوظ رہیں گے' اور حرام راستوں میں ان کا مال خرچ نہیں ہو گا' اور آخرت کی برکت یہ کہ وہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

لیکن بہت سے لوگ مال کی لذت اور خوشنمائی پر ایسے ریجھ جاتے ہیں کہ اس کے اندر چھپے ہوئے زہر پر ان کی نظر نہیں جاتی' آخرت سے غافل' خدا تعالیٰ کی عبادت سے بے پروا اور مال کمانے سے متعلق خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دئے ہیں ان سے بے نیاز ہو کر زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں' دن کا چین اور رات کی نیند ان کے لئے حرام کر دیتے ہیں' ایسے لوگوں کے لئے یہ مال نہ دنیا میں باعث برکت ہو گا' نہ آخرت میں۔ دنیا میں یہ بے چینی و پریشانی اور آفات و مصائب کو ساتھ لیکر آئے گا' اور پھر جس طرح حرام راستہ سے آیا تھا اسی طرح فضول اور لایعنی چیزوں میں برباد بھی ہو گا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "لوگو! میں تمہارے اخراجات کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ مال تم نے کس ذریعہ سے کمایا"۔ یعنی اگر نیک کاموں میں مال خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مال صحیح ذریعہ سے کمایا گیا۔ اور اگر ناجائز یا فضول چیزوں میں خرچ ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ غلط ذریعہ سے کمایا گیا۔ ورنہ اگر مال حلال ہوتا تو

یوں ضائع نہ ہوتا۔

اور آخرت کا وبال یہ ہے کہ اس حرام ذریعہ سے مال کمانے پر یہ شخص سزا کا مستوجب اور دوزخ کا مستحق ہو گا، اور پھر جن غلط اور فضول چیزوں میں مال خرچ کیا اس کا وبال بھی اس کو بھگتنا ہو گا۔ جو مال کمایا تھا اس کا اکثر و بیشتر حصہ یہیں دھرا رہ جائے گا، اور وارث اس کے ساتھ عیش اڑائیں گے۔ لیکن اس کا حساب و کتاب اس کو دینا پڑے گا۔ حق تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے، اور اس مال کی آفات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لُعِنَ عَبْدُ الدِّينَارِ، لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے دینار کا بندہ، ملعون ہے درہم کا بندہ"۔

تشریح: یہ حدیث جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے ارشاد فرمایا ہے یہاں مختصر نقل ہوئی ہے، مشکوٰۃ شریف کے ص ۴۳۹ میں صحیح بخاری کے حوالے سے یہ حدیث مفصل مذکور ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

«تعِس عبد الدينار وعبد الدرهم وعبد الخميصة إن أعطي رضي وإن لم يعطَ سخط تعِس وانتكس وإذا شيك فلا انتقش طوبى

لعبد آخذ بعنان فرسه فی سبیل الله أشعث رأسه مغبرة قدماه إن كان فی الحراسة كان فی الحراسة وإن كان فی الساقة كان فی الساقة إن استأذن لم یؤذن له وإن شفع لم یشفع»، رواه البخاری. (مشکوۃ ص۴۳۹)

ترجمہ: "نامراد ہو دینار کا بندہ' درہم کا بندہ اور دو شالے کا بندہ۔ اگر اس کو دیدیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے' اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ خدا کرے ایسا شخص نامراد ہو۔ سرنگوں ہو' جب اس کے کانٹا چبھے تو نہ نکالا جائے۔

مبارک ہے وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو' سر پراگندہ' قدم غبار آلود' اگر اسے پہرہ پر مقرر کر دیا جائے تو پہرے پر رہتا ہے' اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھا جائے تو وہاں رہتا ہے' اگر وہ کسی کے ہاں جانے کی اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں ملتی اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی"۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے اشخاص کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ایک وہ جو روپے پیسے کے اور دنیا کی عزت و وجاہت اور زینت و آرائش کے خواستگار ہیں' ان کو درہم و دینار اور دو شالوں کے بندے کہہ کر ان کے حق میں بددعا فرمائی ہے' اس لئے کہ ایسے لوگوں کی سعی و عمل اور خوشی و ناخوشی کا محور روپیہ پیسہ ہے' وہی ان کا معبود ہے۔ جس کی غلامی و بندگی میں شب و روز سرگرداں ہیں' ایسے لوگوں کو اگر ان کا مطلوب و محبوب مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں' اور نہ ملے تو اللہ تعالیٰ سے بھی ناراض

ہو جاتے ہیں' اور سو سو طرح حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں' گویا ان کو اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق نہیں جتنی محبت روپے پیسے سے ہے' ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بددعائیں فرمائی ہیں' ایک ہلاکت و ناکامی کی' دوسری ذلت و خواری اور سرنگونی کی' تیسری یہ کہ اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو خدا کرے ان کی یہ تکلیف زائل نہ ہو' اگر ان کے کانٹا چبھے تو خدا کرے ان کا وہ کانٹا نہ نکلے' بلکہ وہ ہمیشہ اسی تکلیف و عذاب میں مبتلا رہیں' ان لوگوں کے حق میں ایسی سخت بددعائیں اس لئے فرمائیں کہ ان کا جرم بھی بہت ہی سنگین ہے۔ انہوں نے حق تعالیٰ شانہ سے جو محبوب حقیقی ہیں' اپنا تعلق توڑا' اور مردار دنیا کو محبوب بنایا' حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے فکر سے بے نیاز ہو کر مخلوق کے لئے محنت کرنے لگے' اور معبود حقیقی کے بجائے انہوں نے روپے پیسے اور دنیا کے کوڑے کرکٹ کی پرستش شروع کر دی' اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں کو عبدالدینار اور عبدالدراہم فرمایا ہے جو روپے پیسے اور مال و دولت کے حاصل کرنے میں احکام الٰہیہ کی پروا نہیں کرتے' اور نہ مال کے خرچ کرنے ہی میں احکام شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو صرف رضائے الٰہی کے طالب ہیں' اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہیں' وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہیں۔ تن بدن کا ہوش نہیں' سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں' اور جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے' اور عزت و وجاہت یا ریاست و امارت کی بو بھی ان کے دماغ میں نہیں۔ ان کو پہرے پر مقرر کر دیا جائے تو پہرے پر لگے ہوئے ہیں' لشکر کی پچھلی صفوں میں انہیں رکھا جائے تب بھی انہیں پروا نہیں کسمپرسی اور بے کسی کا یہ عالم کہ کسی کی سفارش کریں تو کوئی سننے کو تیار نہ ہو' اور کسی کے دروازے پر دستک دیں تو کوئی اندر بلانے پر آمادہ نہ ہو۔ ایسے گمنام لوگ جنہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہو لائق صد رشک اور قابل صد مبارکباد ہیں۔

مال و جاہ کی حرص سے دین کا نقصان

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَيُرْوَى فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ.

ترجمہ: "حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دئے جائیں تو وہ ان کا اتنا نقصان نہیں کریں گے جس قدر کہ مال کی حرص اور جاہ و مرتبہ کی خواہش آدمی کے دین کا نقصان کرتی ہے"۔

تشریح: بھیڑیے کی بکریوں سے دشمنی ضرب المثل ہے، اب تصور کیجئے کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کا کس قدر نقصان کریں گے، خصوصاً" جبکہ بکریوں کی حفاظت و نگہبانی کا بھی کوئی انتظام نہ ہو، بلکہ بکریوں کے چرواہے نے خود ان بھیڑیوں کو ریوڑ میں چھوڑ دیا ہو کہ وہ اطمینان سے جس قدر جی چاہے چیر پھاڑ کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں حبِّ مال اور حبِّ جاہ کو دو بھوکے بھیڑیوں سے تشبیہ دی ہے، اور آدمی کے دین کو بکریوں

کے ریوڑ سے' اور یہ فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے جن کو قصداً" بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہو' بکریوں کا اس قدر نقصان نہیں کریں گے' جس قدر کہ یہ دو چیزیں آدمی کے دین کو برباد کر دیتی ہیں' کیونکہ جس شخص کے دل میں مال کی حرص ہو گی وہ اس کے حصول میں منہمک رہے گا بسا اوقات وہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بھی پروا نہیں کرے گا' اور یہ حرص جس قدر بڑھتی جائے گی اسی قدر آخرت سے غفلت میں اضافہ ہو گا' اسی طرح حبِّ جاہ یعنی بڑا بننے کی خواہش جس شخص میں ہو گی وہ اسی دھن میں سرگرداں رہے گا کہ کیا اسباب و ذرائع اختیار کئے جائیں کہ لوگوں پر اس کی دھاک بیٹھ جائے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مال کی حرص بھی اسی حبِّ جاہ کی بنا پر ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ جتنا مال زیادہ ہو گا اتنا ہی میں لوگوں کی نظروں میں معزز ہوں گا' اس لئے زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کا جنون سر پر سوار رہتا ہے۔

اور حبِّ جاہ دراصل تکبر کا شعبہ ہے' آدمی اپنی حماقت سے اپنے دل میں اپنے آپ کو "بڑا آدمی" سمجھ کر اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی اس کو بڑا سمجھیں' اور یہ بڑائی کی خواہش اور تکبر ہی وہ مرض ہے جس نے شیطان کو مردود و ملعون اور راندۂ درگاہ بنایا۔ اسی سے تمام نفسانی امراض جنم لیتے ہیں' جو آدمی کے دین کو بالکل غارت کر دیتے ہیں' اس لئے ان دونوں امراض کا علاج ضروری ہے' حضرات مشائخ' جو باطن کے طبیب ہوتے ہیں' ان سے تعلق کا اہم ترین مقصد انہی امراض نفسانی کا معالجہ ہے' مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں' خصوصاً" حبِّ جاہ کا مرض تو باطن کا ایسا دق ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص مخلص بندے ہی محفوظ ہوں گے' یہاں چند امور حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے ارشادات سے نقل کرتا ہوں' حضرتؒ فرماتے ہیں:

۱: "شرعاً" وہ حرص' حرص ہی نہیں جس کے مقتضا پر عمل نہ ہو' حرص شرعی وہی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اس کے ملنے پر طبعاً" خوشی بھی ہوتی ہے، لیکن اے اللہ! اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے۔ بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے۔ مثلاً" اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے، کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے"۔

۲: "جاہ و کبر کا داعیہ تو معصیت نہیں، باقی ان کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ اختیاری ہے، مکلف تو صرف اسی قدر کا ہے کہ مقتضا پر عمل نہ کرے، لیکن اگر خلاف مقتضا پر عمل کرے تو اور زیادہ اقوی اور انفع ہے"۔

۳: "جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے وہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو۔ اور جو بدون طلب حاصل ہو وہ مضر نہیں ہوتی، اس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے"۔

(انفاس عیسیٰ ص ۱۷۸ و ۱۷۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا کی حقیقت

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ . حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ حُبَابٍ أَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ . حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ : نَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ ، فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً ، فَقَالَ : مَالِي وَمَا لِلدُّنْيَا ، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا .

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، جب اٹھے تو پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کاش ہم آپؐ کے لئے کوئی نرم بستر تیار کر لیتے (جس سے بدن مبارک کو راحت پہنچتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میری مثال تو دنیا میں ایسی ہے کہ کوئی سوار چلتے چلتے ذرا سی دیر کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا، پھر تھوڑی دیر بعد چل پڑا، اور اس سائے کو چھوڑ گیا"۔

تشریح: یہ حدیث چار مسائل پر مشتمل ہے:

اول : اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا نقشہ سامنے آتا ہے کہ آپ کو اتنا بھی اہتمام نہیں کہ آرام و راحت کے لئے کوئی نرم و نازک بستر ہی بنا لیا جائے، دوسرے تکلفات اور راحت و آسائش کے دوسرے اسباب کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اہتمام ہوتا۔

دوم : یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و فقر کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس کو ازخود اختیار فرما رکھا تھا، ورنہ آپ کے جاں نثار صحابہ (رضوان اللہ علیہم) آپ پر سب کچھ نثار کرنے کو حاضر تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بلند دنیوی آسائش اور فانی لذات سے بہت بالاتر تھی۔ اس لئے آپؐ نے ان کو قصداً قبول نہیں فرمایا۔ اسی لئے عارفین فرماتے ہیں:

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

سوم : اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی کیا حیثیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے کہ مسافر چلتے چلتے چند لمحے ستانے کے لئے کسی درخت

کے سائے میں آبیٹھا۔ اور ذرا سا ستا کر وہاں سے چل پڑا' اور اس سائے کو خیرباد کہہ دیا۔ کوئی شخص اس سائے کی راحت و لذت میں ایسا منہمک ہو جائے کہ اسی کو اپنا گھر بنا بیٹھے تو ایسا شخص عقل و خرد سے بیگانہ ہے' ٹھیک اسی طرح یہ دنیا کسی کا گھر نہیں' بلکہ مسافران آخرت کے سفر کی درمیانی منزل ہے' جو شخص اس سرائے فانی میں دل لگا کر اپنی اصل منزل کو بھول جائے اور یہ بات اس کے ذہن سے نکل جائے کہ اسے یہاں سے کوچ کرنا ہے وہ فرزانہ نہیں۔ دیوانہ ہے' یہاں سے معلوم ہو گا کہ جن لوگوں کی ساری قوتیں دنیا کی تعمیر و ترقی میں کھپ رہی ہیں وہ کس قدر جہل مرکب میں مبتلا ہیں' اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں گے اس وقت ان کی حالت کس قدر قابل رحم ہو گی' کہ ان مسکینوں نے ساری عمر جس چیز پر محنت کی تھی وہ ناپائیدار نکلی' اور جو چیز ہمیشہ رہنے والی تھی اس کے لئے انہوں نے محنت نہ کی:

نرقع دنیانا بتمزیق دیننا فلا دیننا یبقی ولا مانرقع

ترجمہ: "ہم اپنے دین کو پھاڑ پھاڑ کر اپنی دنیا کو پیوند لگا رہے ہیں۔ پس نہ تو ہمارا دین باقی رہے گا' اور نہ وہ دنیا جس کی پیوند کاری کی تھی"۔

چہارم: دنیا سے بے رغبتی کا سبب دو چیزیں ہیں۔ ایک اس کی ذلت و قلت' اور دوسری اس کی ناپائیداری کیونکہ اول تو کوئی کتنا ہی سر پھوڑے دنیا کی تمام آسائشیں مہیا کرنے سے قاصر رہے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ یہاں کسی کی ساری خواہشیں اور چاہتیں پوری ہو جائیں' اس لئے بزرگوں کی نصیحت ہے:

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد ہرچہ گیرید مختصر گیرید

اور بالفرض کسی کو ساری دنیا بھی مل جائے تو اس کی قدر و قیمت آخرت کے مقابلہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ یہ تو دنیا کی ذلت و قلت کا حال ہے' اور پھر اپنی تمام تر حقارت و ذلت کے باوجود وہ فانی' زوال پذیر

اور ناپائیدار ہے، اول تو دنیا ہی آدمی کو چھوڑ دیتی ہے، ورنہ آدمی اس کے چھوڑنے پر تو بہرحال مجبور ہے۔ دنیا کا کوڑا کرکٹ جتنا زیادہ جمع کیا ہوگا مرتے وقت اتنی ہی حسرت زیادہ ہوگی:

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

اس حدیث پاک میں دنیا کے فنا و زوال کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے، کہ دنیا اپنے فنا و زوال کی وجہ سے اس لائق نہیں کہ کوئی عاقل یہاں دل لگائے، حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے اس روسیاہ کو بھی چشم بصیرت نصیب فرمائے۔

دوستی کس سے لگائی جائے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ. حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر ایک شخص کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ آدمی کی دوستی اسی کے ساتھ ہوگی جس کے ساتھ اس کو طبعاً" مناسبت ہو، بغیر طبعی مناسبت اور قدر مشترک کے دو شخصوں کے درمیان دوستانہ جوڑ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نیک آدمی کی دوستی نیکوں کے ساتھ ہوتی ہے، اور برُے کی برُوں کے ساتھ۔ دنیا دار کی اہل دنیا کے ساتھ، اور دیندار کی اہل دین کے ساتھ، وغیرہ۔ پس اگر یہ دیکھنا چاہو کہ

فلاں شخص کس مذاق کا ہے تو یہ دیکھ لو کہ اس کی نشست و برخاست اور الفت و محبت کن لوگوں کے ساتھ ہے' جس قماش کے اس کے یار اور ہمجولی ہوں گے اسی مزاج کا یہ بھی ہو گا۔

اور پھر آدمی کی طبیعت سراقہ (چوری کرنے والی) واقع ہوئی ہے' اس میں فطری طور پر اخذ و انفعال کا مادہ رکھا گیا ہے' جس کے ساتھ اس کی الفت و محبت اور رفاقت' مصاحبت ہو گی یہ دانستہ و نادانستہ اس کے اخلاق و عادات اور اوصاف و خصائل کو اپناتا چلا جائے گا' اور الفت و محبت میں جتنا اضافہ ہو گا اسی قدر دوست کے ساتھ ہمرنگی بھی بڑھتی جائے گی۔ یہ انسانی نفسیات کا ایک عظیم اصول ہے جس کی طرف حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی ہے۔

پہلا فقرہ تو ایک نفسیاتی اصول کی حیثیت رکھتا ہے' دوسرا فقرہ تشریعی حکم ہے' یعنی جب معلوم ہوا کہ آدمی اپنے دوست کے دین و اخلاق کو اپناتا ہے تو آدمی کو خوب غور و فکر سے دوستی کا تعلق قائم کرنا چاہیے۔ اور یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کسی اچھے آدمی سے دوستی کر رہا ہے' یا بُرے سے۔ اچھے آدمی سے دوستی کرنا محمود اور موجب سعادت ہے' اور برے سے یارانہ گانٹھنا مذموم اور موجب شقاوت ہے۔

انسان کے مال واولاد اور عمل کی مثال

باب

مَا جَاءَ مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ وَعَمَلِهِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ المُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الأَنْصَارِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَتْبَعُ المَيِّتَ ثَلَاثٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : "حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میت کے پیچھے (قبر تک) تین چیزیں جاتی ہیں' دو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے' اس کے پیچھے اس کے اہل وعیال' اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے' اہل و عیال اور مال واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہ جاتا ہے"۔

تشریح : آدمی کے تین دوست ہیں جن کے لئے یہ جان کھپاتا ہے' ایک اس کا مال' دوسرے اس کے خویش' اور تیسرا اس کا عمل .... مال کی وفاداری تو جیتے جی تک ہے' جونہی روح و تن کا رشتہ ختم ہوا اس کا مال اس کی ملک سے نکل کر وارثوں کی ملک میں چلا گیا' اور اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی وفاداری قبر تک ہے' جونہی اسے قبر میں دفن کیا گیا اہل و عیال' عزیز و اقارب اور دوست احباب نے اس سے منہ موڑ لیا' اور منوں مٹی ڈال کر واپس گھر لوٹ آئے۔ البتہ عمل کا ساتھ ہمیشہ رہتا ہے' قبر میں بھی اور حشر میں بھی ..... اس لئے عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ وفادار ہے یعنی عمل۔ اس کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کی جائے۔ عمل کی وجہ سے اگر کچھ مال کا نقصان ہوتا ہے' یا اہل و عیال اور دوست احباب ناراض ہوتے ہیں ان کی پروا نہ کی جائے۔ لیکن عام لوگوں کا رویہ بالکل برعکس ہے۔ وہ مال کی وجہ سے اپنے عزیز و اقارب سے بگاڑتے ہیں' اور عزیز و اقارب کی خاطر عمل کو برباد کرتے ہیں۔ اس حدیث میں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ سب سے مقدم عمل ہے' اور اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا ہے کہ قبر اور حشر میں (بلکہ اس سے پہلے نزع کی حالت میں بھی) آدمی کے ساتھ اس کے اعمال کے

مطابق معاملہ ہو گا' اگر نیک اعمال کا ذخیرہ ساتھ لیکر گیا تو راحت و رضوان کا مستحق ہو گا' اور اگر برے اعمال کا بوجھ لاد کر لے گیا تو اس کے مطابق سزا کا مستحق ہو گا۔ پھر نہ اس کا مال کام آئیگا۔ اور نہ اہل و عیال اس کا بوجھ بٹائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی رحمت و رضوان سے نوازیں' آمین۔

زیادہ کھانے کی ممانعت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الْأَكْلِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ الْحِمْصِيُّ وَحَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ . بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ . حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ . حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ عَيَّاشٍ نَحْوَهُ وَقَالَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ کسی آدمی نے کوئی برتن نہیں بھرا جو پیٹ سے بدتر ہو۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں' اور اگر بہت ہی کھانا ہو تو پیٹ کا

ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ہونا چاہئے' ایک تہائی پانی کے لئے۔ اور ایک تہائی سانس کے لئے"۔

تشریح: پیٹ سب سے بدتر برتن ہے۔ اس لئے کہ جو چیز اس میں جاتی ہے وہ نجس اور گندی ہو جاتی ہے' اور پھر سڑکر فضلات کی شکل میں خارج ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کھانا خود مقصود نہیں' بلکہ ایک ضرورت ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا قیام عادۃً ممکن نہیں' اور یہ مقصود چونکہ چند لقموں سے حاصل ہو سکتا ہے اس لئے اصل تو یہی ہوا کہ آدمی چند لقموں پر کفایت کرے' لیکن اگر اس پر طبیعت راضی نہ ہو تو معتدل طریقہ یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے کر لے۔ ایک حصہ کھانے کا۔ ایک پانی کا' اور ایک سانس کے لئے ایسا نہ کرے کہ پیٹ کو اناڑی کی بندوق کی طرح کھانے ہی سے بھر لے کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے۔ حکمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پُرخوری مضر صحت ہے۔ اس سے بدن میں کسل اور گرانی پیدا ہوتی ہے' طبیعت کا نشاط ختم ہو جاتا ہے' اور آدمی کو ذکر و عبادت میں بھی مزہ نہیں آتا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"غذائے جسمانی کی کثرت سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے"۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

تہی از حکمتی بعلت آں — کہ پری از طعام تابینی

(تم حکمت سے اس وجہ سے خالی ہو کہ کھانے سے ناک تک پیٹ بھر رکھا ہے)

اس لئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہئے۔ بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے' بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے۔

اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے' ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے

اور کام نہیں ہو سکتا' اور ایک ضرر مقصود سلوک کا ہے' وہ یہ
کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ تشبہ بالملائکہ حاصل کرے' اور
تشبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شبع سے
بدمست ہو' نہ جوع سے پریشان ہو' بلکہ معتدل حالت میں رہ
کر طمانیت و جمعیت قلب سے متصف ہو۔

پس کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے' نہ بہت
کھانا مطلوب ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ "اذا حضر العشاء و
العشاء فابدء وابا لعشاء" (جب ایک طرف عشا کی نماز کا
وقت ہو' اور دوسری طرف رات کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا
کھالو) فقہا نے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کھانا
ٹھنڈا ہونے' اس کی لذت زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو جب
بھی نماز کو موخر کر دینا جائز ہے۔ منشا اس کا وہی تحصیل جمعیت
قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آوے کہ نماز جلدی پڑھوں
تاکہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جاوے"۔ (انفاس عیسیٰ ص ۱۸۲)

یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین سے کم کھانے کے جو واقعات منقول ہیں ہم ضعفا کو ان کی ریس نہیں کرنی چاہئے' کیوں کہ ہم اپنے ضعف کی وجہ سے ان کی کم خوری کا تحمل نہیں کر سکیں گے' اس لئے اس زمانے میں مشائخ تقلیل طعام کا مجاہدہ نہیں بتاتے تاکہ ضعف غالب نہ آجائے' حضرت حکیم الامت" فرماتے ہیں:

"پہلے صوفیہ سے جو تقلیل غذا کے واقعات منقول ہیں
آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا' کیونکہ ان حضرات میں قوت
زیادہ تھی' ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہ
ہوتی تھی۔

عبادت میں نشاط و سرور صحت و قوت ہی سے ہوتا ہے'
اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیل غذا سے صحت برباد ہو جاتی

ہے، فاقہ کر کے نماز پڑھنے سے انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں گی، زبان و قلب سے کچھ نہ نکلے گا" (حوالہ بالا)

طبرانی کے حوالہ سے مجمع الزوائد (۲ : ۲۵۷) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ نفلی روزہ نہیں رکھتے تھے، اور فرماتے تھے جب میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اور نماز مجھے روزے سے زیادہ محبوب ہے، اگر روزہ رکھتے تھے تو مہینے میں بس تین دن کا رکھتے تھے۔ طبقات ابن سعد (۳ : ۱۵۵) میں عبدالرحمٰن بن یزید کا قول نقل کیا گیا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کم روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا میں نے روزے کے بجائے نماز کو اختیار کر لیا ہے۔ میں روزہ رکھتا ہوں تو ضعف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(حیات الصحابہ ۳ : ۹۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور روزے سے چونکہ ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور طبیعت میں نشاط و انشراح نہیں رہتا، اس لئے وہ زیادہ نفلی روزے نہیں رکھتے تھے تاکہ نماز میں خوب نشاط رہے، اس سے معلوم ہوا کہ خوراک کی کمی بس اس حد تک مطلوب ہے کہ آدمی کی قوت و نشاط میں خلل واقع نہ ہو۔

ریا اور دکھلاوے کی مذمت

باب

مَا جَاءَ فِی الرِّیَاءِ وَالسُّمْعَةِ

حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ. حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَیْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ أَبِی سَعِیدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ یُرَائِی یُرَائِی اللهُ بِهِ، وَمَنْ یُسَمِّعْ یُسَمِّعِ اللهُ بِهِ قَالَ: وَقَالَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ جُنْدَبٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دکھاوا کرے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کا دکھاوا کرے گا۔ اور جو شخص سنائی کرے اللہ تعالیٰ اس کی سنائی کرے گا۔ نیز اسی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا"۔

تشریح: یعنی جو شخص لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے قیامت کے دن اس کے دل کے اس کھوٹ کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ اور بجائے اس کے کہ اس کا نیک عمل اس کے لئے رحمت و رضوان کا ذریعہ بنتا، الٹا اس کی ذلت و رسوائی اور فضیحت کا سبب بن جائے گا۔ کیونکہ کسی عمل کی قبولیت کے لئے اخلاص شرط ہے۔ یعنی محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے نیک عمل کیا جائے، نہ مخلوق کی داد و تحسین پر نظر ہو، نہ دنیوی عزت و وجاہت مطلوب ہو، نہ شہرت سے غرض ہو،

"إِنَّ صَلوٰتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَه"

(الانعام ١٦٢، ١٦٣)

اس حدیث پاک سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اعمال کا ایک تو ظاہری ڈھانچہ ہے، اور ایک ان کی روح ہے، کسی عمل کی قبولیت کے لئے یہ

شرط ہے کہ اس کا ظاہری ڈھانچہ بھی درست ہو' اور اس میں روح بھی موجود ہو' اگر عمل کا ظاہری ڈھانچہ غلط ہے تب بھی وہ عمل مردود ہے' اور اگر ظاہری ڈھانچہ تو درست ہے لیکن اس میں روح نہیں تب بھی وہ مردود اور مردار ہے۔

ظاہری ڈھانچہ کے صحیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ طریقہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو' اور روح سے مراد یہ ہے کہ وہ عمل محض رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے' مخلوق کو دکھانے' سنانے کے لئے نہ کیا جائے' پس جو عمل سنت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کے خلاف ہو' اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی بھی کوئی قیمت نہیں۔ خواہ کرنے والے نے کتنے ہی اخلاص سے کیا ہو' اور جس عمل سے مقصود رضائے الٰہی نہ ہو وہ بھی نہ صرف یہ کہ بے قیمت ہے' بلکہ جس طرح روح نکل جانے کے بعد جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے اعمال جن کا مطمح نظر مخلوق کی خوشنودی تھا' قیامت کے دن متعفن ہو جائیں گے اور ریاکاری کی بدبو سے خود عمل کرنے والے کا دماغ بھی پھٹا جائے گا' وہ اس تعفن کو چھپانے پر قادر نہ ہو گا' بلکہ تمام اہل محشر کو اس کی نیت کی گندگی معلوم ہو جائے گی' نعوذ باللہ۔

دوسری بات اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوئی کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا و سزا ان کے مناسب ہو گی۔ جو شخص اپنے عمل سے محض مخلوق کو راضی کرنا چاہتا تھا اس کو یہ سزا ملے گی کہ اس کا وہی عمل مخلوق کے تنفر کا ذریعہ بنے گا' جو شخص عمل سے شہرت و عزت کا طالب تھا اس کو یہ سزا ملے گی کہ یہی عمل اس کی ذلت و تشہیر کا سبب بن جائے گا۔

یہ تو آخرت کی سزا ہے' اس کا کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھا دیا جاتا ہے' چنانچہ جو شخص محض رضائے مولیٰ کا طالب ہو۔ خواہ وہ اپنی حالت کو کتنا ہی چھپائے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی عزت و وجاہت قلوب میں راسخ فرما دیتے ہیں۔ اور جو شخص محض ریاکاری کے لئے بنا سنوار کر عمل کرتا ہے تاکہ لوگوں کی نظر

میں معزز ہو جائے اور لوگ اس کو بزرگ اور خدا رسیدہ سمجھ کر اس کی تعظیم کیا کریں، خواہ وہ اپنی ریاکاری کو کتنا ہی چھپائے لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ اس کی مکاری و ریاکاری کو ظاہر فرما دیتے ہیں، اور عام مخلوق اس سے نفرت کرنے لگتی ہے، اور اس کی ریاکاری کا عام شہرہ ہو جاتا ہے، اس لئے حدیث پاک کے مضمون کو اگر دنیا و آخرت دونوں کے لئے عام قرار دیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، گویا ریاکاری کی اصل ذلت و تشہیر تو آخرت میں ہو گی مگر کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھا دیا جاتا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مخلوق کی خاطر کوئی عمل کرنا نفس کی سب سے بڑی حماقت ہے، کیونکہ ایسے عمل پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تو اس لئے مرتب نہیں ہوتی کہ اس نے رضائے الٰہی کا قصد ہی نہیں کیا، بلکہ مخلوق کی رضامندی کا قصد کیا، اور مخلوق کی رضا مندی اس لئے مرتب نہیں ہوئی کہ اس کی ریاکاری و مکاری کا بھید آخر کھل کر رہے گا، اور ریاکار، مکار، منافق کو کوئی بھی شخص پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا۔

اس حدیث پاک میں ریا و سمعہ (یعنی مخلوق کو دکھانے اور سنانے کے لئے عمل کرنے) کی صرف سزا ہی بیان نہیں فرمائی گئی بلکہ اس خبیث مرض سے بچنے کا علاج بھی تجویز فرما دیا ہے۔ اور وہ یہی مراقبہ ہے جو میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔

الغرض مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کام کرنا ریاکاری ہے، جو درحقیقت نفاق کا ایک شعبہ ہے، اس کے مقابلہ میں اخلاص ہے کہ آدمی محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے عمل کرے، اخلاص تمام اعمال کی جان ہے، اور جس قدر اخلاص زیادہ ہو گا اسی قدر عمل میں وزن ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان کو ریا و سمعہ سے محفوظ رکھے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ . أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ أَبُو عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِينَةَ ،

فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ: مَنْ هَذا؟ فقالوا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ، فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا قُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ، ثُمَّ نَشَغَ(١) أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً، فَمَكَثَ قَلِيلاً ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً أُخْرَى، ثُمَّ أَفَاقَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً أُخْرَى ثُمَّ أَفَاقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فِي هَذَا الْبَيْتِ مَا مَعَهُ أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً، ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ عَلَيَّ طَوِيلاً، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ، فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ، وَرَجُلٌ يَقْتَتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ، فَيَقُولُ اللهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ. فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ. وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ. وَيَقُولُ اللهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلَانًا قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ. قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ، فَيَقُولُ اللهُ

لَهُ كَذَبْتَ ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ . وَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى : بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ . وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ ، فَيَقُولُ اللهُ لَهُ : فِيمَاذَا قُتِلْتَ ؟ فَيَقُولُ : أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ . فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ كَذَبْتَ ، وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ . وَيَقُولُ اللهُ : بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَاكَ ، ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَقَالَ الْوَلِيدُ أَبُو عُثْمَانَ : فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ شُفَيًّا هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا . قَالَ أَبُو عُثْمَانَ : وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : قَدْ فُعِلَ بِهٰؤُلَاءِ هٰذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ ؟ ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ . وَقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هٰذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ : صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ (مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ترجمہ : "عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ شفی اصبحی نے ان سے بیان کیا کہ وہ مدینہ طیبہ گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس پر جمع ہو رہے ہیں' انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب

ہیں، ان کو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ شفی کہتے ہیں کہ یہ سنکر میں آپ کے قریب ہوا، یہاں تک کہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا، وہ اس وقت لوگوں سے احادیث بیان کر رہے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے اور تنہائی ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا کہ میں حق کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو، اور اس کو خوب سمجھا اور جانا ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، میں ایسا ہی کروں گا، تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، اور جسے میں نے خوب سمجھا اور خوب جان رکھا ہے، یہ کہہ کر حضرت ابوہریرہؓ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو فرمانے لگے، ہاں! میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، اور میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس مکان میں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، یہ کہہ کر پھر ایک زور کی چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا تو چہرہ صاف کیا اور فرمانے لگے، جی ہاں! میں ایسا ہی کروں گا، میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھ سے ارشاد فرمائی تھی، میں اور آپؐ اس مکان میں تنہا تھے، میرے اور آپؐ کے سوا ہمارے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، یہ کہہ کر پھر ایک سخت چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر منہ کے بل گرنے لگے، میں نے جلدی سے ان کو سنبھالا، دیر تک ان کو ٹیک دلائے بیٹھا رہا، دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمانے لگے، مجھ سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے نزول فرمائیں گے۔ اس وقت ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہو گی' پس سب سے پہلے تین آدمیوں کی پیشی ہو گی ایک وہ شخص جس نے قرآن کریم جمع کیا تھا (یعنی قرآن کریم کا حافظ و قاری تھا)۔ اور ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا تھا' اور ایک وہ شخص جو بہت مالدار تھا (اور مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیا کرتا تھا)۔

اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائیں گے' کیا میں نے تجھے اپنی اس کتاب کا علم نہیں دیا تھا' جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی؟ وہ عرض کرے گا' بے شک اے رب! ارشاد ہو گا' پھر تو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا' میں رات اور دن نماز میں اس کی تلاوت کیا کرتا تھا' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' تو جھوٹ بکتا ہے' اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ (تو میری رضا کے لئے تلاوت نہیں کرتا تھا بلکہ) تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے' سو کہا جا چکا۔

اور مال دار کو لایا جائے گا' اس سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' کیا میں نے تجھے مال و دولت میں وسعت نہیں دی تھی' اور تجھے ایسا مستغنی نہیں کر دیا تھا کہ تو کسی کا محتاج نہیں تھا وہ عرض کرے گا' بے شک اے رب! ارشاد ہو گا' پھر میں نے جو کچھ تجھے دیا تھا تو نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا' اور صدقہ و خیرات دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بکتا ہے' اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (تو نے صدقہ و

خیرات میری رضا و خوشنودی کے لئے نہیں کیا بلکہ) تو نے یہ چاہا کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں بڑا سخی ہے' سو یہ کہا جا چکا۔

اور اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا تھا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ تو کس لئے قتل ہوا' وہ عرض کرے گا' یا اللہ! آپ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم فرمایا تھا' پس میں نے کافروں سے جنگ کی' یہاں تک کہ میں قتل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ' تو جھوٹ بکتا ہے' اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (تو نے میری رضا و خوشنودی کے لئے جنگ نہیں لڑی بلکہ) تو نے یہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بڑا بہادر ہے' سو کہا جا چکا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا' اے ابوہریرہ! یہ تین آدمی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے ہوں گے جن پر قیامت کے دن دوزخ کی آگ بھڑکے گی۔

ولید ابو عثمان مدائنی کہتے ہیں کہ مجھے عقبہ بن عامر نے بتایا کہ شفی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حدیث خود ان سے بیان کی تھی۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ مجھے علا بن حکیم نے بتایا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شمشیر زن (جلاد) تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا' اور اس نے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ان سے بیان کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر فرمایا' جب ان تین شخصوں کے ساتھ یہ ہوا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنی شدت سے روئے کہ ہمیں خیال ہوا

کہ آپؓ کی روح قبض ہو گئی۔ اور ہم نے کہا کہ یہ شخص بڑے شر کا باعث ہوا' دیر کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا۔ اپنا چہرہ صاف کیا' اور فرمایا' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بالکل سچ ہے"۔

غم کے کنویں سے پناہ مانگنے کا بیان

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنِي الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَمَّارِ ابْنِ سَيْفٍ الضَّبِّيِّ عَنْ أَبِي مُعَانٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ، قَالُوا : يَارَسُولَ اللهِ : وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ ؟ قَالَ : وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ . قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ ؟ قَالَ : الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ .

قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غم کے کنوئیں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔

صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! غم کے کنوئیں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا' یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہو گا؟ فرمایا وہ قاری جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے تھے؟"

تشریح: اوپر کی حدیث میں ان تین شخصوں کا تذکرہ گزر چکا ہے جن کو سب سے پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا' ایک ریاکار قاری اور عالم' دوسرا ریا

کار سخی' اور تیسرا ریا کار شہید...... اس حدیث میں صرف ریا کار قاری کی سزا کا ذکر ہے کہ اس کے لیے جہنم کا وہ طبقہ مخصوص ہو گا جس سے خود جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے..... نعوذ باللہ منہ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ قرآن کریم کا علم سب سے بڑی نعمت اور دولت ہے۔ اس شخص نے چونکہ اس عمدہ ترین نعمت کو گناہ اور معصیت کا ذریعہ بنایا اس لئے یہ سب سے زیادہ عذاب کا مستحق ہوا۔ نیز قرآن کریم کا علم جس کو نصیب ہوا اس میں خوف و خشیت' عبدیت و انابت اور اخلاص و معرفت کی صفات بھی سب سے زیادہ ہونی چاہئیں اور ان صفات کا مقتضی یہ ہے کہ اس کے تمام اعمال خالصتاً" لوجہ اللہ محض رضائے الٰہی کے لیے ہوں' اس کی نظر مخلوق سے یکسر اٹھ جائے' لیکن جس بد قسمت کو قرآن کریم کے علوم حاصل ہونے کے باوجود ان صفات سے محرومی رہی ہو اس کا جہل بھی سب سے قبیح اور بد ترین ہے' اس لیے بد ترین سزا کا بھی مستوجب ہوا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاملین قرآن کو اپنے اعمال کی نگہداشت کرنے اور ان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کی دوسروں سے زیادہ ضرورت ہے۔

نکتہ : اخلاص اور ریاکاری سے متعلقہ احادیث' حضرات محدثین عموماً" اخلاق و آداب میں لاتے ہیں' مگر امام ترمذیؒ نے ان کو ابواب الزھد میں درج فرمایا ہے۔ غالباً" اس کی وجہ یہ ہے کہ زہد نام ہے دنیا سے بے رغبتی کا' اور دنیا میں دو چیزیں سب سے بڑھ کر مرغوب ہیں' ایک مال اور دوسرے جاہ...... ریاکار آدمی چونکہ اپنے اعمال سے مخلوق کو خوش کرنا اور مخلوق کی نظر میں معزز ہونا چاہتا ہے' اور اس سے اس کا مقصود لوگوں کی نظر میں معزز ہو کر حطام دنیا کو جمع کرنا ہے اس لیے یہ شخص دنیا کا طالب ہے اور اس کا طرز عمل زہد کے خلاف ہے۔ زہد کے معنی صرف سامان کی قلت کے نہیں بلکہ زہد سے مراد یہ ہے کہ دنیا آدمی کے دل سے نکل جائے' حبِّ مال اور حبِّ جاہ کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہ رہے۔ حق تعالیٰ یہ دولت ہم سب کو نصیب فرمائے۔

نیک عمل سے خوش ہونا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا أَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُسِرُّهُ فَإِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ أَعْجَبَهُ ذَلِكَ ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَهُ أَجْرَانِ : أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَقَدْ رَوَى الْأَعْمَشُ وَغَيْرُهُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا . وَأَصْحَابُ الْأَعْمَشِ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ : إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ فَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنْ يُعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ بِالْخَيْرِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ فَيُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ لِهٰذَا لِمَا يَرْجُو بِثَنَاءِ النَّاسِ عَلَيْهِ ، فَأَمَّا إِذَا أَعْجَبَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ مِنْهُ الْخَيْرَ لِيُكْرَمَ عَلَى ذٰلِكَ وَيُعَظَّمَ عَلَيْهِ فَهٰذَا رِيَاءٌ . وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ رَجَاءَ أَنْ يَعْمَلَ بِعَمَلِهِ فَيَكُونُ لَهُ مِثْلُ أُجُورِهِمْ فَهٰذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَيْضًا

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ایک آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہے جس سے اس کو مسرت ہوتی ہے (کہ حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل و انعام سے مجھے اس

کار خیر کی توفیق مرحمت فرمائی) پھر لوگوں کو اس کے اس نیک عمل کی خبر ہو جاتی ہے تو اس کو یہ بات پسند آتی ہے' آپ نے فرمایا اس کو دو اجر ملیں گے' ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کا' اور دوسرا اجر علانیہ عمل کرنے کا"۔

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ہیں' ایک اپنے نیک عمل پر خوش ہونا' دوسرے کسی پوشیدہ عمل صالح کے ظاہر ہونے پر خوش ہونا۔

اپنے نیک عمل پر خوش ہونے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ آدمی اس کو اپنا کمال تصور کرے' یہ مذموم ہے' کیونکہ اس سے قلب میں عجب اور خود پسندی پیدا ہو گی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نیک عمل کو مالک کا عطیہ سمجھے' کہ میری اہلیت و استحقاق کے بغیر اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس نیک عمل کی توفیق عطا فرما دی۔ اور ایک ذرہ ناچیز کو اپنے لطف و عنایت کا مورد بنا لیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے نیک عمل پر خوش ہونا صحیح ہے' اور یہ خوشی دراصل شکر الٰہی کا ایک مظہر ہے' اس لیے کہ اس صورت میں بندے کی نظر اپنے عمل پر نہیں' بلکہ محض مالک کے انعام و احسان پر ہے۔ اور اس سے اس کے دل میں غرور و پندار اور عجب و خود پسندی پیدا نہیں ہو گی' بلکہ اس کے خشوع اور عبدیت میں اضافہ ہو گا۔

دوسرا مضمون اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی نے محض رضائے الٰہی کے لیے پوشیدہ طور پر عمل کیا تھا' نہ عمل کرتے وقت مخلوق کی رضا اس کے پیش نظر تھی اور نہ اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کا یہ عمل لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اس کے باوجود اگر اتفاقاً" اس کا پوشیدہ عمل لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور اس پر طبعی مسرت ہو تو اس کا یہ عمل ریاکاری میں شمار نہیں ہو گا' بلکہ اس پر اس کو دوہرا اجر ملے گا' ایک اجر پوشیدہ عمل کا اور دوسرا اجر علانیہ عمل کرنے کا۔ ریاکاری تو اس لیے نہیں کہ اول و آخر اس کا مقصود محض اللہ تعالیٰ کی رضا تھی' اب اس کے ظاہر ہونے پر اسے جو خوشی ہو

رہی ہے وہ طبعی ہے۔ چنانچہ اگر خدانخواستہ کسی بری حالت میں کوئی شخص اس کو دیکھ لیتا تو طبعاً" اس کو ناگواری ہوتی، اسی طرح اگر کسی نے اس کو اچھی حالت میں دیکھ لیا تو اس پر غیر اختیاری خوشی بھی طبعی امر ہے، اس لیے اس طبعی خوشی کو ریاکاری میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور دوہرا اجر اس کو اس لیے ملے گا کہ اس نے جب یہ عمل کیا تھا تو محض رضائے الٰہی کے لیے پوشیدہ طور پر کیا تھا، اور یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے سوا اس کے اس عمل پر کوئی دوسرا شخص مطلع ہو۔ اس لئے وہ پوشیدہ عمل کے اجر کا مستحق ہوا۔ پھر جب اس کا عمل غیر اختیاری طور پر ظاہر ہوگیا تو وہ پوشیدہ عمل نہ رہا، بلکہ علانیہ بن گیا۔ اور علانیہ عمل میں بھی اگر محض رضائے الٰہی مقصود ہو تو وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، جیسے نماز پنج گانہ اور دیگر فرائض علانیہ ہی ادا کئے جاتے ہیں اور اس علانیہ عمل سے شاید دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کی ترغیب ہو اس لئے اس کے موجب اجر ہونے میں کوئی شبہ نہیں .... اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی نے محض لوجہ اللہ کوئی نیک عمل کیا ہو اور حتی الوسع اس کے اخفا کی بھی کوشش کی ہو اس کے باوجود اگر وہ ظاہر ہو جائے یا لوگ اس عمل پر اس کی تحسین و تعریف کریں تو اس سے عمل کا اجر باطل نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ عمل کنندہ کی نیت میں بگاڑ نہ آئے۔

البتہ اگر عمل کرتے وقت یہ خواہش ہو کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تاکہ وہ میری تعریف کریں، یا خودنمائی کے ارادے سے خود اس عمل کا اظہار کرے تو یہ ریاکاری ہے۔

انسان کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے

باب

مَا جَاءَ أَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ . حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ

عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَصَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ. أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ؟ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهٰذَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ جَهْوَرِيُّ الصَّوْتِ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَحْمُودٍ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے' اور اس کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہو۔

دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب برپا ہو گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (سائل کے سوال کا جواب دینے کے بجائے) نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ وہ صاحب کہاں ہیں جنہوں نے قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں سوال کیا تھا؟ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا' تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ عرض کیا' یا رسول اللہ! میں نے اس کے لیے (فرائض کے علاوہ) کوئی زیادہ نماز روزہ تو نہیں کیا' مگر یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہو' اور تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی بات کی خوشی اتنی نہیں ہوئی جتنی کہ اس ارشاد سے ہوئی۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ ایک اعرابی، جس کی آواز بہت بلند تھی، حاضر خدمت ہوا، اس نے کہا۔ اے محمد! ایک آدمی ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن (اپنے اعمال کے لحاظ سے) ابھی تک ان کے ساتھ نہیں مل پاتا (اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی انہیں لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے"۔

تشریح: ان احادیث میں ان حضرات کے لیے بڑی بشارت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور مقبولان الٰہی سے سچی محبت رکھتے ہیں، انشاء اللہ ان کا حشر بھی ان مقبولان الٰہی کے ساتھ ہو گا، اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی معیت و رفاقت انشاء اللہ ان کو نصیب ہو گی۔

ہمارے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

احب الصالحین ولست منهم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ترجمہ: "میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں، اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے بھی نیکی و پارسائی نصیب فرمائیں"۔

ان احادیث کا مضمون قرآن پاک کی آیت:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ

اُولَٓئِكَ رَفِيقاً .. (الانبیاء : ٦٩) سے ماخوذ ہے' اس سلسلہ میں دو باتیں خوب اچھی طرح سمجھ لینے کی ہیں' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں سے سچی محبت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان کی عادات و اطوار کو دل و جان سے پسند کرے' اور حتی الوسع ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کرے' اور ان کی پیروی میں اگر اس سے کچھ کوتاہی ہوتی ہو تو اس سے ندامت محسوس کرے' جو شخص اپنی شکل و صورت اور اپنے اعمال و اشغال میں سنت نبویؐ اور طریقہ صالحین کی پروا نہیں کرتا اس کا دعوئ محبت صحیح نہیں' اور قیامت کے دن سچی محبت کی قیمت ہو گی' محبت کے جھوٹے دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں۔ بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں کا ان کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا' بلکہ نعوذ باللہ۔ ثم نعوذ باللہ۔ آپ کی پاکیزہ سنتوں کو نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں' اور بسا اوقات ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ مثلاً" ڈاڑھی رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' بہت سے مدعیان عشق و محبت نہ صرف اس سے محروم ہیں' بلکہ وہ داڑھی کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' اور داڑھی والوں کا مذاق اڑاتے ہیں' اور ان کو کبھی اس پر ندامت نہیں ہوتی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پامال کر رہے ہیں۔ اسی طرح آدھی پنڈلی تک تہبند یا پاجامہ' شلوار رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (جیسا کہ آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنے کے اوپر تک کی اجازت ہے اور ٹخنے سے نیچے رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے) بہت سے لوگ اس سنت کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں' پس یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی ایک سنت کا بھی مذاق اڑایا یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہو گی جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھے کہ اس کے کون کون سے افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت مطہرہ کے مطابق ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے، اور کون کون سے اعمال و افعال آپؐ کی سنت کے خلاف ہیں، ان پر توبہ و استغفار کرے اور آئندہ کے لیے سنت نبویؐ کی پیروی کا عزم کرے، اور بدقسمتی سے اگر کسی سنت کو حقیر سمجھا تھا، یا اس کا مذاق اڑایا تھا تو اس سے بھی توبہ کرے، بلکہ اپنے ایمان کی تجدید کرے، دنیا میں اس نے کوئی احمق نہ دیکھا ہوگا جو اپنے محبوب کی اداؤں کا مذاق اڑاتا ہو، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایسے شخص کے نام کو عشاق کی فہرست میں کبھی جگہ نہیں مل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کا نام ہے۔ جو لوگ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں سے نفرت کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا واسطہ ہے؟

اسی طرح جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو چھوڑ کر طرح طرح کی بدعات و خرافات میں مبتلا ہوں ان کا دعوائے محبت بھی بازار قیامت میں بے قیمت ہوگا، اس لیے کسی مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت طریقہ کو پشت انداز کرکے لوگوں کی خود تراشیدہ خرافات کو اپنانا اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس لیے بدعت خواہ کتنی ہی معمولی ہو اس کا مرتکب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منحرف ہے، اور وہ کیسی ہی حسین اور عمدہ نظر آتی ہو اس میں نورانیت کا شائبہ تک نہیں، بلکہ سراپا ظلمت ہی ظلمت ہے۔

دوسری بات اس حدیث میں سمجھنے کی یہ ہے کہ مقبولان الٰہی کی معیت و رفاقت نصیب ہونے سے ان کے ہم مرتبہ ہونا لازم نہیں آتا، اس سلسلہ میں خاتم المحدثین امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے "خاتم النبیین" میں اس بارے میں عجیب تحقیق فرمائی ہے، اور اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرتا ہوں:

"اگر سلطان را مدعو کنند خدم و حشم در منزل و مکان ہمراہ خواہند ماند' نہ در عزت و وجاہت و منزلتہ و مکانت' پس اشتراک در منزل و ضیافت ہم حقیقت است کہ ساری و متعدی است' نہ وجاہت و منزلۃ' و معیت را مراتب متنوعہ پیدا شدند در کریمہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم (الایۃ) ہمیں معیت معتدیہ ارادہ کردہ اند' و آں ہم مراتب کثیرہ داشتہ باشد' نہ وجاہت مختصہ' وکسے را باکسے داشتن ودر علاقہ وے شمردن عرض عریض دارد' وایں معیت با اختصاصات خاصہ ہم جمع تواں شد' پس چنانکہ امتیاز سلطان درمثال مذکور باوجود معیت خدم و حشم محفوظ است' ہم چنیں حال فیوض نبوت کہ متعدی ہستند' واصل نبوت کہ متعدی نیست' باید فہمید"۔

ترجمہ: "اگر بادشاہ کی دعوت کریں تو حشم و خدم اور نوکر چاکر بھی (خدمت کے لیے) اسی منزل و مکان میں رہیں گے۔ لیکن عزت و وجاہت' اور منزلت و مکانت میں وہ شریک نہیں' پس ضیافت اور رہائش گاہ میں شریک ہونا بھی ایک حقیقت ہے جو (بادشاہ کے طفیل دوسروں تک بھی) ساری و متعدی ہے' لیکن وجاہت و منزلت میں شرکت نہیں' نہ یہ ساری و متعدی ہے۔

اور معیت کے بے شمار مراتب ہیں' آیت کریمہ: (فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم) میں جس "معیت" کا ذکر ہے اس سے یہی معیت متعدیہ مراد ہے' اور وہ بھی مراتب کثیرہ رکھتی ہوگی' وجاہت مختصہ میں معیت مراد نہیں۔

اور کسی کو کسی کے ساتھ رکھنا اور اس کے متعلقین میں سے شمار کرنا ایک وسیع و عریض میدان رکھتا ہے' وہ اختصاصات خاصہ کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے' پس جیسا کہ

مثال مذکور میں بادشاہ کا امتیاز حشم و خدم کی معیت کے باوجود محفوظ ہے' اسی طرح فیوض نبوت کے حال کو جو متعدی ہیں' اور اصل نبوت کو جو متعدی نہیں' سمجھ لینا چاہئے"۔

(خاتم النبیین ص ۱۱۶' ۲۶۱ فقرہ' ۱۷۰ شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

حق تعالیٰ شانہ اس روسیاہ کو بھی اپنے مقبول بندوں کی محبت اور دنیا و آخرت میں انکی معیت نصیب فرمائے اور قارئین کو بھی۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا

باب

مَا جَاءَ فِی حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰہِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں' اور جب وہ مجھے پکارے تو اس کے ساتھ ہوتا ہوں"۔

تشریح: یہ حدیث یہاں مختصر نقل ہوئی ہے' مصنف ؒ نے کتاب الدعوات کے اواخر میں اس کو ایک اور سند سے مکمل روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

يقول الله تعالى : أنا عند ظن عبدي بي وأنا

معه حين يذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منه، وإن اقترب إليّ شبرًا اقتربت إليه ذراعًا وإن اقترب إلي ذراعًا اقتربت إليه باعًا، وإن أتاني يمشي أتيته هرولة. (ترمذی ص ۲۰۰ ج۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ پس اگر مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ کسی محفل میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر محفل (ملاء اعلیٰ) میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں"

اس حدیث قدسی میں تین مضمون ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کا معاملہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہے، اس لیے بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہئے، اور اس حسن ظن کے بے شمار پہلو ہیں، مثلاً" جب اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً" توبہ و استغفار کرلے، اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول فرمائیں گے۔ غلطی خواہ کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہو کبھی یہ وسوسہ بھی دل میں نہ لانا چاہئے، کہ ایسے جرم عظیم کی بخشش کیسے ہو سکتی ہے؟ نہیں، بلکہ مغفرت اور قبول توبہ کا پورا یقین رکھتے ہوئے توبہ کرنی چاہئے، اسی مضمون کو کسی عارف نے ایک فارسی قطعہ میں نظم فرمایا ہے:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار گر توبہ شکستی باز آ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ تم سے خواہ کتنے ہی جرم صادر ہوئے ہوں' اور تمہاری خواہ کیسی ہی گندی حالت کیوں نہ ہو ہماری طرف پلٹ آؤ۔ اور سچی توبہ کر لو۔ کیونکہ ہماری بارگاہ میں ناامیدی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس بارگاہ سے کبھی کوئی محروم نہیں گیا' اس لئے اگر تم نے سو بار بھی توبہ توڑ ڈالی ہو تب بھی مایوس اور دل شکستہ نہ ہوں۔ بلکہ اب بھی توبہ کر لو' اپنے مالک کو غفور و رحیم پاؤ گے .... الغرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا ایک پہلو یہ ہے کہ اپنے گناہوں کی گرانباری سے مایوس ہو کر کبھی یہ وسوسہ دل میں نہ لائے کہ میری مغفرت کیسے ہو سکتی ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی و ستاری پر کامل یقین رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کرے جب بھی سچے دل سے توبہ کر لے گا انشاء اللہ ضرور قبول ہو گی۔ اسی حسن ظن کا ایک پہلو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو قبولیت کا یقین رکھ کر کرے' اور اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ نہ معلوم اس کی دعا قبول بھی ہو گی یا نہیں؟ یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے:

" ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللہ لایستجیب دعاءً من قلب غافل لاہٍ" (ترمذی ۱۸۶ ج۲)

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ایسی حالت میں کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو' اور خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتے"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"ان اللّٰه تعالیٰ حیٌّ کریم یستحی اذا رفع الرجل الیه یدیه ان یردھما صفراً خائبتینِ"

(ترمذی صہ ۱۹۵ ج ۲)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی حیادار اور کریم ہیں۔ جب بندہ ان کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے تو ان کو اس سے شرم آتی ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی اور نامراد لوٹا دیں"۔

پس حق تعالیٰ شانہ سے مانگ کر یہ خیال کرنا کہ شاید قبول فرمائیں یا نہیں' اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدظنی ہے' اور یہ بندے کی بڑی بدقسمتی و محرومی ہے' اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کے شرائط و آداب کو ملحوظ رکھ کر دعا کی جائے' اور قبولیت کا کامل یقین رکھا جائے۔

اسی طرح ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے:

"قال اللّٰه تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی فلیظن ما شاء"

(جامع صغیر صہ ۸۳ ج ۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں پس جیسا چاہے گمان رکھے"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"قال اللّٰه تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی ان ظن خیراً فله وان ظن شراً فله"

(جامع صغیر صہ ۸۳ ج۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔ اگر بھلائی کا گمان رکھے تو اس کے لیے

بھلائی ہے' اور اگر برائی کا گمان رکھے' تو اس کے لئے وہی ہے"۔

مقصود ان تمام ارشادات سے یہی ہے کہ بندہ کو ہر تنگی و آسانی میں ہر راحت و پریشانی میں اپنے مالک سے خیر کا ہی گمان رکھنا چاہئے' مالک کی طرف سے کبھی بدگمانی نہیں ہونی چاہئے' یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ حسن ظن اور خوش گمانی کی بنیاد' اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے قوی تعلق اور سچی محبت ہے' محبت کا تعلق جتنا قوی ہو گا اسی درجہ کا حسن ظن نصیب ہو گا۔ اور چونکہ محبت کے درجات غیر متناہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے درجات بھی بے شمار ہیں' حق تعالیٰ شانہ اپنی عنایت و رحمت سے اس ناکارہ کو بھی اور اس کے باتوفیق قارئین کو بھی یہ دولت نصیب فرمائیں۔

دوسرا مضمون اس حدیث قدسی میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و دعا میں مشغول رہے اسے حق تعالیٰ شانہ کی معیت نصیب رہتی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی جگہ بہت سے اعمال پر معیت الٰہی کا وعدہ ہے' یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں حسّی اور مادی معیت مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور منزّہ ہے' بلکہ یہاں بے کیف اور معنوی معیت مراد ہے' جو حق تعالیٰ شانہ کی نصرت و اعانت اور رضا و محبت سے کنایہ ہے' بندہ کو ذکر الٰہی کی توفیق ہو جانا ہی حق تعالیٰ کی خاص عنایت و رحمت ہے' اور پھر اس پر معیت الٰہی کا جو وعدہ فرمایا گیا ہے یہ تو ایسی دولت ہے کہ کوئی دولت اس کے برابر نہیں ہو سکتی' اور پھر مزید عنایت یہ کہ اگر بندہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو حق تعالیٰ شانہ بھی رضا و قبول کے ساتھ اسے تنہائی میں یاد فرماتے ہیں۔ اور بندہ کسی محفل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر محفل یعنی ملاء اعلیٰ میں فخر و مباہات کے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

تیسرا مضمون اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اگر بندہ ایک بالشت اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو اس کی رحمت و عنایت دو بالشت آگے بڑھ کر اس

کا استقبال کرتی ہے' اور اگر بندہ ایک ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے تو حق تعالیٰ دو ہاتھ آگے بڑھ کر اس کی پذیرائی فرماتے ہیں' اور اگر بندہ لڑکھڑاتے قدموں سے اللہ تعالیٰ کی طرف چلے تو اللہ تعالیٰ دوڑ کر اسے منزل قرب طے کرا دیتے ہیں۔

اس ارشاد میں ایک تو حق تعالیٰ شانہ کی عنایت بے پایاں کا بیان ہے کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کے ٹوٹے پھوٹے اعمال کی پذیرائی فرماتے اور ان پر انعام و اکرام کی بارشیں فرماتے ہیں' دوسرے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تقرب الی اللہ کی منزلیں انسان کی سعی و کوشش سے طے نہیں ہوتیں' بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق حقیر سی سعی بجا لاتا ہے تو جاذبہ الٰہیہ اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور وصول الی اللہ کے منازل درحقیقت اسی جاذبہ الٰہیہ سے طے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بندہ کی تمام تر محنت و کوشش محدود ہے' اور وصول الی اللہ کی راہ غیر محدود۔ اس کا کوئی امکان نہیں کہ محض بندہ کی طاعت و عبادت اور اس کی محنت و مجاہدہ سے یہ غیر محدود راستہ طے ہو جائے' نیز اس ارشاد پاک میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو بندوں سے بُعد نہیں' بُعد اور دوری جتنی ہے وہ خود بندہ کے نفسانی حجابات کی وجہ سے ہے' جب حق تعالیٰ کی نظر عنایت کسی بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے ان نفسانی حجابات کو اٹھا کر اسے سوئے منزل گامزن کر دیتے ہیں اور جب وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کو مقصود بنا کر سفر طاعت شروع کرتا ہے تو اسے راستہ طے کرا دیتے ہیں۔ یا اللہ! محض اپنے لطف و کرم سے ہمارے لئے تمام منزلیں آسان فرما دیجئے اور اپنی رحمت و رضا نصیب فرما دیجئے۔

نیکی اور بدی کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِی الْبِرِّ وَالْإِثْمِ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ . حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ . حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ ابْنُ صَالِحٍ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ : قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: ”حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارے میں دریافت کیا (اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ سوال انہوں نے خود کیا تھا کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے' اور بدی وہ چیز ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تجھے یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں“۔

تشریح: یہ حدیث پاک جامع کلمات میں سے ہے جس کے مختصر الفاظ میں دریائے معانی بند ہے۔

حدیث پاک کے پہلے جملے یعنی "نیکی حسن اخلاق کا نام ہے" کا مطلب سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خالق و مخلوق کے معاملات کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھانے کا نام حسن اخلاق یا خوش خلقی ہے شرح اس کی یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ہمارے معاملہ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ کہ نیکی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے یہ کمینگی اور بد خلقی ہے۔

دوم یہ کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دیا جائے یہ کمال نہیں بلکہ یہ محض قرض ادا کرنا ہے' چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها"۔

ترجمہ: "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو باری کا بدلہ اتارے' بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے وہ تب بھی صلہ رحمی کرے"۔

سوم یہ کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے' اس کا نام خوش خلقی ہے اور اعلیٰ درجہ کا کمال ہے' دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ خوش خلقی اس کا نام ہے کہ دوسروں کے جو حقوق اپنے ذمہ لازم ہیں ان کو پورے طور پر ادا کیا جائے اور اپنے حقوق جو دوسروں کے ذمہ لازم ہیں ان کا مطالبہ نہ کیا جائے' ظاہر ہے کہ جس شخص کا معاملہ مخلوق کے ساتھ ایسا ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں کس طرح کوتاہی کر سکتا ہے۔ جب کہ بندہ اللہ تعالیٰ شانہ کے انعامات و احسانات میں ہر لمحہ سرتاپا غرق ہے' پس خالق یا مخلوق میں سے کسی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنا حسن اخلاق کے منافی ہے' اس مختصر سی وضاحت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث پاک کا یہ چھوٹا سا جملہ "البر حسن الخلق" پورے دین پر حاوی ہے۔

حدیث پاک کا دوسرا جملہ ہے کہ "گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں

کھٹک پیدا کرے اور تمہیں لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناگوار ہو" .... شرح اس کی یہ ہے کہ بعض چیزوں کی اچھائی یا برائی تو بالکل کھلی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی اچھائی یا برائی میں آدمی کو کوئی تردد نہیں ہوتا۔ مثلاً" اس بارے میں کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' والدین کی خدمت گزاری اور صلہ رحمی وغیرہ اچھے کام ہیں' اسی طرح یہ بھی ہر ذی فہم جانتا ہے کہ ظلم و ستم' بے ایمانی و بددیانتی اور شراب نوشی و رشوت ستانی وغیرہ گندے اور برے کام ہیں' لیکن بعض امور ایسے پیش آجاتے ہیں جن میں آدمی کو اشتباہ اور خلجان ہو جاتا ہے اور وہ فیصلہ نہیں کرپاتا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یا کرنا چاہتا ہوں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اچھا کام ہے یا برا؟ پس ایسا کام جس کے جواز و عدم جواز میں آدمی کو شک و تردد ہو وہ اس کو کرتے ہوئے دل میں کھٹک اور چبھن محسوس کرے' اور یہ چاہے کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوں۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ یہ کام اچھا نہیں' چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"دع ما یریبك إلی ما لایریبك"۔

ترجمہ : "جو چیز تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ پہلو اختیار کرو جس میں کھٹک نہ ہو"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"البر ما سکنت الیہ النفس والطمأنّ الیہ القلب، والاثم ما لم تسکن الیہ النفس ولم یطمئن الیہ القلب وان افتاك المفتون"۔

ترجمہ : "نیکی وہ ہے جس پر تمہارا ضمیر پرسکون اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس میں نہ تمہارا ضمیر پُرسکون ہو

اور نہ قلب مطمئن ہو اگرچہ مفتی حضرات تمہیں اس کے جواز ہی کا فتویٰ دیں"۔

مگر یہ خوب یاد رہنا چاہئے کہ یہ ارشاد نبویؐ ان حضرات کے حق میں ہے جن کا ضمیر زندہ اور جن کا قلب نور ایمان سے روشن ہو' ان کا قلب کسی مشتبہ چیز کو قبول نہیں کرتا' بلکہ جب کسی چیز میں ذرا بھی اشتباہ ہو فوراً" ان کے دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے' ...... لیکن ایسے لوگ جن کا ضمیر محرمات کے ارتکاب میں بھی کوئی کھٹک محسوس نہیں کرتا اور جن کے قلوب معاصی و بدعات کے خوگر ہو گئے ہیں ان کے حق میں دل کے مفتی کا فتویٰ معتبر نہیں اور نہ ان کے ضمیر کے مطمئن ہونے کا اعتبار ہے۔

محض حق تعالیٰ شانہ کی خاطر کسی سے محبت رکھنا

باب

مَا جَاءَ فِی الْحُبِّ فِی اللهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ . حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ . حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثُوَبَ .

ترجمہ: "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری عظمت و جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں' ان کے لیے نور کے ممبر ہوں گے کہ ان پر نبی اور شہید بھی رشک کریں گے"۔

تشریح: محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ محبت کسی دنیوی مفاد یا قرابت داری کی وجہ سے نہ ہو بلکہ صرف حق تعالیٰ شانہ کے تعلق کی وجہ سے اخلاص پر مبنی ہو۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۶ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں نہ شہید۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا ایسا مرتبہ ہو گا کہ ان پر نبی اور شہید بھی رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتا دیجئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو محض حق تعالیٰ شانہ کے تعلق سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔ ان کے درمیان نہ کوئی رشتہ داری تھی اور نہ کوئی مال کا لین دین تھا۔ پس اللہ کی قسم! ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے' اور وہ نور (کے ممبروں) پر بیٹھے ہوں گے' اور ان کو کوئی خوف نہ ہو گا جب کہ لوگ خوف زدہ ہوں گے' اور ان کو کوئی غم نہ ہو گا جب کہ لوگ غمزدہ ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن کریم سے اس کا اثبات کرتے ہوئے) یہ آیت پڑھی "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"○ (سن رکھو! بے شک جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں نہ ان پر کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ محض رضائے الٰہی کے لیے کسی نیک بندے سے محبت رکھنا بہت ہی اونچا عمل ہے' حدیث پاک میں اس کو کمال ایمان کی علامت فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الإیمان"۔ (مشکوۃ صہ ١٤)

ترجمہ: "جس نے کسی سے محبت کی تو اللہ کے لیے، کسی سے بغض رکھا تو اللہ کے لیے، کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے لیے اور نہ دیا تو اللہ کے لیے، اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کرلی"۔

ایک حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (یعنی گھر سے باہر آئے) تو فرمایا جانتے ہو کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ کسی نے کہا نماز، اور زکوٰۃ۔ کسی نے کہا جہاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک! اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے دوستی کرنا، اور اللہ ہی کی خاطر کسی سے بغض رکھنا ہے۔ (مشکوۃ ص ۴۲۷)

حب فی اللہ درحقیقت حب الٰہی کا شعبہ ہے، مشہور ہے کہ محبوب کی گلی کا کتا بھی پیارا لگتا ہے، پس جس شخص کو حق تعالیٰ سے محبت ہوگی اسے اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں سے بھی محبت ہوگی۔

پس اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے سے محبت محض اللہ تعالیٰ کے تعلق کی بنا پر ہوگی، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"ما احب عبد عبداً للّٰہ الااکرم ربہ عزوجل"۔ (مشکوۃ ٤٢٧)

ترجمہ: "جس بندے نے کسی بندۂ خدا سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی اس نے اپنے رب عزوجل کا اکرام کیا"۔

الغرض اس حدیث پاک میں للّٰہی محبت کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو نور کے ایسے ممبر عطا کیے جائیں گے جو انبیاً اور

ملائکہ علیہم السلام کے لیے بھی لائق رشک ہوں گے۔ اس سے کسی شخص کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ ان کا مرتبہ انبیاؑ و ملائکہ سے بھی فائق ہو گا۔ نہیں! بلکہ حضرات انبیا کرام علیہم السلام کو جو درجات عالیہ نصیب ہوں گے اور بارگاہِ الٰہی میں ان کا جو اعزاز و اکرام ہو گا وہ دوسرے لوگوں کے ادراک و تصور سے بھی بالاتر ہو گا۔ اس حدیث پاک سے مقصود یہ ہے کہ للّٰہی محبت رکھنے والوں کے مرتبہ کی انبیاء کرام اور ملائکہ عظام بھی تحسین فرمائیں گے اور ان کو لائق رشک قرار دیتے ہوئے مبارکباد دیں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مبتدی طالب علم امتحان میں نہایت اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہو اور اساتذہ اس کو مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہیں کہ بھئی تمہاری کامیابی تو لائق رشک ہے۔ اس سے کسی کو یہ وہم نہیں ہوتا کہ یہ مبتدی طالب اپنے اساتذہ سے بھی لائق و فائق ہو گیا۔ بس اسی طرح ان لوگوں کے مرتبہ کو سمجھنا چاہیے۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ. حَدَّثَنَا مَعْنٌ. حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ خُبَيْبِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُودَ إِلَيْهِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ فَاجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِثْلَ هٰذَا، وَشَكَّ فِيهِ وَقَالَ: عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ خُبَيْبِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا : حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ . حَدَّثَنِي خُبَيْبٌ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ بِمَعْنَاهُ ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقاً بِالْمَسَاجِدِ . وَقَالَ : ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ الْمِقْدَامِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ . وَالْمِقْدَامُ يُكْنَى أَبَا كَرِيمَةَ .

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (اس میں راوی کو شک ہے مگر دوسری روایت میں تعین ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دیں گے' جس دن کہ عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا (یعنی قیامت کے دن اور وہ سات آدمی یہ ہیں) (۱) حاکم عادل۔ (۲) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا۔ (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ دوبارہ مسجد میں چلا جائے۔ (۴) وہ دو آدمی جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی' اس کے لیے جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔ (۵) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ (٦) وہ شخص جس کو کسی

صاحب حسب و نسب اور صاحب حسن و جمال خاتون نے غلط دعوت دی، مگر اس نے یہ کہہ کر اسکی دعوت رد کر دی کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) اور وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو ایسا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا"۔

تشریح: قیامت کے دن عرش الٰہی کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا اور تمام مخلوق سائے کی محتاج ہو گی، پس ان حضرات کی خوش بختی و خوش نصیبی کا کیا کہنا، جنہیں اس دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو جائے۔ یہ سات قسم کے حضرات جن کا اس حدیث میں تذکرہ ہے ان کا عمل حق تعالیٰ شانہ سے کمال تعلق اور کمال اخلاق کا آئینہ دار ہے، اس لیے کریم آقا کی جانب سے ان کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

ان سات حضرات کے علاوہ دیگر احادیث و روایات میں کچھ حضرات کے نام بھی آتے ہیں، جنہیں قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا اگرچہ بعض احادیث ضعیف ہیں، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف احادیث بھی قبول کی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا سعید احمد دہلوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ "جنت کی کنجی" میں ان حضرات کی فہرست درج کی ہے، ذیل میں وہ فہرست نمبر ۸ سے حضرت موصوف کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں، حق تعالیٰ تمام امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دولت نصیب فرمائے:

۸: جو شخص اپنے مقروض کو مہلت دے۔

۹: جو مجاہد فی سبیل اللہ کی امداد و اعانت کرتا ہے۔

۱۰: جو شخص مکاتب کو آزاد کرنے میں مکاتب کا ہاتھ بٹاتا ہے (مکاتب وہ غلام ہے جسکی آزادی کو اس کا آقا کسی روپے کے ساتھ مشروط کر دے)

۱۱: جو شخص کسی نیک آدمی کو محض اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہے۔

۱۲: مجاہدین کے لشکر کی امداد و اعانت میں جو شخص خود بھی شہید ہو جائے۔

۱۳: تجارت میں سچ بولنے والا۔

۱۴: وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں اور خلق حسن سے متصف ہو۔
۱۵: جو شخص موسمی دقتوں اور دشواریوں کے باوجود وضو کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔
۱۶: رات کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والا۔
۱۷: جس شخص نے کسی انسان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا۔
۱۸: وہ شخص جو یتیم کی پرورش اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔
۱۹: بیوہ عورت کی خدمت کرنے والا۔
۲۰: وہ شخص جو دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنا حق قبول کرتا ہے۔
۲۱: سلطان عادل کی نیک نیتی سے خدمت کرنے والا۔
۲۲: جو شخص دوسروں کے حق میں وہ فیصلہ کرتا ہے اور وہی حکم لگاتا ہے جو اپنے لیے پسند کرے۔
۲۳: جو شخص خدا کے بندوں کی خیرخواہی کرتا رہتا ہے اور ہروقت اسی خیال میں رہتا ہے۔
۲۴: جو شخص اہل ایمان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرتا ہے اور نرمی سے پیش آتا ہے۔
۲۵: جس عورت کا بچہ مرجائے تو جو شخص ایسی غم زدہ کی تعزیت کرے گا وہ بھی عرش الہٰی کے سایہ میں ہو گا۔
۲۶: جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور قرابت داروں کے حق کو پہچانتا ہے۔
۲۷: وہ بیوہ عورت جو چھوٹے بچوں کی پرورش کے خیال سے دوسرا نکاح نہ کرے۔
۲۸: جو شخص عمدہ کھانا پکائے اور اچھی غذا تیار کرے' پھر اس کھانے میں یتیم کو بلا کر شریک کرے۔
۲۹: وہ شخص جو ہر موقع پر اللہ رب العزت کی معیت کا یقین رکھتا ہو۔
۳۰: غریبوں کا وہ شکستہ طبقہ جن کی غربت اور فقیری کے باعث کوئی شخص ان کی جانب متوجہ نہ ہو' اگر وہ کسی مجلس میں آجائیں تو ان کو کوئی پہچانے بھی

نہیں' خاموش اور غیر معروف زندگی بسر کرنے والے فاقوں کی مصیبت سے مر گئے لیکن کسی کو خبر نہ ہوئی' دنیا میں مجہول لیکن آسمانوں میں مشہور' لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں' لیکن ان کو سوائے خوف خدا کے دوسرا مرض نہیں ہے۔

۳۱: قرآن کی خدمت کرنے والے عام اس سے کہ حافظ ہوں یا ناظرہ خواں' خود بھی قرآن پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی قرآن کا مطلب بتاتے ہیں۔

۳۲: وہ شخص جس نے بچپنے میں قرآن سیکھا اور جوان ہو کر بھی اس کو پڑھتا رہا۔

۳۳: وہ شخص جس کی آنکھ محارم اللہ سے باز رہی۔

۳۴: وہ شخص جس کی آنکھ نے خدا کی راہ میں جاگنے کی تکلیف برداشت کی ہو۔

۳۵: وہ شخص جس کی آنکھ خدا کے خوف سے روتی رہتی ہے۔

۳۶: وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔

۳۷: جس شخص نے کبھی اپنا ہاتھ غیر حلال مال کی طرف نہیں بڑھایا۔

۳۸: جس شخص نے حرام کی طرف نگاہ پھیر کر بھی نہیں دیکھا۔

۳۹: جو لوگ سود نہیں لیتے اور بیاج سے پرہیز کرتے ہیں۔

۴۰: جو لوگ رشوت نہیں لیتے۔

۴۱: وہ شخص جو ذکر الٰہی کی غرض سے وقت کا شمار کرتا رہتا ہے مثلاً "کب وقت ہو اور میں نماز پڑھوں۔

۴۲: جس نے کسی غمگین کا غم دور کر دیا' اور مصیبت زدہ کی مصیبت دور کر دی۔

۴۳: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔

۴۴: کثرت سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود بھیجنے والا۔

۴۵: مسلمانوں کے وہ بچے جو صغر سنی کی حالت میں مر گئے ہوں۔
۴۶: بیماروں کی عیادت کرنے والا۔
۴۷: جنازہ کے ساتھ جانے والا۔
۴۸: نفل اور فرض روزہ رکھنے والا۔
۴۹: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح دوستی رکھنے والے۔
۵۰: جو شخص صبح کی نماز کے بعد سورۂ انعام کی پہلی تین آیتیں پڑھا کرتا ہے (سورۃ انعام ساتویں پارہ میں ہے اس کی ابتدا سے تین آیتیں شمار کر لینی چاہئیں)
۵۱: دل اور زبان دونوں سے خدا کا ذکر کرنے والا۔
۵۲: جن لوگوں کے دل پاک صاف اور بدن ستھرے ہوں' خدا کے لیے محبت کرتے ہوں' خدا کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی تذکرہ ہوتا ہو' جہاں ان کا چرچا ہوتا ہو تو ان کے ساتھ خدا کا بھی تذکرہ ہوتا ہو' سردی کے موسم میں وضو کی پابندی کرنے والے' ذکر خدا کی طرف مائل ہونے والے' خدا کے محارم کی توہین پر غضبناک ہونے والے' مسجدوں کو آباد اور ان کی تعمیر میں سعی کرنے والے اور صبح کے وقت کثرت سے استغفار میں مشغول رہنے والے۔
۵۳: نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے والے' خدا کی اطاعت کے لیے اس کے بندوں کو بلانے والے۔
۵۴: وہ شخص جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر لوگوں سے حسد نہیں کرتا' ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے' چغل خوری سے اجتناب کا عادی ہے۔
۵۵: جس شخص نے اپنا مال' اپنی جان جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کر دی اور شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا' اس کے لیے عرش الٰہی کے نیچے ایک خیمہ بھی نصب کیا جائے گا۔
۵۶: وہ لوگ جو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔
۵۷: وہ امام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں۔
۵۸: وہ مؤذن جو اللہ کے لیے پانچوں وقت کی اذان دیتا ہے۔

۵۹: وہ غلام جس نے آقائے مجازی کے ساتھ مولائے حقیقی کا بھی حق ادا کیا ہو۔

۶۰: وہ شخص جو لوگوں کی حاجت براری اور مشکل کشائی کرتا ہے۔

۶۱: اللہ کے لیے ہجرت کرنے والا۔

۶۲: وہ شخص جو لوگوں میں صلح کرانے کی غرض سے سعی کرتا ہے۔

۶۳: وہ انسان جس کے دل نے کبھی زنا کا ارادہ نہیں کیا۔

۶۴: اہل تقویٰ (یہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہوں گے)۔

۶۵: وہ شخص جو بات بھی کرتا ہے تو علم ہی کی کرتا ہے اور سکوت بھی کرتا ہے تو علم کی بات پر سکوت کرتا ہے۔

۶۶: بیکار اور بے ہنر اور صنعت نہ جاننے والے انسان کی اعانت کرنے والا۔

۶۷: وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا' خدا کی راہ میں اس نے جہاد کیا' سچ بولتا اور امانت کو صحیح طریقہ پر ادا کرتا ہے' غلہ کی گرانی کے لیے آرزو نہیں کرتا۔

۶۸: وہ شخص جو مغرب کے بعد دو رکعات پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ گیارہ گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھتا ہے۔ (اس روایت کی سند منکر ہے)

۶۹: جو ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

۷۰: لاالہ الا اللہ کثرت سے کہنے والا۔

۷۱: شہدا کی ارواح سبز پرندوں کے حواصل میں رہتی ہیں اور یہ پرندے شام کو عرش الٰہی کے نیچے قنادیل میں رہتے ہیں۔

۷۲: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سایہ رحمان میں ہوں گے۔

۷۳: حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوائے حمد لیے ہوئے امام حسنؓ و حسینؓ کے ہمراہ عرش کے سایہ میں ہوں گے' ان کی جگہ حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل ہو گی۔

محبت کی اطلاع دینے کا بیان

باب ماجاء فی اعلام الحب

حدثنا بندارنا یحیٰی بن سعید القطان ناتور بن یزید عن حبیب بن عبید عن المقدام بن معد یکرب رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا احب احدکم اخاہ فلیعلمه ایاہ .... وفی الباب عن ابی ذر وانس. قال ابو عیسیٰ: حدیث المقدام حدیث حسن صحیح غریب.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ الْقَصِيرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ نَعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْرِفُ لِيَزِيدَ بْنِ نَعَامَةَ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ .

ترجمہ : "حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتا دینا چاہیئے"۔

حضرت یزید بن نعامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک شخص دوسرے شخص سے بھائی چارہ کرے (یعنی محض دین کے تعلق کی بنا پر دوستانہ و برادرانہ رکھے) تو اسے چاہیئے کہ اس

کا نام' اس کے والد کا نام اور اس کا قبیلہ و خاندان اس سے دریافت کر لے' کیونکہ یہ چیز محبت کے تعلق کو زیادہ بڑھانے والی ہے"۔

تشریح: ان دونوں احادیث طیبہ میں دینی محبت کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت ہو' اس کو بتا دینا چاہئے کہ مجھے آپ سے محبت ہے' اس سے محبت کا تعلق جانبین سے استوار ہو گا۔

دوم یہ کہ جس سے محبت ہو اس کا نام اور پتہ نشان وغیرہ دریافت کر لینا چاہئے کہ اس سے محبت کے حقوق ادا کرنے میں آسانی رہے گی' اور اس سے محبت میں مزید اضافہ ہو گا۔ چنانچہ بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر وہ غائب ہو تو یہ اس کی حفاظت کر سکے گا' بیمار ہو تو عیادت کر سکے گا اور مر جائے تو جنازے میں شرکت کر سکے گا۔

(مرقات ج ۴ ص ۷۱۳)

کسی کے منہ پر تعریف کرنا

باب

مَا جَاءَ فِی کَرَاهِيَةِ الْمِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِينَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ .
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ : قَامَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الْأُمَرَاءِ ، فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ وَقَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثُوَ فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْمِقْدَادِ، وَحَدِيثُ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ أَصَحُّ، وَأَبُو مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ وَيُكْنَى أَبَا مَعْبَدٍ وَإِنَّمَا نُسِبَ إِلَى الْأَسْوَدِ ابْنِ عَبْدِ يَغُوثَ لِأَنَّهُ كَانَ قَدْ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيرٌ.

۲۳۹٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوفِيُّ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ الْخَيَّاطِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ نَحْثُوَ فِي أَفْوَاهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: "ابو معمرؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کسی حاکم کی تعریف کرنے لگا (اور صحیح مسلم ص ۴۱۴ ج ۲ میں ہمام بن حارثؒ کی روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگا) اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنے لگے' اور فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مدح سرائی کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیا کریں"۔

تشریح: کسی کے سامنے اس کی مدح سرائی کرنا مذموم ہے تین وجہ سے' ایک تو ایسے لوگ عموماً" خوشامدی ہوا کرتے ہیں' اور ممدوح سے منفعت حاصل کرنے کے لئے اس کی سچی جھوٹی تعریف کیا کرتے ہیں۔ گویا ایسے لوگوں کی تعریف اخلاص پر مبنی نہیں ہوتی' بلکہ مطلب برآری کے لئے ہوا کرتی ہے۔

دوسرے ایسے لوگ تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، اور اس میں جھوٹ کی آمیزش سے کوئی باک نہیں رکھتے۔

تیسرے جس کی تعریف کی جائے اس کے نفس میں عجب و خود پسندی اور تعلی و تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، وہ ایسے احمقوں کی تعریف سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ شاید میں سچ مچ ایسا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ خیال اس کی ہلاکت کا موجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی مدح کرنا مطلقاً مذموم نہیں، بلکہ جس شخص کے کمال تقویٰ اور رسوخ عقل و معرفت کی بنا پر یہ اندیشہ نہ ہو کہ مدح سے اس کا نفس پھول جائے گا اور تعریف کسی صحیح مقصد کے لئے ہو۔ مثلاً اس شخص کی ہمت افزائی کرنا یا دوسروں کو اس کی اقتدا کی ترغیب دینا، اور تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے تو بعض صورتوں میں تعریف جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعریفی کلمات منقول ہیں۔

صاحب ایمان کی رفاقت

باب

مَاجَاءَ فِی صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ ابْنِ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ غَيْلَانَ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ التُّجِيبِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ سَالِمٌ أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا ، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے' کہ رفاقت اختیار نہ کرو مگر صرف صاحب ایمان کی' اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار آدمی"۔

تشریح : اس ارشاد پاک میں دو ہدایتیں دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کو صرف صاحب ایمان کی صحبت و رفاقت اختیار کرنی چاہئے اور فاجر و بدکار اور منافق کی صحبت سے احتراز کرنا چاہئے' اس لئے کہ انسان کی طبیعت نادانستہ طور پر اپنے رفیق و ہم نشین کی صحبت سے متاثر ہوتی اور اس کے اخلاق و عادات کو اخذ کرتی ہے' اس لئے نیک لوگوں کی صحبت سے خیر اسکی طرف منتقل ہو گی' اور بروں کی صحبت سے برائی اور شر کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہوا خوشبو کے پاس سے گزرتی ہے تو معطر اور خوشبودار ہو جاتی ہے' اور بدبو کے پاس سے گزرتی ہے تو بدبودار اور متعفن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه وإما أن تجد منه ريحًا طيبة، ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد منه ريحًا خبيثة.

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۳۰)

ترجمہ : "اچھے اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے

کستوری والا۔ اور بھٹی جھونکنے والا پس کستوری والا یا تو تمہیں کچھ ہدیہ کر دے گا' یا تم اس سے خرید لو گے' یا کم از کم تمہیں اس سے خوشبو تو میسر آئے گی اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے"۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۳۰ کتاب الذبائح باب المسک)

راز اس میں یہ ہے کہ طبائع کو ایک دوسرے سے مناسبت ہوتی ہے' اس لئے آدمی اسی شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جس کے ساتھ کسی نوعیت کی مناسبت ہو' اور پھر یہ مناسبت محبت تک کھینچ لے جاتی ہے' اور رفتہ رفتہ آدمی اپنے دوست کا ذوق و مسلک اپنا لیتا ہے' چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

المرء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل. (أبو داود وترمذی)

ترجمہ: "آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لئے تمہیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے"۔

اور پھر اس صحبت و رفاقت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آدمی کی دنیا ہی نہیں' بلکہ آخرت بھی اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

المرء مع من أحب . (ترمذی)

ترجمہ: "آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے دوستی کرتا ہے"۔

پس اہل اللہ کی صحبت اکسیر ہے' اور اہل باطل اور اہل غفلت کی صحبت زہر ہے' بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص صحبت کے لائق نہیں جس سے دینی فائدہ حاصل نہ ہو۔

صحبت صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

یہاں دو باتوں پر تنبیہہ کرنا بہت ضروری ہے ایک یہ کہ ہم لوگ اچھی بری جگہ بیٹھنے میں کوئی تمیز نہیں کرتے' اور ہوٹلوں' ریسٹورانوں اور چائے خانوں میں بیٹھے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اچھی بری جگہ کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو خیر البقاع (بہترین جگہیں) اور بازاروں کو شرالبقاع (بدترین جگہیں) فرمایا ہے' جس طرح گندی جگہ بیٹھنے سے دماغ تعفن سے پھٹے گا۔ اسی طرح غفلت کی جگہ بیٹھنے سے دل میں غفلت کا غبار آئے گا۔ اس لئے بغیر ضرورت کے ایسی جگہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر کبھی ضرورت کی بنا پر بیٹھنا پڑے تو قلب کی نگہداشت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ کسی شخص کی تحریر پڑھنا بھی ایک درجہ میں اس کی صحبت کے قائم مقام ہے' چنانچہ اہل اللہ کے ارشادات' ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ قلب میں نورانیت پیدا کرتا ہے اور اہل باطل اور اہل غفلت کی کتابوں کے مطالعہ سے دل میں ظلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اس زمانے میں اس سے بھی بہت بے پروائی اختیار کی جا رہی ہے' لوگ ہر کس و ناکس کی کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جتنی دیر تک اس کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہیں گے اتنی دیر گویا مصنف کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور اس شخص کی قلبی کیفیات بقدر استعداد آپ کی طرف منتقل ہو رہی ہیں۔

دوسری ہدایت جو اس حدیث پاک میں فرمائی گئی ہے یہ ہے کہ تمہارا کھانا صرف پرہیزگار لوگ کھائیں اس سے مقصد..... واللہ اعلم..... یہ ہے کہ کھانے پر صرف نیک اور پرہیزگار حضرات کو مدعو کیا جائے ۔ کیونکہ کسی کو دعوت دے کر اپنے گھر بلانا محبت والفت اور دوستی و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے'

پس ایسا گہرا تعلق صرف اہل اللہ سے ہونا چاہیے۔ہاں ! کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا دوسری بات ہے' جو شخص حاجتمند ہو اس کی حاجت براری ضروری ہے۔ خواہ وہ کافر ہی ہو۔ واللہ اعلم۔

مصائب پر صبر کرنا

باب

مَا جَاءَ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا ، وَ إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ ، وَ إِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا ، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں' تو دنیا میں ہی اس کو فوری سزا دے دیتے ہیں' اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں' تو اس کے گناہ کی سزا موخر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کی پوری سزا دیں گے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو جتنا بڑا ابتلا پیش آئے' اتنی ہی بڑی جزا اس کو ملتی ہے اور

بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اسے (مصائب و آلام سے) آزماتے ہیں' پس جو شخص (ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے) راضی رہا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور جو شخص ناراض ہوا اس کے لئے ناراضی ہے"۔

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی سزا دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ اس کی سزا کو آخرت پر نہیں اٹھا رکھتے' بلکہ مختلف مصائب و آلام میں اس کو مبتلا کر کے پاک و صاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس کے کانٹا بھی چبھتا ہے وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اگر لکھنے والے کے ہاتھ سے قلم گر جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کسی بندۂ مومن کو کوئی تکلیف یا صدمہ یا پریشانی پیش آئے اسے اپنے گناہوں کا خمیازہ سمجھنا چاہئے۔ دوسری یہ کہ بندۂ مومن کا مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں' بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا لطف و انعام ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کے گناہوں کے کفارے کا دنیا ہی میں انتظام فرما دیا۔

اس کے برعکس جس بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے گناہوں کے باوجود ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں۔ وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت معزز ہے حالانکہ اس کے ساتھ مکرو استدراج کا معاملہ ہو رہا ہے' کہ اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اسے ڈھیل دی جا رہی ہے' اور قیامت کے دن جب بارگاہ خداوندی میں پیش ہو گا' اسے اس کی بد عملیوں کا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا۔ الّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل و احسان سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی حق تعالیٰ شانہ کا لطف' قہر کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی قہر لطف کی شکل میں۔ اس نکتہ کو حضرات عارفین خوب سمجھتے ہیں ورنہ عام لوگوں کی نظر اس پر نہیں جاتی۔ حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ کے ساتھ بھی لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں اور اپنے غضب و قہر سے پناہ عطا فرمائیں۔ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک' واعوذبک منک' لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ بندے کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جس قدر زیادہ ابتلا پیش آئے اسی قدر وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں اسے مختلف تکالیف و مصائب سے آزماتے ہیں جن سے ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا سارا میل کچیل دور ہو جاتا ہے' حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا تھا' کہ بیٹا! سونے چاندی کو آگ کی بھٹی میں ڈال کر صاف کیا جاتا ہے پس جو بندہ ان تکالیف اور آزمائشوں پر' جو محض منجانب اللہ پیش آتی ہیں راضی رہے اور کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائے بلکہ یوں سمجھے کہ مجھے جو کچھ پیش آرہا ہے یہ سب کچھ کریم آقا کی جانب سے میرے نفع کے لئے ہے' ایسے بندے کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی لکھ دی جاتی ہے۔ "اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے"۔ اور جو شخص ان مصائب و آلام پر راضی برضا نہ رہے بلکہ اس کے دل میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے گھٹن اور کڑھن پیدا ہو جائے۔ وہ اپنی حماقت سے حق تعالیٰ کی ناراضی کا مستوجب ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ایک حدیث قدسی ہے کہ:

من لم یرضَ بقضائی ولم یقنع بعطائی
فلیطلب ربا سوائی.

ترجمہ: "جو شخص میری قضا پر راضی نہیں اور میری عطا پر قانع نہیں، اسے کہو کہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے"۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَارَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علی وسلم سے بڑھ کر کسی کی تکلیف نہیں دیکھی"۔

تشریح: یہاں تکلیف سے سکرات موت کی تکلیف مراد ہے۔ مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ چونکہ بہت ہی بلند تھا، اس لئے دیگر تکالیف کی طرح آپ کی سکرات کی تکلیف بھی دوسروں سے زیادہ تھی، مگر یہ تکلیف جسد مبارک کو تھی۔ جب کہ روح مبارک لقائے الٰہی کے اشتیاق میں بے چین اور مشاہدہ الٰہی میں مستغرق تھی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نزع کے وقت اگر کسی کو بظاہر زیادہ تکلیف ہو تو یہ اس کے غیر مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ اگر کسی کی روح بظاہر آسانی سے نکل جائے تو یہ اسکے مقبول ہونے کی علامت نہیں ۔ الغرض ظاہری شدت کے کم و بیش ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ اصل اعتبار اس وقت روحانی شدت و راحت کا ہے، جس کا ادراک ہم لوگ ان آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ اللھم اعنی علی سکرات الموت وغمرات الموت۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قُلْتُ : يَارَسُولَ اللهِ : أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً ؟ قَالَ الأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأُخْتِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً ؟ قَالَ : الأَنْبِيَاءُ ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ .

ترجمہ : ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے' فرمایا: انبیا علیہم السلام کی پھر جو ان سے قریب تر ہو' پھر جو ان سے قریب تر ہو' آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔ پس اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے' اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دین کی بقدر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے' پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے یہاں تک کہ اس کو ایسا کر چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا“۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت ہمیشہ مومن بندے اور مومن بندی کے ساتھ رہتی ہے' اس کی ذات میں بھی اور اس کی اولاد میں بھی اور اس کے مال میں بھی' یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا"۔

تشریح : آزمائش سے مراد وہ آلام و مصائب ہیں جو اس دارالمحن میں آدمی کو پہنچتے ہیں' اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ آزمائشیں سب سے زیادہ انبیا کرام علیہم السلام پر ڈالی جاتی ہیں' پھر درجہ بدرجہ اولیا و صلحا پر۔ جتنا کسی کا دین مضبوط اور عنداللہ اس کا مرتبہ بلند ہو اسی قدر اسے آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے' اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو صبرو استقامت اور شکرو صبر کی توفیق دے دیتے ہیں' اسی سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں' اور خطاؤں کا کفارہ ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ تمام خطاؤں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مصائب و آلام حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور اولیا و صلحا پر بھی آتے ہیں اور فساق و فجار پر بھی' ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مقبولان الٰہی پر مصائب کا آنا بطور تطہیرو آزمائش ہوتا ہے جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور بھول چوک کی وجہ سے (جولازمہ بشریت ہے) ان سے سرزد ہونے والی خطاؤں کا کفارہ ہو جاتا ہے' اور وہ ہر قسم کے گرد و غبار اور میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتے ہیں' اس کے برعکس فساق و فجار پر جو مصائب آتے ہیں وہ شومئی اعمال کی بنا پر بطور عقوبت ہوتے ہیں' اگرچہ دارالجزا تو آخرت ہے' مگر حق تعالیٰ کی رحمت اس کو

مقتضی ہوئی کہ عذاب و سزا کا کچھ نمونہ دنیا میں بھی دکھلایا جائے تاکہ لوگوں کو توبہ و انابت اور رجوع الی اللہ کی توفیق ہو۔

اور ظاہری فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ صلحا پر جو مصائب و تکالیف آتی ہیں ان کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ شانہ سے انقباض نہیں ہوتا' بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے تعلق و محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان پر اپنی بندگی و بے چارگی اور حق تعالیٰ کی مشیت کاملہ کی کارفرمائی مزید واضح ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے ان پر اسرار عجیبہ کھلتے ہیں۔ حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد ہے:

> "جب بندہ کسی بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے' اگر نجات نہیں پاتا' تو مخلوقات میں سے اوروں سے مدد مانگتا ہے' مثلاً" بادشاہوں یا حاکموں یا دنیا داروں یا امیروں سے' اور دکھ درد میں طبیبوں سے' جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دعا اور گریہ وزاری و حمد و ثنا کے ساتھ رجوع کرتا ہے (یعنی) جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے خلق سے رجوع نہیں کرتا' اور جب تک خلق سے مدد مل جاتی ہے خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا' پھر جب خدا کی طرف سے (بھی) کوئی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) خدا کے ہاتھوں میں آرہتا ہے' اور ہمیشہ سوال و دعا' اور گریہ وزاری اور ستائش و اظہار حاجت مندی امید و بیم کے ساتھ کیا کرتا ہے' پھر خدا اس کو دعا سے (بھی) تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ کل اسباب (منقطع ہو جاتے ہیں' اور وہ سب سے) علیحدہ ہو جاتا ہے' اس وقت اس میں (احکام) قضا و قدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اس کے اندر (خدا اپنا) کام کرتا ہے تب بندہ کل اسباب

و حرکات سے بے پروا ہو جاتا ہے' اور روح صرف رہ جاتا ہے' اسے فعل حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا' اور وہ ضرور بالضرور صاحب یقین موحد ہوتا ہے' قطعی طور پر جانتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی (کچھ) کرنے والا ہے اور نہ حرکت وسکون دینے والا' نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی و برائی' نفع و نقصان' بخشش و حرمان' کشائش و بندش' موت و زندگی' عزت و ذلت' غنا و فقر' اس وقت (احکام قضا و قدر) میں بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں' یا مردہ غسال کے ہاتھ میں' یا (پولو کا) گیند سوار کے قبضہ میں' کہ الٹا پلٹا جاتا ہے' اور بگاڑا بنایا جاتا ہے' اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں' نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے' یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے' اور اپنے مالک اور اس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سنتا ہے' نہ کچھ سوچتا سمجھتا' اگر دیکھتا ہے تو اسکی صنعت' اور اگر سنتا ہے تو اسی کا کلام' اس کے علم سے (ہر چیز کو) جانتا ہے' اس کی نعمت سے لطف اٹھاتا ہے' اس کے قرب سے سعادت پاتا ہے' اس کی تقریب (جاذبہ) سے آراستہ پیراستہ ہوتا ہے' اس کے وعدے سے خوش ہوتا ہے' سکون پاتا ہے اور اطمینان حاصل کرتا ہے' اس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے' اور اس کے غیر سے وحشت و نفرت کرتا ہے' اس کی یاد میں سرنگوں ہوتا ہے اور جی لگاتا ہے' اس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے' اس کے نور معرفت سے ہدایت پاتا اور اس کا خرقہ ولباس پہنتا ہے' اس کے علوم عجیب و نادر پر مطلع ہوتا ہے' اس کے قدرت کے اسرار سے مشرف ہوتا ہے'

اس کی ذات پاک کی (ہر بات) سنتا اور اسے یاد رکھتا ہے، پھر ان (نعمتوں) پر حمد و ثنا و شکر و سپاس کرتا ہے"۔

(فتوح الغیب مقالہ ۳ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

لیکن جس پر آفات و مصائب کا نزول بطور قہر و سزا ہو اس کے قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے، اپنی بد عملیوں پر نظر کرنے اور اپنی حالت کی اصلاح کرنے کے بجائے نعوذ باللہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سوءظن میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہ کا قہر پر قہر ہے کہ آدمی گرفتار بلا ہونے کے بعد بھی توبہ و انابت کا راستہ اختیار نہ کرے، بلکہ اپنے منعمِ حقیقی سے برگشتہ ہو جائے اور حرفِ شکایت زبان پر لائے۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مصائب و تکالیف اور تنگی و بیماری میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، اس میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں اور کسی کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھ کر اس پر طعن کرتے ہیں۔ یہ بہت ناشائستہ حرکت ہے۔

آنکھوں کی بینائی جاتی رہنے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي ذَهَابِ الْبَصَرِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ مُسْلِمٍ. حَدَّثَنَا أَبُو ظِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ يَقُولُ: إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِي إِلَّا الْجَنَّةَ.

وَفِي الْبَابِ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو ظِلَالٍ اسْمُهُ هِلَالٌ .

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ . أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب دنیا میں اپنے بندے سے دونوں آنکھیں لے لوں' (یعنی ان کی بینائی جاتی رہے) تو اس کے لئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کی آنکھیں لے لوں (یعنی بینائی جاتی رہے) پھر وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت رکھے تو میں اس کے لئے جنت کے سوا کسی بدلے پر راضی نہیں ہوں گا"۔

تشریح : ان احادیث مبارکہ سے بینائی جاتی رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی' کہ حق تعالیٰ اس مصیبت کے بدلے اس کو اپنی رحمت سے جنت عطا فرمائیں گے' بشرطیکہ وہ اس مصیبت اور تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے انعام اور وعدہ کا یقین

رکھتے ہوئے اس پر صبر کرے، اور صبر کا مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت پر جزع فزع نہ کرے، اور حق تعالیٰ شانہ کی شکایت اس کے دل میں پیدا نہ ہو، اگر آنکھوں کا علاج ہو سکتا ہو تو علاج کرانا صبر کے منافی نہیں، کیونکہ علاج کا شریعت نے خود حکم دیا ہے، تاہم اگر بینائی مل گئی تو جس فضیلت اور ثواب کا ان احادیث پاک میں وعدہ دیا گیا ہے وہ فضیلت میسر نہیں آئے گی، چنانچہ جب ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کہو تو تمہارے لئے بینائی کی دعا کر دیتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے تم کو بینائی عطا فرما دیں گے، اور اگر چاہو تو اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت کی دعا کر دوں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَيُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ قَالاَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَغْرَاءَ أَبُو زُهَيْرٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ ، وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَوْلَهُ شَيْئًا مِنْ هٰذَا .

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب اہل مصائب کو بدلہ عطا کیا جائے گا، تو اہل عافیت (جو مصیبتوں سے محفوظ رہے) یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیئے گئے ہوتے (اور اس کے بدلے میں یہ ثواب ہمیں عطا کیا جاتا)“۔

تشریح: اس حدیث پاک میں اہل مصائب کے لئے بڑی تسلی ہے کہ ان معمولی مصیبتوں اور تکلیفوں پر، جو انہیں دنیا میں پہنچ رہی ہیں، انہیں آخرت میں ایسا اجر عطا کیا جائے گا کہ اہل عافیت کو ان پر رشک آئے گا، یہاں تو وہ شخص قابل رشک سمجھا جاتا ہے جو ہر طرح عافیت سے ہو۔ لیکن قیامت کے دن اس کے برعکس وہ شخص لائق رشک ہو گا جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ گو مصائب بھی اپنے اجر و ثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، مگر ہمیں یہ حکم نہیں کہ از خود اللہ تعالیٰ سے مصائب کی دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کی دعا کرنی چاہئے، عافیت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اور مصیبت و تکلیف بھی اگرچہ مالک کا انعام ہی انعام ہے۔ مگر ہم کمزور ہیں، اور ہمارے ضعف کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی نعمت مانگا کریں۔ کیونکہ مصیبت پر جس صبر و رضا کی ضرورت ہے، شاید ہم سے اپنے ضعف کی بنا پر اس کی بجا آوری نہ ہو سکے اور مصائب کا تحمل ہم نہ کر سکیں۔ اس لئے مصیبت کے نزول کی دعا کرنا تو خلاف ادب اور خلاف عبدیت ہے۔ ہاں! اگر کسی کو منجانب اللہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے تو تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کرے، صبر کا دامن مضبوط تھامے اور آخرت کے اجر و ثواب پر نظر رکھے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی نازل شدہ تکلیف اور مصیبت کے دفع کرنے کی تدبیر کرنا، اور حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کرنا صبر و رضا کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ. أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ، قَالُوا: وَمَا نَدَامَتُهُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا

نَدِمَ اَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ، وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوهِبٍ مَدَنِيٌّ.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی مرتا ہے' (خواہ نیک ہو یا بد) اسے ندامت ضرور ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے ندامت کس بات کی ہوتی ہے؟ فرمایا' اگر نیک ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے کہ اس نے اپنی نیکیوں میں اضافہ کیوں نہ کر لیا' اور اگر برا ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے کہ وہ برائی سے کیوں باز نہ آگیا“۔

تشریح: مرنے کے بعد نیک آدمی کو افسوس ہو گا کہ کاش اس نے دنیا میں' جو دارالعمل تھی' زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لی ہوتیں۔ اور برے آدمی کو افسوس ہو گا کہ کاش! وہ ان برائیوں سے باز آجاتا' افسوس کہ ان برائیوں کی تلافی کا موقع جاتا رہا' حدیث پاک کی دعوت یہ ہے کہ آدمی کو اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھنا چاہئے' اگر اللہ تعالیٰ نے طاعات کی توفیق عطا فرما رکھی ہے تو زیادہ سے زیادہ سرمایۂ آخرت جمع کرنا چاہئے' اور خدانخواستہ برائیوں میں مبتلا ہے تو اسے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں' اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے سے باز آنا چاہئے' جو کچھ اب تک کر چکا ہے اس کے تدارک و تلافی کی فکر کرنی چاہئے' کیونکہ آنکھیں بند ہوتے ہی موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا' پھر نہ کسی نیکی میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ کسی برائی کے تدارک کی گنجائش ہے۔ الا من تغمدہ اللہ رحمتہ۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُونَ(۱) الدُّنْيَا بِالدِّينِ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّينِ ، أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ ، وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبِي يَغْتَرُّونَ ، أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُونَ • فِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا .

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ . أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ . أَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ : لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ، وَقُلُوبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ ، فَبِي حَلَفْتُ لَأُتِيحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا ، فَبِي يَغْتَرُّونَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُونَ .

قَالَ أَبُو عِيسَىٰ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے حیلے سے دنیا بٹوریں گے، وہ لوگوں کے سامنے (اپنے زہد کا اظہار کرنے کی غرض سے) بھیڑ کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ نرمی کی وجہ سے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی۔ اور ان کے دل بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم میری

وجہ سے غرہ ہو؟ بلکہ کیا مجھ پر جرأت کرتے ہو؟ پس مجھے اپنی ذات کی قسم! میں ان لوگوں پر انہی کے ہاتھوں ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان کے دانشمندوں کو بھی حیران کر دیگا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' میں نے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں' اور جن کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں۔ پس میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسے فتنے میں ڈالوں گا جو ان کے دانش مندوں کو بھی حیران کر دے گا' کیونکہ یہ لوگ میری وجہ سے غرہ ہیں۔ بلکہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں"۔

تشریح: ان احادیث میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت ہے جو طاعت و بندگی اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں' اور جنہوں نے دین کو دنیا طلبی کا حیلہ بنا رکھا ہے' بظاہر بڑی شیریں کلامی اور چرب زبانی سے باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دل حق تعالیٰ شانہ کے ذکر اور اس کی محبت و عظمت سے معمور نہیں' بلکہ حسد و کینہ اور دنیا کی خواہش و طلب سے سیاہ ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حلم سے دھوکے میں ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جری ہیں کہ اپنے عمل پر نادم و پشیمان نہیں' بلکہ اسے ہنر و کمال سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر ان سے نہ بن پڑے گی' اور ان کے ذہین اور ہوشیار لوگ بھی حیران اور ششدر ہو کر رہ جائیں گے۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

زبان کی حفاظت کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي حِفْظِ اللِّسَانِ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: "حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو اور چاہیے کہ تم کو سمائے رکھے تمہارا گھر اور اپنی غلطیوں پر رویا کرو"۔

تشریح: مطلب یہ کہ اگر بغیر مواخذہ کے نجات چاہتے ہو تو تین باتوں کا التزام کرو۔ ایک یہ کہ زبان قابو میں رکھو، اور کوئی لفظ بے ضرورت اس سے صادر نہ ہو، دوم یہ کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو، بے ضرورت کسی سے نہ ملو، سوم یہ کہ اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر اشک ندامت بہاتے رہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ(۱) فَتَقُولُ اتَّقِ

اللهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَ إِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ.

ترجمہ: "حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا زبان کی منت و سماجت کرتے ہیں' اس سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا' کیونکہ ہم سب تیری بدولت (اچھے یا برے) ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے' اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے (چلنے پر مجبور) ہو جائیں گے"۔

تشریح: انسان کے تمام اعضا اس کے دل کے تابع ہیں' اور اسی کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"الا ان فی الجسد لمضغة، اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الاوهی القلب"۔

ترجمہ: "سن رکھو! کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سن رکھو! کہ وہ دل ہے"۔

لیکن زبان دل کی ترجمان ہے' اور زبان کی اچھائی اور برائی کے نتائج سے پورا بدن متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر صبح کو تمام اعضاء اس سے تقویٰ و خشیت کی درخواست کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ. حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَتَكَفَّلُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ سَهْلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ.

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھے (دو چیزوں کی) ضمانت دیدے (ایک) اس چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے' (یعنی زبان کی) اور (دوسرے) اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ کی اور ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو خلاف حکم خداوندی استعمال نہیں کرے گا) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

تشریح: ان دونوں چیزوں کی ضمانت وہی شخص دے سکتا ہے جو اعلیٰ درجے کا متقی و پرہیزگار ہو اور جو اپنی زبان سے صادر ہونے والے ایک ایک لفظ کی نگہداشت کرے کہ غفلت میں بھی کوئی لفظ خلاف رضائے الٰہی اس کی زبان سے صادر نہ ہو' ظاہر ہے کہ جو شخص زبان کے بارے میں احکام الٰہیہ کی نگہداشت اس حد تک کرے گا۔ وہ اپنی دیگر حرکات و سکنات میں احکام خداوندی کی نگہداشت اس سے بڑھ کر کرے گا۔ اس لئے اس کو جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ . حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ وَقَاهُ اللهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : أَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ وَهُوَ كُوفِيٌّ ، وَأَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ هُوَ أَبُو حَازِمٍ الزَّاهِدُ مَدَنِيٌّ ، وَاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِينَارٍ ، وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے (دو چیزوں کے شر سے) بچا لیا (ایک' اس چیز کے شر سے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور (ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے' وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَاعِزٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ ، قَالَ : قُلْ رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ ، فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ، ثُمَّ قَالَ : هٰذَا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ .

ترجمہ: "حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جسے میں مضبوط پکڑ لوں۔ فرمایا، "یہ کہہ کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہ"۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہے جس کا آپؐ میرے حق میں اندیشہ رکھتے ہیں؟ آپؐ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا! یہ ...."

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "تو کہہ میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ"۔ ایک ایسا جامع ارشاد ہے جو تمام اوامر و نواہی کو شامل ہے۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اپنی عبدیت و بندگی کا اقرار کر لیا، تو اب ساری عمر اس کی دھن رہنی چاہئے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو جو کریم آقا کے حکم و ارشاد اور اس کی رضا و خوشنودی کے خلاف ہو۔ اگر ایک امر و نہی میں بھی اس کے خلاف ہو گیا تو استقامت میں فرق آگیا، اس لئے دوبارہ عزم اور تجدید نو کی ضرورت ہو گی۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي ثَلْجٍ الْبَغْدَادِيُّ صَاحِبُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ. حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاطِبٍ

ترجمہ : "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ کیونکہ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی (کا موجب) ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ سے سب لوگوں سے زیادہ دور، سخت دل ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ ذکر الٰہی کو چھوڑ کر زیادہ باتیں کرنے سے دل کی سختی پیدا ہوتی ہے، جس سے قلب کی استعداد بگڑ جاتی ہے۔ خوف و خشیت اور حب و رجا وغیرہ سے قلب رفتہ رفتہ خالی ہو جاتا ہے، اور قلب میں ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی، اور یہ کیفیت حق تعالیٰ شانہ سے بُعد کی علامت ہے۔۔۔۔اعاذنا اللہ منہا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُومِيَّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ .

ترجمہ : "ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کی ہر بات اس کے حق میں مضر ہے، مفید نہیں، مگر بھلائی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر"۔

زہد و عبادت میں اعتدال

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ. حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَبَيْنَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ: مَا شَأْنُكِ مُتَبَذِّلَةً؟ قَالَتْ: إِنَّ أَخَاكَ أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا قَالَ: فَلَمَّا جَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لِيَقُومَ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: نَمْ فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ لَهُ نَمْ فَنَامَ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ قَالَ لَهُ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ فَقَامَا فَصَلَّيَا فَقَالَ: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ، فَقَالَ لَهُ: صَدَقَ سَلْمَانُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو الْعُمَيْسِ اسْمُهُ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ أَخُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُودِيِّ.

ترجمہ: "حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی

بنا دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداؓ سے ملنے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی اہلیہ حضرت ام الدردا نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابوالدردا کو دنیا کی کسی چیز میں رغبت نہیں۔ (مطلب یہ کہ عورت کی زیب و زینت شوہر کی خاطر ہوتی ہے۔ ان کو اس کی بھی رغبت نہیں تو اچھے کپڑے کس کے لئے پہنے جائیں) حضرت ابوالدرداؓ گھر آئے، تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کر کے کہا کہ آپ تناول فرمائیں میرا روزہ ہے۔ انہوں نے فرمایا، جب تک آپ نہ کھائیں تب تک میں نہیں کھانے کا۔ چنانچہ انہوں نے (نفلی روزہ مہمان کی خاطر افطار کر دیا۔ اور) کھانا کھا لیا۔ رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداؓ نماز کو اٹھنے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا ابھی سو جاؤ۔ چنانچہ ان کے کہنے پر وہ سو رہے، پھر نماز کے لئے اٹھنے لگے تو پھر کہا ابھی سو رہو۔ چنانچہ وہ پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ جب صبح صادق کا وقت قریب ہوا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ ہاں! اب اٹھ کر نماز پڑھو۔ چنانچہ دونوں اٹھے۔ اور نماز تہجد پڑھی۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ آپ کے ذمہ آپ کے نفس کا بھی حق ہے۔ آپ کے رب کا بھی حق ہے۔ آپ کے مہمان کا بھی حق ہے۔ اور آپ کے ذمہ آپ کے اہل خانہ کا بھی حق ہے۔ ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا چاہئے۔ پھر یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور پورا قصہ بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" سلمان نے ٹھیک کہا"۔

تشریح: اس حدیث پاک کا مدعا یہ ہے کہ زہد و عبادت بہت اچھی چیز ہے۔ مگر اس کو بھی اپنی حد کے اندر رہنا چاہیئے۔ زہد و عبادت میں اتنا افراط جائز نہیں کہ اہل حقوق کے حقوق بھی تلف ہونے لگیں، یہ مضمون احادیث طیبہ میں بڑی کثرت سے آیا ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرنا

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ، وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ، فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ. أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيَى. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَتَبَتْ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

ترجمہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھے کوئی نصیحت لکھ بھیجئے، مگر زیادہ لمبی نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں تحریر فرمایا:

"سلام علیک، اما بعد: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے خود سنا ہے' کہ فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مشقت سے خود کفایت فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے انسانوں کو خوش کرنا چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد فرما دیتے ہیں۔ والسلام علیک"۔

قیامت کے حالات

حساب اور بدلے کا بیان

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ حَرَّ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ يَوْمًا بِهَذَا الحَدِيثِ عَنِ الأَعْمَشِ، فَلَمَّا فَرَغَ وَكِيعٌ مِنْ هَذَا الحَدِيثِ قَالَ: مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِي إِظْهَارِ هَذَا الحَدِيثِ بِخُرَاسَانَ لِأَنَّ الجَهْمِيَّةَ يُنْكِرُونَ هَذَا، اسْمُ أَبِي السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمِ بْنِ خَالِدِ بْنِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الكُوفِيُّ.

ترجمہ : "حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "تم میں سے کوئی شخص نہیں، مگر اس سے اس کا رب قیامت کے دن کلام کرے گا، اور اس کے درمیان اور اس کے درمیان (یعنی بندے کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان) کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پھر آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر اپنی بائیں جانب نظر کرے گا تو اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے، پھر اپنے چہرے کے سامنے نظر کرے گا تو آگ اس کا استقبال کرے گی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہے کہ بچائے اپنے چہرے کو آگ سے، خواہ کھجور کی ایک پھانک کے ساتھ تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔"

ابوالسائبؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت وکیعؒ نے ہم سے بروایت اعمشؒ یہ حدیث بیان کی۔ جب وکیعؒ اس حدیث کو بیان کرکے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ "یہاں اہل خراسان میں سے کوئی ہو تو خراسان میں اس حدیث کی اشاعت کرکے ثواب کمائے۔" امام ترمذیؒ فرماتے ہیں "یہ اس لئے کہ جہمیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔"

تشریح : اہل حق کا عقیدہ ہے، اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ اس میں بہت کثرت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ قیامت کے دن انسان کے ہر اچھے اور برے عمل کا حساب ہوگا، اس حدیث پاک میں اس کا ایک نقشہ بیان کیا گیا

ہے کہ ہر بندے کو قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا ہوگا' کوئی نہ اس کی ترجمانی کرنے والا ہوگا' نہ اس کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوگا' اور دنیا میں جو عمل' اچھے یا برے' چھوٹے یا بڑے' ظاہری یا باطنی' چھپ کر کیئے یا اعلانیہ کیئے' قیامت کے دن سب لا حاضر کیے جائیں گے اور بندے سے ان کے بارے میں سوال ہوگا' ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے کرم اور اس کی رحمت ہی سے بیڑا پار ہوسکتا ہے ورنہ ہم جیسے گناہ گاروں کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے۔ اللھم حاسبنی حسابا" یسیرا"۔

اور یہ جو فرمایا کہ دوزخ سے بچو' خواہ کھجور کی ایک پھانک دے کر' اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں' ایک یہ کہ صدقہ بکثرت دیا کرو' اور یہ محض رضائے الٰہی کے لئے ہو' کیونکہ صدقہ اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے' دوسرے یہ کہ اگر کسی کا ایک کھجور کا ایک حصہ تمہارے ذمہ ہو' تو وہ بھی اس کو ادا کردو' کسی کا حق اپنے ذمہ لے کر دنیا سے نہ جاؤ۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! جتنے ہم نے تیرے بندوں کی حق تلفی کی ہے' خواہ عمداً" یا سہوا" ہمیں معاف فرمادے۔ اور ہم فقیر ہیں' فقیروں پر صدقہ کیا جاتا ہے' آپ اپنی رحمت سے ہم پر صدقہ فرمائیں اور ہماری طرف سے ہمارے تمام حقوق کو ادا فرمادیں۔

اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب قیامت کے دن ہمکلام ہوگا' اور بندے کو خود جواب دہی کرنی ہوگی' اس کے اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا' اس حدیث سے حق تعالیٰ شانہ کی صفت کلام ثابت ہوئی' اس لئے امام وکیعؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ اس حدیث کا اعلان خراسان میں ہونا چاہیئے کیونکہ وہاں جہمیہ یعنی جہم ابن صفوان کو ماننے والے بکثرت ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کے منکر ہیں۔ نعوذ باللہ

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ . حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ أَبُو مُحْصِنٍ . حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ الرَّحَبِيُّ . حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لاَ تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ : عَنْ عُمْرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلاَهُ ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لاَ نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ وَحُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ : ’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے قدم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس سے نہیں ہلیں گے، یہاں تک کہ اس سے سوال کیا جائے پانچ چیزوں کے بارے میں (۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے عمر کو کس چیز میں فنا کیا؟ (۲) اور اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اس کو کس چیز میں ہنڈایا؟ (۳) اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا؟ (۴) اور یہ کہ مال کس چیز میں خرچ کیا؟ (۵) اور جو چیزیں اس کو معلوم تھیں ان میں سے کن چیزوں پر عمل کیا؟‘‘

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا الأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ . حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ

جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ، وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ، وأبو بَرْزَةَ اسْمُهُ نَضْلَةُ ابْنُ عُبَيْدٍ.

ترجمہ: "حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، یہاں تک کہ اس سے (چند چیزوں کے بارے میں) سوال کیا جائے (اور وہ ان کا معقول جواب دے۔ اول) اس کی عمر کے بارے میں (سوال کیا جائے گا) کہ کس چیز میں ختم کی۔ (دوم) اس کے علم کے بارے میں کہ اسے کس چیز میں استعمال کیا۔ (سوم) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا۔ اور (چہارم) اس کے بدن کے بارے میں کہ اس (کی قوتوں) کو کس چیز میں کمزور کیا"۔

تشریح: یعنی بندے کو اپنی عمر، اپنے مال، اپنے علم اور اپنی بدنی قوتوں کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی کہ آیا ان تمام چیزوں کا استعمال صحیح ہوا یا غلط؟ خدا و رسول کے احکام کے مطابق ہوا یا ان کے خلاف؟

حساب و کتاب کا مرحلہ بہت ہی دشوار ہے۔ اگر آدمی اپنی زندگی کے ایک دن کا حساب چکانے بیٹھے تو سوچا جا سکتا ہے کہ اس میں کتنی پریشانی ہوگی، اور یہاں تو ایک آدھ دن کا قصہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا، یہ

ایسی ہولناک حقیقت ہے کہ اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہماری غفلت لائق تعجب ہے کہ مسکین انسان کو حساب و کتاب کا یہ مرحلہ پیش آنے والا ہے مگر وہ نشہ غفلت میں مدہوش اس ہوشربا مرحلہ سے بالکل غافل اور بے خبر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو یوم الحساب کے آنے سے پہلے اپنا میزانیہ درست کرلیں۔ اپنے نفع و نقصان کا مواز نہ کریں۔ اور جو لغزشیں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں مرنے سے پہلے ان کا کچھ تدارک کر لیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حال پر نہایت شفقت ہے کہ جو امتحانی پرچہ اسے قیامت کے دن حل کرنا ہے' اور جن چیزوں کا حساب بے باق کرنا ہے اس کی اطلاع پہلے سے کر دی' تاکہ ہر شخص فکر مندی کے ساتھ اس کی تیاری کرے اور اسے وقت پر پریشانی کا سامنا نہ ہو' حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عفو سے اس دن کی پریشانیوں سے محفوظ فرمائیں۔ اور ہمارے عجز و ضعف پر نظر فرما کر ہمارے عیوب کو اپنی مغفرت سے ڈھانک لیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوا : الْمُفْلِسُ فِينَا يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاتِهِ وَصِيَامِهِ وَزَكَاتِهِ ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا ، وَضَرَبَ هٰذَا فَيَقْعُدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ فِي عِرْضٍ أَوْ مَالٍ، فَجَاءَهُ فَاسْتَحَلَّهُ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ وَلَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ حَمَلُوهُ عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں مفلس وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال و متاع نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر ایسی حالت میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کسی کو مارا پیٹا تھا، پس یہ تمام لوگ اپنے حقوق کا بدلہ اس کی نیکیوں سے وصول کریں گے۔ اس کے ذمہ جو لوگوں کے حقوق ہیں اگر ان کے پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کے ذمہ اس کے بھائی کا کوئی غصب کردہ حق ہو خواہ اس کی عزت و آبرو کے متعلق، یا اس کے مال کے متعلق، تو وہ اس کے پاس جا کر اس سے معاف کرا لے، اس سے قبل کہ وہ (قیامت کے دن ان حقوق کی وجہ سے) پکڑا جائے، اور وہاں کوئی درہم و دینار تو ہو گا نہیں، (صرف نیکی اور بدی کا سکہ چلے گا اور انہی کے ذریعہ وہاں حقوق کی ادائیگی ہو گی) پس اس شخص کے پاس اگر کچھ نیکیاں ہوئیں تو اس کی نیکیوں سے معاوضہ لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو لوگ اپنے حقوق کے بدلے میں) اس پر اپنے گناہ ڈال دیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک تیسری حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اہل حق کو ان کے حق دلائے جائیں گے،

یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کا بدلہ دلایا جائے گا"۔

تشریح: قیامت کا دن عدل و انصاف کا دن ہے' دنیا میں اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا تھا تو قیامت کے دن ہر صاحب حق کو اس کے حق کا معاوضہ دلایا جائے گا۔ اور چونکہ وہاں نہ روپیہ پیسہ ہو گا' اور نہ کوئی اور سامان کسی کے پاس ہو گا' اس لئے حقوق کا معاوضہ نیکیوں اور بدیوں کی شکل میں دلایا جائے گا۔ یعنی جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق باقی ہو گا اس کی قیمت لگا کر اس شخص کی اتنی نیکیاں صاحب حق کو دلائی جائیں گی۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو اصحاب حقوق کے اتنے گناہ اس کے ذمہ ڈالے جائیں گے۔ اس شخص کے مفلس ہونے میں کیا شک ہے جس کی عمر بھر کی کمائی دوسرے لوگ لے جائیں' اور جب وہ خالی ہاتھ ہو جائے تو لوگ اپنا بوجھ بھی اس کے ذمہ ڈال دیں' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ واجب ہو تو دنیا ہی میں اسے ادا کر دے یا معاف کرا لے تاکہ قیامت کے دن کی رسوائی اور مطالبے سے بچ جائے۔

ان احادیث طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو دوسروں کی غیبتیں کرتے ہیں ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں' کسی کی تحقیر کرتے ہیں' کسی کو جسمانی یا ذہنی ایذا پہنچاتے ہیں' یا کسی کا مال ہضم کر جاتے ہیں' دراصل یہ اس کا نقصان نہیں بلکہ ہم اپنا نقصان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں ان کا معاوضہ ادا کرنا ہو گا۔

اکابرؒ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کا معاملہ ایک لحاظ سے حقوق اللہ سے زیادہ سنگین ہے' کیونکہ حق تعالیٰ شانہ غنی مطلق ہیں معاف بھی کر دیں گے۔ لیکن بندے محتاج ہیں ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ معاف کر دیں۔ الّا ماشاء اللہ

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ صرف انسانوں تک محدود

نہیں، بلکہ حیوانات تک پھیلا ہوا ہے، باوجودیکہ حیوانات احکام شرعیہ کے مکلف نہیں لیکن اگر ایک بکری نے دوسری بکری سے زیادتی کی ہو گی تو اس کا بدلہ بھی دلایا جائے گا۔ پس انسان جو اپنی عقل و شعور کی بدولت مکلف ہے۔ اگر اس نے کسی جانور پر ظلم کیا ہو گا، اس کا بدلہ بھی اسے دلایا جائے گا۔

فائدہ: قیامت کے دن حقوق سے عہدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اول تو آدمی کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رکھے بلکہ پوری دیانت و امانت کے ساتھ اپنے معاملات کو صاف رکھے۔ اور کسی کی غیبت وغیرہ سے پرہیز کرے، اور اگر غفلت و کوتاہی کی وجہ سے اس کے ذمہ کچھ حقوق لازم ہوں تو ان کی تلافی و تدارک کی کوشش کرے۔

اور تلافی کی تفصیل یہ ہے کہ حقوق یا مالی ہوں گے یا عزت و آبرو سے متعلق۔ اور دونوں صورتوں میں صاحب حق معلوم ہو گا یا نہیں؟ پس یہ کل چار صورتیں ہوئیں۔

اول: حق مالی ہو اور صاحب حق معلوم ہو اس صورت میں اس کا حق ادا کر دے، اور اگر ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس سے معاف کرا لے۔

دوم: حق مالی ہو اور صاحب حق معلوم نہ ہو، مثلاً "کسی شخص سے کوئی چیز خریدی تھی، اس کے دام ادا نہیں کئے تھے، اور وہ شخص کہیں غائب ہو گیا، اب اس کا کچھ اتا پتا نہیں چلتا، یا وہ شخص مر گیا اور اس کا کوئی وارث بھی معلوم نہیں تو اس صورت میں اتنی رقم اس کی طرف سے صدقہ کر دے۔

سوم: اگر حق غیر مالی ہو اور صاحب حق معلوم ہو، مثلاً "کسی کو مارا تھا یا اسے گالی دی تھی، یا اس کی غیبت کی تھی یا اس کی تحقیر کی تھی تو اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چہارم: اگر حق غیر مالی ہو اور اصحاب حقوق معلوم نہ ہوں، یعنی یہ یاد نہیں کہ زندگی بھر میں کس کس کو گالی دی، کس کس کو ستایا، کس کس کی

غیبتیں کیں وغیرہ وغیرہ، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان سب کے لئے دعا و استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ و ندامت کے ساتھ یہ دعا کرتا رہے کہ:

"بارالٰہا! میرے ذمہ تیرے بہت سے بندوں کے حقوق ہیں، اور میں ان کو ادا کرنے یا اصحاب حقوق سے معافی مانگنے پر بھی قادر نہیں ہوں، یااللہ! ان تمام لوگوں کو آپ اپنے خزانہ رحمت سے بدلہ عطا فرما کر انکو مجھ سے راضی کرا دیجئے"۔

یہی تدبیر اس صورت میں اختیار کی جائے جب صاحب حق تو معلوم ہو مگر اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو یا دینی مصلحت کے خلاف ہو، یا کسی کا مالی حق اس کے ذمہ ہو مگر یہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

الغرض حقوق کی ادائیگی یا تلافی کا بہت ہی اہتمام ہونا چاہئے، ورنہ قیامت کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے۔ حق تعالیٰ اس روسیاہ پر بھی رحم فرمائیں اور اس کی حماقتوں اور غفلتوں کی وجہ سے جن حضرات کے حقوق اس کی گردن پر ہیں، ان کو اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرما کر اس نابکار کی گلوخلاصی کی صورت پیدا فرمادیں تو ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔

اللهم انك تعلم انما انا بشر فايما مؤمن آذيته ، شتمته ، جلدته ، لعنته فاجعلها له صلوة و زكوة وقربة تقربه بها اليك..

قیامت کے دن کے پسینے کا بیان

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ . حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ . حَدَّثَنَا الْمِقْدَادُ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتَّى تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوِ اثْنَيْنِ ، قَالَ سُلَيْمٌ : لَا أَدْرِي أَيَّ الْمِيلَيْنِ عَنَى ؟ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ ، أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ ، قَالَ فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ ، فَيَكُونُونَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى عَقِبَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى حِقْوَيْهِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ : أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ .

حَدَّثَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَمَّادٌ : وَهُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوعٌ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ : يَقُومُونَ فِي الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : "حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا سورج بندوں کے قریب لایا جائے گا' یہاں تک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہو گا' سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس میل کا ارادہ فرمایا' آیا زمین کی مسافت کا؟ یا وہ میل (یعنی سرمہ کی سلائی) جس سے آنکھوں کو سرمہ لگایا جاتا ہے؟ پس آفتاب ان کی چربی پگھلا دے گا۔ پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں نہائے ہوئے ہوں گے۔ کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہو گا' کسی کا گھٹنوں تک' کسی کا کمر تک' اور کسی کا منہ تک پہنچا ہوا ہو گا' حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بعض کا پسینہ ان کے منہ کو لگام دیئے ہوئے ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

ترجمہ : "جس دن کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے سامنے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ پسینہ میں کھڑے ہوں گے جو انکے کانوں کے نصف تک پہنچے گا"۔

تشریح : ان احادیث طیبہ میں قیامت کی شدت کو بیان فرمایا ہے کہ اس دن آفتاب بندوں کے قریب لایا جائے گا گرمی کی شدت' قیامت کی ہولناکی

اور انسانوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے لوگ پسینے میں نہائے ہوں گے، اور ہر ایک کا پسینہ اس کے اپنے اعمال و کردار کے مطابق ہو گا، یہ مضمون ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک جائے گا۔ اور ان کے منہ میں لگام کی طرح ہو گا، یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب زمین کے قریب لایا جائے گا، پس لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے۔ کسی کا پسینہ ایڑیوں تک ہو گا، کسی کا آدھی پنڈلی تک کسی کا گھٹنوں تک کسی کا رانوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا کندھوں تک، کسی کا منہ تک پہنچ کر لگام کی طرح ہو گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا۔ اور کسی کا سر سے اونچا ہو گا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سر کے اوپر رکھا۔ (مستدرک حدیث عقبہ بن عامرؓ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ "یوم یقوم الناس لرب العالمین" پڑھی اور فرمایا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اور لوگ آدھے دن تک کھڑے رہیں گے، لیکن مومن کے لئے یہ دن صرف اتنے وقفہ کا ہو گا جیسا کہ سورج کے افق کے قریب پہنچنے کے بعد غروب تک کا وقت ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے تو چالیس سال تک اس طرح کھڑے رہیں گے کہ ان کی نظریں آسمان کی طرف پھٹی کی پھٹی رہیں گی، اور پریشانی کی شدت سے ان کا پسینہ منہ کو آرہا ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب کو دس سال کی تپش دی جائے گی پھر اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک کہ

کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ جائے گا۔ پس لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ پسینہ زمین میں قد آدم تک پھیل جائے گا۔ پھر بلند ہو گا یہاں تک کہ غرغرہ کی وجہ سے آدمی کا سانس گھٹنے لگے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آفتاب کی گرمی اس دن کسی مومن مرد اور عورت کو نقصان نہیں دے گی' امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مومن سے مراد کامل الایمان ہیں' کیونکہ اوپر حضرت مقدادؓ کی حدیث میں آچکا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کی بقدر پسینہ میں ہوں گے۔ (فتح الباری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے پسینے چھوٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ قد آدم تک پسینہ زمین پر بہنے لگے گا۔ پھر بلند ہو گا یہاں تک اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آدمی کا پسینہ اس کے منہ کو آتا ہو گا' یہاں تک کہ وہ کہے گا کہ یا اللہ! مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما' خواہ دوزخ میں ڈال دے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اس دن کی بے چینی اس قدر شدید ہو گی کہ کافر کا پسینہ اس کے منہ کی لگام بنا ہوا ہو گا' عرض کیا گیا کہ اہل ایمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا' سونے کی کرسیوں پر ہوں گے' اور بادل ان کو سایہ کئے ہوں گے۔

(بیہقی فی البعث عن عبداللہ بن عمرو)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن آفتاب لوگوں کے سروں پر ہو گا۔ اور ان کے اعمال ان پر سایہ فگن ہوں گے۔

(والروایات کلھا فی فتح الباری)

ان احادیث سے قیامت کے ہوش ربا دن کی ہولناکیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کے احوال میں ہر شخص کی حالت اس کے اعمال کے مناسب دوسروں سے مختلف ہو گی' سب سے زیادہ شدت

کفار پر ہوگی' ان سے دوسرے مرتبہ میں ان لوگوں پر جو کبائر کے مرتکب تھے۔ ان سے کم ان اہل ایمان پر جو کبائر سے اجتناب کرتے تھے اور اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ایسے ہوں گے جن کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو گا۔ اور وہ اس دن کے اہوال سے مامون ہوں گے' حضرات انبیا کرام علیہم السلام' صدیقین' شہدا اور نیک مومنین سے ان کے اپنے اپنے درجات کے مطابق اکرام و احسان کا معاملہ ہو گا۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لاَخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ" (یونس - ٦٣)

ترجمہ: "یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے"۔

ان احادیث سے مدعا یہ ہے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس خوفناک دن کے لئے جو بہرحال ہر شخص کو پیش آنے والا ہے تیاری کریں۔ ان اسباب کو اختیار کریں جن کے ذریعہ ان اہوال سے چھٹکارا نصیب ہو' ہم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جتنی کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں' ان سے توبہ کر کے ان کی تلافی و تدارک کا اہتمام کریں اور کریم آقا کی بارگاہ میں ہمیشہ التجا کرتے رہیں کہ محض اپنے لطف و احسان سے ہمیں قیامت کے دن کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھیں۔ دنیا کی آلائشوں سے پاک صاف کر کے یہاں سے لے جائیں اور قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں جس شخص کو قیامت کا سامنا ہو اس کا غفلت و بے پروائی میں زندگی گزارنا لائق صد افسوس ہے۔

"فَاطِرِ السَّموات وَالأَرْضِ اَنْتَ وَلِيّ فِی الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ ، توَفَّنِی مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِيْنَ ، اللهم ان مغفرتك اوسع لی من ذنبی ، ورحمتك ارجی عندی من عملی ، اللهم لاتخزنی فانك بی عالم ولا تعذبنی فإنك علی قادر"

حشر کا بیان

باب

ما جاء فی شأن الحشر

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ . حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً(۱) كَمَا خُلِقُوا ، ثُمَّ قَرَأَ : كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ، وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى مِنَ الْخَلَائِقِ إِبْرَاهِيمُ ، وَيُؤْخَذُ مِنْ أَصْحَابِي بِرِجَالٍ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ، فَأَقُولُ: يَارَبِّ أَصْحَابِي ، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ

شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے گا قیامت کے دن ایسی حالت میں کہ برہنہ پا، برہنہ بدن اور غیر مختون ہوں گے، جیسا کہ پیدائش کے وقت تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْداً عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ". (الانبیاء = ۱۰٤)

ترجمہ: جیسا کہ سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار پھر اس کو دھرائیں گے، وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے۔

اور مخلوق میں سے پہلے شخص جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہوں گے۔ اور میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دائیں جانب اور بعض کو بائیں جانب (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یا اللہ! یہ تو میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ آپ جب سے ان سے جدا ہوئے یہ ہمیشہ مرتد رہے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام) نے کہا: "یا اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے

بندے ہیں، اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو آپ
زبردست ہیں، حکمت والے ہیں"۔

تشریح: حشر کے معنی جمع کرنے کے ہیں، قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائیگا اس لئے قیامت کا دن یوم البعث اور یوم الحشر کہلاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں چند مضامین ارشاد ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ پیدائش کے وقت انسان کی جو حالت ہوتی ہے یعنی ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیر مختون، اسی حالت میں لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔

یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن، اور غیر مختون اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ کسی کو اس کا خیال بھی آئے۔ (صحیح بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ! معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ کوئی کسی کو دیکھے۔ (صحیح مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں ننگے بدن شرم نہیں آئے گی؟ فرمایا عائشہ! حالت اس سے زیادہ خوفناک ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔ (ابن ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ستر کا کیا ہوگا؟ فرمایا، اس دن ہر شخص کی اپنی حالت فکر کے لئے کافی ہوگی۔
(نسائی۔ حاکم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، ہائے ہمارے

ستر کھل جائیں گے؟ مرد عورت سب اکٹھے اٹھائے جائیں گے، اور ایک دوسرے کے ستر کو دیکھتے ہوں گے؟ فرمایا ہر شخص کی ایسی حالت ہو گی جو اس کے لئے کافی ہو گی۔ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں گے نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں گی، ہر شخص دوسروں سے ہٹ کر اپنی حالت میں مشغول ہو گا۔ (حاکم)

یہ مضمون حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سہل بن سعدؓ کی روایت سے بھی مروی ہے کہ لوگ پاپیادہ، ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھائے جائیں گے، سہل بن سعدؓ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا مرد لوگ عورتوں کو (برہنہ) دیکھیں گے؟ فرمایا، اس دن ان میں سے ہر شخص کو اپنی حالت بس ہو گی، (کسی دوسرے کی طرف دھیان کی کس کو فرصت ہو گی)۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگ برہنہ بدن و برہنہ پا اٹھائے جائیں گے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہائے ستر کھلنے کی رسوائی! ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، فرمایا ہر ایک کو اپنی پڑی ہو گی، عرض کیا، کیا مشغولی ہو گی؟ فرمایا، ہر ایک کا نامۂ عمل کھول دیا جائے گا، جس میں ذرہ برابر اور رائی برابر عمل بھی موجود ہو گا۔

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی یہ مضمون مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیر مختون اٹھائے جائیں گے، پسینے نے ان کے منہ کو لگام دے رکھی ہو گی اور وہ کانوں کی لو تک پہنچا ہوا ہو گا، میں نے عرض کیا کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے، فرمایا ہر ایک کو اپنی فکر ہو گی، ہر شخص اس دن ایسی حالت میں ہو گا کہ اس کو کسی دوسرے کی طرف التفات ہی نہیں ہو گا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مضمون مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں' ننگے بدن اٹھائے جائیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض بعض کو کیسے دیکھ سکیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اس طرح نظریں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہونگی' اس خاتون نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میرے لئے تو دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ستر کو ڈھانک دیں۔ آپؐ نے دعا فرمائی یا اللہ! اس کے ستر کو ڈھانک دیجئے۔ (الروایات کلہا فی فتح الباری)

ان احادیث طیبہ سے واضح ہے کہ قیامت کے دن لوگ لباس عریانی میں اٹھائے جائیں گے۔ ابوداؤد (۲ ـ ۸۸ باب ما یستحب من تطہیر ثیاب المیت عندالموت) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نئے کپڑے منگوا کر پہنے' پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ:

"ان المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیھا"۔

ترجمہ: مرنے والے کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں مرے گا۔

بعض اہل علم کے نزدیک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ثیاب (کپڑوں) سے مراد اعمال ہیں۔ یعنی جن اعمال میں آدمی کی موت آتی ہے اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ یہ مضمون دوسری احادیث میں بھی وارد ہوا ہے' اور بعض حضرات نے اس کو شہدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیونکہ جن کپڑوں میں وفات ہو شہید کو انہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ جب کہ دوسرے لوگوں کے وہ کپڑے اتار لئے جاتے ہیں'

اور کفن پہنایا جاتا ہے۔ بہرحال قبروں سے اٹھتے وقت لوگوں کے بدن پر لباس نہیں ہو گا' بلکہ ہر شخص کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق اسے بعد میں لباس پہنایا جائے گا۔

دوسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو لباس پہنایا جائے گا یہ اکرام شاید اس بنا پر ہو گا کہ نمرود نے ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا تھا۔ علما نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جانے کے بارے میں دو احتمال ذکر کئے ہیں' ایک یہ کہ یہ اولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے اعتبار سے ہے۔ یعنی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنایا جائے گا۔ اور پھر باقی سب لوگوں سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولیت دوسروں کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے' متکلم خود اپنا ذکر نہیں کرتا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی جزئی فضیلت ہے' اس احتمال کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

" اول من يكسى يوم القيامة خليل الله عليه السلام قبطتين ، ثم يكسى محمد صلى الله عليه وسلم حلة حبرة عن يمين العرش(١)". (فتح الباري:ص ٣٨٤ ج١١)

---

١ اخرجه ابن المبارك في الزهد. من طريق عبدالله بن الحارث عن علي مختصراً موقوفاً واخرجه ابو يعلى مطولاً ـ (فتح الباري كتاب الرقاق باب الحشر:ص ٣٨٤ ج١١)

ترجمہ : "قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو قبطی طرز کی دو چادریں پہنائی جائیں گی۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی داہنی جانب یمنی طرز کا حلہ پہنایا جائے گا"۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں امام بیہقیؒ نے یہ اضافہ نقل فرمایا ہے:۔

" واول من يكسى من الجنــة ابراهيــم ، يكسى حلة من الجنــة ويؤتــى بكرسى فيطرح عن يمين العرش ـ ثـم يؤتـى بـى فاكسى حلةً من الجنة لايقوم لها البشر ، ثم يؤتى بكرسى فيطرح على ساق العرش وهو عن يمين العرش" (فتح البارى :ص ۳۸٤ ج ۱۱)

ترجمہ : "اور سب سے پہلے جسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہونگے، انہیں جنت کا حلہ پہنایا جائے گا، پھر ان کے لئے ایک کرسی لائی جائے گی اور عرش کی داہنی جانب بچھائی جائے گی۔ اس کے بعد مجھے لایا جائے گا۔ پس مجھے جنت کا ایسا حلہ پہنایا جائے گا کہ آدمی اس (کے حسن) کی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر میرے لئے ایک کرسی لائی جائے گی جو عرش کی داہنی جانب عرش کے ستون پر بچھائی جائے گی"۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ہمارے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف سے انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے' جو وصال کے وقت زیب بدن تھے' اور جنت کا یہ حلہ بطور کرامت کے پہنایا جائے۔ واللہ اعلم۔

تیسرا مضمون اس حدیث پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو بائیں جانب یعنی جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں' فرمایا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔

یہ گفتگو غالباً" حوض کوثر پر ہو گی۔ کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت حوض کوثر پر حاضر ہو گی تو کچھ لوگوں کو روک دیا جائے گا' اس پر یہ گفتگو ہو گی۔

ان لوگوں سے کون مراد ہیں جن کو روک دیا جائے گا؟ اس میں علما کے متعدد اقوال ہیں۔ صحیح بخاری (ج۱ ص ۴۹۰) میں امام بخاریؒ کے شاگرد فربریؒ نے امام بخاریؒ کے حوالے سے ان کے شیخ قبیصہ بن عقبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتد ہو گئے تھے اور جن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا۔ مرتدین اکثر قسم کے دیہاتی و بدوی تھے (جن کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی' جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا بھی موقع نہیں ملا تھا اور جو معدودے چند افراد حاضر خدمت ہوئے بھی انہوں نے بھی محض ظاہری اطاعت قبول کی تھی۔ حقیقت ایمان ان کے دل میں راسخ نہیں ہوئی تھی) بعض حضرات فرماتے ہیں اس سے منافقین مراد ہیں' اور بعض نے کہا اس سے اہل کبائر یا اہل بدعت مراد ہیں۔

صحیح بخاری (۲ - ۹۷۵) میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ تابعیؒ جب اس

حدیث کو روایت کرتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللھم انا نعوذبك ان نرجع علی اعقابنا او نفتن عن دیننا"

(صحیح بخاری : ص۹۷۵ ج۲)

ترجمہ: "اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم الٹے پاؤں لوٹ جائیں، یا اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جائیں"۔

اور صحیح بخاری کے حاشیہ میں علامہ قسطلانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ وہ تمام لوگ جو دین سے پھر گئے، یا انہوں نے دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھی اور جس کی اجازت نہیں تھی، یہ لوگ حوض سے ہٹا دیئے جائیں گے اور اس سے دور رکھے جائیں گے، ان میں سرفہرست وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی جماعت کے خلاف رہے۔ جیسے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلیوں کے تمام فرقے۔ کیونکہ یہ سب لوگ دین کو بدلنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ ظالم و مسرف جو جور و ستم کے مرتکب تھے۔ حق کو مٹاتے اور اہل حق کو قتل کرتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ نیز جو لوگ کبیرہ گناہوں کا علانیہ ارتکاب کرتے اور گناہوں کو ہلکی چیز سمجھتے تھے، یہ لوگ بھی حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔

"اللھم لا تمکر بنا عند الخاتمة واجعلنا من الفائزین الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون، واسقنا من حوض نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحمتك یا ارحم الراحمین"

یا اللہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے' اور ہمیں ان کامیاب لوگوں میں سے بنا دیجئے جن پر نہ کوئی خوف ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ اور ہمیں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے سیراب کیجئے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ . أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ رِجَالاً وَرُكْبَاناً ، وَتُجَرُّونَ عَلَى وُجُوهِكُمْ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا (حضرت معاویہ بن حیدہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' کہ تم لوگوں کو جمع کیا جائے گا پیدل اور سوار اور تم کو گھسیٹا جائے گا چہروں کے بل"۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا حشر تین طرح سے ہو گا۔ بعض کا پاپیادہ' بعض کا سواریوں پر اور بعض کو چہرے کے بل پر گھسیٹ کر میدان محشر میں لایا جائے گا۔ پہلی جماعت عام مومنین کی ہو گی۔ دوسری جماعت سابقین و مقربین کی ہو گی۔ اور تیسری جماعت کفار کی۔ یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یحشر الناس یوم القیامة ثلاثة اصناف صنفاً مشاۃً، وصنفاً رکباناً، وصنفاً علی وجوھھم، قیل یا رسول اللّٰہ: کیف یمشون علی وجوھھم؟ قال ان الذی امشاھم علی اقدامھم قادر علی ان یمشیھم علی وجوھھم۔ اما انھم یتقون بوجوھھم کل حدب وشوک"۔

(ترمذی صہ ۱۴۲ ج۲)

ترجمہ: "قیامت کے دن لوگوں کو تین گروہوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا ایک گروہ کو پیدل، دوسرے کو سواریوں پر اور تیسرے کو منہ کے بل، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس نے ان کو قدموں پر چلایا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں منہ کے بل چلائے۔

آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہروں کے ذریعہ ہر بلندی اور کانٹے سے بچاؤ کریں گے"۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۲)

قیامت کے دن کی پیشی

باب

مَا جَاءَ فِی الْعَرْضِ

حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ۔ حَدَّثَنَا وَکِیعٌ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَلِیٍّ عَنِ

الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلاَثَ عَرَضَاتٍ ، فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ ، وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ : فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي ، فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَلاَ يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَلاَ يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي مُوسَى .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہونگی۔ پہلی دو پیشیوں میں تو بحث' جھگڑا اور عذر معذرتیں ہونگی' اور تیسری پیشی میں نامۂ اعمال (کے نتائج) ہاتھوں میں پکڑائے جائیں گے۔ پس کوئی داہنے ہاتھ میں لے گا۔ اور کوئی بائیں ہاتھ میں"۔

تشریح : یعنی پہلی دو پیشیوں میں تو یہ ہو گا کہ جب مجرموں کے سامنے ان کے نامۂ عمل پیش کئے جائیں گے تو وہ انکار و گریز کی کوشش کریں گے۔ کبھی یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے اعمال ہی نہیں' ہمارے نام جھوٹ موٹ لکھ دیئے گئے ہیں' کبھی کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' ہم تو بالکل بے خبر تھے۔ کبھی کہیں گے کہ ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا' ہم تو ان کے تابع تھے' ہمارا کوئی قصور نہیں۔ کبھی کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے ہم نیک اور فرمانبردار بن کر آئیں گے۔

الغرض اس طرح کے سو' سو عذر اور بہانے کر کے جان بچانے کی کوشش کریں گے۔ مگر یہ سارے بہانے بے کار جائیں گے' اور ان کی ساری کٹ حجتوں کو ایک ایک کر کے توڑ دیا جائے گا' بالآخر جب مجرموں کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہے گی تو تیسری پیشی میں ہر ایک کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بندوں کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ جنت کا پروانہ ان کے دائیں ہاتھ میں عطا کیا جائے گا' جسے پڑھ کر وہ باغ باغ ہو جائیں گے اور ساری کلفتیں اور مشقتیں بھول جائیں گے۔ اور مجرموں اور نافرمانوں کو لعنت کا طوق پہنا کر ان کی سزا کا فیصلہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بصد ذلت و خواری واصل جہنم ہوں گے۔

اللهم نعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك.

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ، قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا، قَالَ ذٰلِكِ الْعَرْضُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ: وَرَوَاهُ أَيُّوبُ أَيْضًا عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.

ترجمہ: "حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو گیا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ

تو ارشاد فرماتے ہیں: "سو جس کو ملا اعمال نامہ اس کا داہنے ہاتھ میں تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب"۔

(الانشقاق: ۵ ترجمہ شیخ الہندؒ)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس سے مراد اعمال نامہ پیش ہونا ہے"۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شبہ یہ تھا کہ آیت کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا حساب آسان ہو گا وہ رحمت و مغفرت کا مورد ہوں گے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا بھی حساب ہوا وہ ہلاک ہوا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ آیت کریمہ میں جس آسان حساب کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کر کے (کہ تو نے فلاں فلاں وقت' فلاں فلاں اعمال کئے) اس سے چشم پوشی و درگزر کا معاملہ کیا جائے' اس کے کسی عمل پر کوئی بحث اور بازپرس نہ کی جائے کہ یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ لیکن جس شخص سے یہ بازپرس ہو گئی وہ مارا گیا۔ کیونکہ اس بازپرس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہو گا۔ پہلی صورت حساب یسیر (آسان حساب) کی ہے اور دوسری صورت مناقشہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کتب حدیث میں بہت سے طرق اور مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں دعا مانگتے سنا:

یا اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا' یا

رسول اللہ ! یسیر (آسان حساب) کیا ہے؟ فرمایا' وہ یہ ہے کہ بندے کا نامۂ عمل پیش کیا جائے پھر (بغیر کسی جرح کے) اس سے درگزر کی جائے' عائشہ! اس دن جس کے حساب میں مناقشہ ہوا وہ مارا گیا۔

بزار اور طبری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آسان حساب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ بندے کے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' پھر ان گناہوں پر اس سے (باز پرس نہ کی جائے بلکہ) درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ (فتح الباری)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کریں گے پس اپنا پردہ اس پر ڈال کر اس کو چھپا دیں گے۔ پھر اس سے فرمائیں گے تم جانتے ہو تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے وہ عرض کرے گا' ہاں اے رب! (واقعی یہ گناہ میں نے کئے تھے) یہاں تک وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا' اور یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا' اور آج تیرے یہ گناہ معاف کرتا ہوں۔ تب اس کی نیکیوں کا پروانہ اسے عطا کیا جائے گا۔ (یہ تو بندۂ مومن سے معاملہ ہو گا) باقی رہے کفار و منافقین تو سب کے سامنے ان پر یہ منادی کی جائے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا' سنو! اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ (مشکوٰۃ ص ۴۸۵)

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کریم آقا کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ اس کے حسب حال ہو گا' بعض سعادتمندوں کے بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جانے کا اعلان فرما دیا جائے گا' بعض کے ساتھ حساب یسیر کا معاملہ ہو گا کہ ان کا نامۂ عمل ان کے سامنے پیش کر کے ان سے

عفو و مغفرت کا معاملہ فرمایا جائے گا۔

بعض کے ساتھ مزید لطف و احسان یہ ہو گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کر کے فرمایا جائے گا کہ ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس بے پایاں فضل و احسان کو دیکھ کر بندہ بے اختیار پکار اٹھے گا کہ یا اللہ! میرے بڑے بڑے گناہ تو ابھی باقی ہیں، وہ تو ابھی پیش ہی نہیں ہوئے۔ سبحان اللہ! کیا شان کرم ہے کہ گناہ گاروں کو ان کے قصوروں پر سزا کے بجائے انعام مل رہا ہے، اور مجرم نشۂ رحمت سے سرشار ہو کر اپنے جرائم کا خود اظہار کر رہے ہیں۔ ولنعم ما قال الشیخ الشیرازیؒ۔

وگر در دہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے برم

اللہ تعالیٰ کا بندے کو بھلا دینا

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ(۱) . فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ ، فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ : أَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ(۲) وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ ، فَمَاذَا صَنَعْتَ ؟ فَيَقُولُ : يَارَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ ، فَيَقُولُ لَهُ : أَرِنِي مَاقَدَّمْتَ ، فَيَقُولُ يَارَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ ، فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ ، فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا ، فَيُمْضَى بِهِ إِلَى النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَوْلَهُ وَلَمْ يُسْنِدُوهُ ، وَإِسْمٰعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ

قِبَلِ حِفْظِهِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ أَبُو مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ الْكُوفِيُّ. حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتَى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَبَصَرًا وَمَالًا وَوَلَدًا، وَسَخَّرْتُ لَكَ الْأَنْعَامَ وَالْحَرْثَ، وَتَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ[1] فَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمَكَ هَذَا؟ قَالَ: فَيَقُولُ لَا، فَيَقُولُ لَهُ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ يَقُولُ الْيَوْمَ أَتْرُكُكَ فِي الْعَذَابِ هَكَذَا فَسَّرُوهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هَذِهِ الْآيَةَ (فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ) قَالُوا إِنَّمَا مَعْنَاهُ الْيَوْمَ نَتْرُكُهُمْ فِي الْعَذَابِ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ وہ بھیڑ کے بچے کی طرح (ذلیل و حقیر) ہو گا' پس اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھ کو بہت کچھ عطا کیا تھا' میں نے تجھے مال و دولت سے نوازا تھا' میں نے تجھ پر انعامات کئے تھے' پس تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے پروردگار میں نے مال خوب جمع کیا اور اسے خوب بڑھایا' اور اسے زیادہ سے زیادہ حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اب مجھے

واپس کر دیجئے! میں اسے لے کر آتا ہوں' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ مجھے یہ بتا کہ تو نے آگے کیا بھیجا تھا؟ وہ کہے گا' اے پروردگار میں نے اسے خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور اسے زیادہ سے زیادہ حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں' اب مجھے واپس بھیج دیجئے۔ وہ سارے کا سارا آپ کو لاکر دیدوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے نے کوئی خیر آگے نہ بھیجی ہو تو اسے دوزخ کی طرف چلتا کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' قیامت کے دن بندے کو بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے' کیا میں نے تیرے کان اور آنکھیں (اور دیگر اعضا صحیح سالم) نہیں بنائے تھے؟ کیا تجھ کو مال و اولاد نہیں دی تھی؟ کیا چوپاؤں اور مویشیوں کو تیرے لئے مسخر نہیں کیا تھا؟ اور کیا تجھے ایسا نہیں بنا دیا تھا کہ تو لوگوں پر سرداری کرتا تھا' اور لوگوں سے خراج وصول کرتا تھا؟ یہ بتا کہ کیا تو اس دن کی ملاقات کا گمان رکھتا تھا؟ بندہ کہے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جیسا کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا"۔

تشریح: بھلا دینے سے مراد ہے عذاب میں چھوڑ دینا اور خبرگیری نہ کرنا مطلب یہ کہ تو میری بے شمار نعمتوں سے نفع اٹھاتا رہا مگر تو نے میرے احکام کی پروا نہیں کی' اور نہ آخرت کی پیشی اور حساب و کتاب کو یاد رکھا اس کی پاداش میں آج تجھ کو اس طرح عذاب میں رکھا جائے گا جیسے کسی چیز کو رکھ کر

بھول جاتے ہیں۔

یہ انسان کی بڑی رذالت اور کمینگی ہے کہ وہ انعامات الٰہیہ کی ناشکری کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی طاعت و بندگی میں خرچ کرنے کے بجائے اس کی نافرمانی و حکم عدولی میں صرف کرے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا) قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ : فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا أَنْ تَقُولَ عَمِلَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: یومئذ تحدث اخبارھا" (اس دن بیان کرے گی زمین اپنی خبریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا' اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی جس شخص نے جو عمل اس کی پشت پر کیا تھا' یوں کہے گی کہ فلاں شخص نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کا حکم دیا (اور وہ حکم الٰہی سے بیان کرے گی)"۔

تشریح: انسان جو نیک یا بد عمل کرتا ہے تو اس کا ایک ریکارڈ تو علم الٰہی میں موجود ہے اور دوسرا لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ تیسرا کراما" کاتبین کے نامۂ اعمال میں ثبت ہو رہا ہے' چوتھا انسان کے اعضا و جوارح میں ریکارڈ ہو رہا ہے۔ پانچواں زمین کی سطح میں ریکارڈ ہو رہا ہے' جس طرح ٹیپ ریکارڈر انسان کی آواز کو ریکارڈ کرتا ہے۔ اور جس طرح ٹیلی ویژن کے آلات سے اس کی ایک ایک حرکت و سکون کو محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمین بھی انسان کے اچھے' برے اعمال کو ریکارڈ کر رہی ہے' اور قیامت کے دن وہ اپنا تمام ریکارڈ اگل دے گی' اور انسان کے ایک ایک عمل پر گواہی دے گی کہ اس نے فلاں وقت نماز نہ پڑھی تھی' چوری کی تھی' کسی نامحرم کو بری نظر سے دیکھا تھا وغیر ذالک ۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی شان کریمی سے بندہ کی پردہ پوشی فرمائیں تو ان کی رحمت ہے' ورنہ جب انسانی اعضا و جوارح اور زمین کے اجزا بھی اس کے خلاف شہادت دینے لگیں تو اس کی ذلت و رسوائی کا کیا ٹھکانا ہے۔

"اللهم استر عوراتنا وآمن روعاتنا ، اللهم لاتخزني فانك بي عالم ولا تعذبني فانك عليّ قادر"

صور پھونکنے کا بیان

باب

مَاجَاءَ فِي شَأْنِ الصُّورِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَسْلَمَ الْعِجْلِيِّ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ

ابْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِي قَالَ : جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا الصُّورُ؟ قَالَ : قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ . أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لَهُمْ : قُولُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ صور کیا چیز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک قرنا ہے جس میں پھونکا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں کیسے خوش ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور حکم الٰہی کی طرف کان لگائے ہوئے ہے اور وہ منتظر ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم کیا جاتا

ہے ۔۔۔۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت ہی بھاری گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یوں کہو۔ "حسبنا اللہ ونعم الوکیل' علی اللہ توکلنا" (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہیں اور بہترین کارساز ہیں۔ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے۔"

تشریح۔ صور ایک قرنا (نرسنگا) ہے' جس کو اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے اور اس صور پھونکنے کا ذکر قرآن کریم میں بہت سی جگہ آیا ہے' نفخ صور دوبار ہو گا۔ پہلے جب اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کرنا چاہیں گے تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہو گا' وہ صور پھونکیں گے' شروع میں اس کی آواز نہایت دھیمی اور سریلی ہوگی' جو تدریجاً" بڑھتی جائے گی جس سے انسان' جنات' چرند' پرند سب سراسیمہ ہوکر مدہوشی کے عالم میں بھاگیں گے اور آواز کی شدت اور بڑھے گی تو سب کے جگر پھٹ جائیں گے' پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ اور روئی کی طرح اڑنے لگیں گے' آسمان پھٹ جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ بالآخر آسمان و زمین فنا ہوجائیں گے اور ذات الٰہی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ کچھ عرصہ بعد (جس کی مقدار بعض روایات میں چالیس (۴۰) سال آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے انہیں پھر صور پھونکنے کا حکم دیں گے جس سے پورا عالم دوبارہ وجود میں آجائے گا' مردے قبروں سے اٹھیں گے اور میدان محشر میں حساب و کتاب کے لئے سب لوگ جمع ہوں گے۔ قیامت کا صور پھونکا جانا نہایت ہولناک چیز ہے کہ آسمان و زمین اور پہاڑ بھی اس کو برداشت نہیں کرسکیں گے اور چونکہ یہ منظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر رہتا تھا اس لئے فرمایا کہ میں کس طرح خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا فرشتہ اسے منہ میں لئے منتظر کھڑا ہے کہ اسے کب

صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم کی حدیث میں ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ جب سے اس پر مقرر ہوا ہے اس نے جب سے آنکھ نہیں جھپکی' بلکہ اس کی نظریں برابر عرش کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ مبادا آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اس کو صور پھونکنے کا حکم ہو جائے گویا اس کی آنکھیں چمکدار ستارے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ صور پھونکنے پر حضرت اسرافیل علیہ السلام مقرر ہیں لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خدمت پر دو فرشتے مقرر ہیں' غالباً دوسرا فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ماتحت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

جمہور اہل علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نفخ صور دوبار ہوگا ایک مرتبہ فنا کے لئے' دوسری مرتبہ دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تین بار ہوگا۔ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ "النہایہ فی الفتن و الملاحم" میں لکھتے ہیں۔

"النفخات فی الصور ثلاث نفخات نفخة الفزع، ثم نفخة الصعق ، ثم نفخة البعث" (النہایة فی الفتن والملاحم صـ ۲۷۹ ج۱)

ترجمہ: "صور کا پھونکا جانا تین بار ہوگا' اول سے لوگ گھبرا جائیں گے' اور دوسرے سے بے ہوش ہو جائیں گے' اور تیسرے سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے"۔

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابن العربی سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ص ۳۶۹ ج ۱۱)

اور حافظ ابن حزم ظاہری کا خیال ہے کہ نفخات چار ہوں گے۔ نفخہ فنا' نفخہ احیاء' نفخـہ' فزع' نفخہ صعق۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ صور کا پھونکا

جانا دو ہی بار ہوگا۔ قرآن کریم میں پہلی بار کے صور پھونکے جانے کو نفخہ فزع اور نفخہ صعق فرمایا گیا ہے۔

اوپر کی حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضبط و تحمل کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت کے ہولناک مناظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں اس کے باوجود مسکراتے بھی ہیں۔ احباب سے بھی ملتے ہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حقوق بھی ادا فرماتے ہیں۔ اور مراقبہ آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شغل میں خلل انداز نہیں ہوتا' ورنہ یہ غیبی حقائق اور یہ ہولناک اور روح فرسا مناظر دوسروں کے سامنے کھل جاتے تو اعصاب یک لخت جواب دے جاتے اور زندگی معطل ہو کر رہ جاتی.....

اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

"لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيراً ولما ساغ لكم الطعام ولا الشراب، ولما نمتم على الفرش، ولهجرتم النساء، ولخرجتم الى الصعدات تجأرون وتبكون ــ ولو ددت ان الله خلقني شجرة تعضد." (مستدرک حاکم ص۵۷۹ ج۴)

ترجمہ: "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جاتا تو تم بہت کم ہنسا کرتے' بہت زیادہ رویا کرتے' اور تمہارا کھانا پینا چھوٹ جاتا' اور تم بستروں پر نہ سوسکتے' اور عورتوں کو

چھوڑ دیتے اور تم روتے اور گڑگڑاتے ہوئے باہر سڑکوں پر نکل آتے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت پیدا کیا ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔ یہ آخری فقرہ غالباً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی کی حدیث کا ہے)"

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آدمی کو جب کوئی پریشانی اور گھبراہٹ لاحق ہو تو "حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا" پڑھنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تو آپ یہی پڑھ رہے تھے۔ (مرقاۃ) اس دعا کا حاصل تو تفویض و توکل ہے، یعنی اپنا سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کے سپرد کردیا جائے۔

پل صراط کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شِعَارُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الصِّرَاطِ : رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: "حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اہل ایمان کا شعار پل صراط پر رب سلم سلم ہو گا۔" (یعنی اے رب سلامتی سے پار کر دیجئے)

تشریح۔ پل صراط جہنم کی پشت پر قائم ہو گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے سب لوگوں کو اس پر سے گزرنا ہو گا' ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہو گی' کوئی بجلی کی سی تیزی سے گزرے گا' کوئی طیاروں یا پرندوں کی اڑان کی طرح' کوئی نہایت تیز رفتار گھوڑے کی طرح' کوئی آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے' کوئی آدمی کی معمولی رفتار سے' کوئی شیر خوار بچے کی طرح رینگتا جائے گا اور کوئی کٹ کٹ کر جہنم میں گرے گا۔ نعوذ باللہ۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ پل صراط سے گزرتے ہوئے اہل ایمان کا شعار "رب سلم سلم" ہو گا۔ متعدد احادیث میں ہے کہ فرشتے اس کے دونوں جانب کھڑے "اللھم سلم سلم" کہہ رہے ہوں گے' اور بعض روایات میں ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام اس پر کھڑے "رب سلم سلم" کہہ رہے ہوں گے۔ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کہ شدت اہوال کی وجہ سے انبیا کرام' ملائکہ اور اہل ایمان سب ہی سلامتی کی دعا کریں گے البتہ صحیح بخاری باب فضل السجود (ص ۱۱۱ ج ۱) میں ہے:

"ولا یتکلم یومئذ الا الرسل وکلام الرسل یومئذ اللھم سلّم سلّم"

(صحیح بخاری باب فضل السجود ص ۱۱۱ ج۱)

ترجمہ: "اور نہیں کلام کریں گے اس دن مگر رسول'

اور رسولوں کا کلام اس دن "اللھم سلم سلم" ہوگا"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ایمان کلام نہیں کریں گے حافظ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کلام کے اہل ایمان کا شعار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی یہ کلمہ کہیں بلکہ رسول یہ کلمہ کہیں گے اور اس کے ساتھ اہل ایمان کی سلامتی کی دعا کریں گے۔ اس لئے اس کو اہل ایمان کا شعار فرمایا گیا۔ (فتح الباری ص ۴۵۲ ج ۱۱)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفی و اثبات کو مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یعنی ایک خاص وقت میں تو رسولوں کے سوا کوئی کلام نہیں کرے گا، لیکن دوسرے اوقات میں اہل ایمان بھی یہ دعا کریں۔ واللہ اعلم۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ . حَدَّثَنَا بَدَلُ ابْنُ الْمُحَبَّرِ . حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ مَيْمُونَ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو الْخَطَّابِ . حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ . قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ ؟ قَالَ : أُطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ . قَالَ : قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ ؟ قَالَ : فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ . قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ ؟ قَالَ : فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

درخواست کی کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا' سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا' میں نے عرض کیا اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہوسکے تو؟ فرمایا تو پھر میزان کے پاس تلاش کرنا' میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی آپ سے نہ مل سکوں تو؟ فرمایا پھر حوض کوثر پر مجھے تلاش کرنا' کیونکہ میں ان تین جگہوں سے چوتھی جگہ نہیں ہوں گا"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں دو چیزیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے پل صراط پر پھر میزان پر اور اس کے بعد حوض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا۔ جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ پل صراط کا مرحلہ میزان سے پہلے ہے اور حوض پر حاضری میزان کے بعد ہے..... لیکن احادیث صحیحہ سے جو ترتیب معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حوض میزان سے پہلے ہے اور میزان پل صراط سے پہلے ہے' کوکب دری میں حضرت گنگوہی قدس سرہ سے یہ توجیہ نقل کی گئی ہے:

"یہاں اولیت سے اولیت زمانی مراد نہیں' ورنہ صراط کا میزان سے اور میزان کا حوض سے مقدم ہونا لازم آئے گا' جبکہ روایات میں اس کے خلاف مصرح ہے' بلکہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضرورت و احتیاج کے اعتبار سے تقدم ہے گویا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلا مرتبہ تیرے مجھے تلاش کرنے کا اور سب سے زیادہ احتیاج کا موقع

صراط ہے' پھر اس کے بعد ہول و شدت میں میزان ہے' پھر حوض ہے۔"

حضرت شیخ (مولانا محمد ذکریا کاندھلوی ثم مدنی) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی کے قریب وہ توجیہ ہے جو علامہ علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے علامہ عینی سے نقل کی ہے:

"فی ای موطن من المواطن التی احتاج الی شفاعتك اطلبك لتخلصنی من تلك الورطة فأجاب: علی الصراط وعند المیزان والحوض، ای افقر الاوقات الی شفاعتی هذه المواطن".

(کوکب الدری: ص ۹۸ ج۲)

ترجمہ: "سوال کا مدعی یہ تھا کہ کن مواقع میں مجھے آپ کی شفاعت کی احتیاج پیش آئے گی۔ جن میں آپ کو تلاش کروں تاکہ آپ مجھے اس گرداب سے نکالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ صراط پر' میزان کے پاس اور حوض کے پاس۔ مطلب یہ کہ وہ مواقع جن میں میری شفاعت کی احتیاج ہوگی وہ یہ تین مقامات ہیں"۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ راجح یہ توجیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری ان مواقع میں بار بار ہوگی۔ خصوصا" پل صراط پر۔ اس لئے پل صراط پر تشریف لے جانا حساب و کتاب وغیرہ سے پہلے بھی ہوگا۔ الخ۔

(کوکب دری ص ۹۸ ج ۲)

یہی توجیہ حاشیہ مشکوٰۃ (ص ۴۹۳) میں لمعات سے نقل کی گئی ہے۔
دوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلب شفاعت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات پر تلاش کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ صراط' میزان اور حوض۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک بار دوزخ کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں جہنم کو یاد کر کے رونے لگی' پھر عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے گھر کے لوگوں کو بھی یاد رکھیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اما فی ثلاثة مواطن فلا یذکر احدٌ احداً عند المیزان حتی یعلم ایخف میزانه ام یثقل وعند الکتاب حین یقال هاؤم اقروا کتابیه حتی یعلم این یقع کتابه افی یمینه ام فی شماله من وراء ظهره وعند الصراط اذا وضع بین ظهره جهنم" (مشکوة صـ ٤٨٦)

ترجمہ: "تین موقعوں پر تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، ایک تو میزان کے پاس، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کی میزان ہلکی ہوتی ہے یا بھاری؟ دوسرے نامہ اعمال ہاتھوں میں دیئے جانے کے

وقت۔ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا نامہ عمل کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ دائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے اس کے بائیں ہاتھ میں، اور صراط کے پاس جبکہ وہ جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا"۔

(رواہ ابو داؤد۔ مشکوۃ ص ۴۸۶)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صراط و میزان پر کوئی سفارش کام نہیں دے گی۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "لمعات" میں فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور مبالغہ فرمایا تاکہ وہ حرم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کر بیٹھیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شفاعت کا وعدہ اس لئے فرمایا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ (حاشیہ مشکوۃ)

شفاعت کا بیان

باب

ما جاء فی الشفاعۃ

أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ فَأَكَلَهُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُونَ لِمَ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ. فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟

فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ : أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ ، خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ آدَمُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحاً فَيَقُولُونَ : يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ نُوحٌ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ : يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ : يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى الْبَشَرِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْساً لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ : يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ فَيَقُولُ عِيسَى : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً

لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ، قَالَ : فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ : يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الأَنْبِيَاءِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّي ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ : يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي ، فَيَقُولُ : يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ ، ثُمَّ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَأَنَسٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَأَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ كُوفِيٌّ وَهُوَ ثِقَةٌ وَأَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ اسْمُهُ هَرِمٌ .

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دعوت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، پس دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی اور گوشت کا یہ حصہ آپ کو بہت مرغوب تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں سے ایک بار

نوچ کر اسے تناول فرمایا' اور ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا' جانتے ہو ایسا کیوں ہو گا؟ اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک صاف میدان میں جمع کریں گے' پس پکارنے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور نظر ان سے آرپار ہوگی اور آفتاب ان کے قریب ہو گا پس لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک لاحق ہوگی کہ ان کی طاقت اور حد برداشت سے باہر ہوگی' بس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہاری پریشانی کا کیا عالم ہے؟ کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کے پاس تمہاری سفارش کرے؟ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ (اس مقصد کے لئے) آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہئے' چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ حضرت! آپ ابو البشر ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' آپ میں اپنی (طرف سے) روح ڈالی' اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا' آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں' آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہو گا' اور اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا لیکن میں اس کا یہ حکم پورا نہیں کرسکا' نفسی' نفسی' نفسی تم کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے'

ان سے عرض کریں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "شکر گزار بندہ" رکھا ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے' آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں' آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا' اور میرے لئے ایک مخصوص دعا تھی جو میں نے اپنی قوم پر بد دعا کرکے پوری کرلی۔ نفسی' نفسی' نفسی' تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ' ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اہل زمین پر اللہ کے نبی اور اس کے خلیل تھے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے' آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ کبھی آج سے پہلے ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا' اور میں نے تین باتوں میں توریہ کیا تھا۔ ابو حیان راوی نے حدیث میں ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔ نفسی' نفسی' نفسی' تم کسی اور کے پاس جاؤ' موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان سے عرض کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغامات اور بلاواسطہ کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی تھی آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے' آپ دیکھتے نہیں

کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ آج میرا رب ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا' اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کردیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں ہوا تھا۔ نفسی، نفسی، نفسی، تم لوگ کسی دوسرے کے پاس جاؤ، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کلمتہ اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (خرق عادت کے طور پر) آئی ہوئی روح ہیں' اور آپ نے گھوارے میں باتیں کیں تھیں' آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ میرا رب آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضبناک ہوگا' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا کوئی قصور ذکر نہیں کریں گے، نفسی، نفسی، نفسی، تم لوگ کسی دوسرے کے پاس جاؤ' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس) آئیں گے' پس کہیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے قصور معاف کردیئے ہیں' آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے' آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ چنانچہ میں (سفارش کے لئے) چلوں گا' پس عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رب کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ مجھ پر

اپنی حمد و ثنا کے وہ مضامین کھولیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سر اٹھایئے، مانگئے جو مانگنا چاہتے ہیں آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت سنی جائے گی، پس میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت! اے رب! میری امت! اے رب! میری امت! پس حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو، جن کے ذمہ حساب نہیں، جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے، اور یہ لوگ دوسرے دروازوں کے ساتھ شریک ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے دو کواڑوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر اور مکہ اور بصریٰ کے درمیان کا فاصلہ ہے"۔

تشریح : قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام، صلحا اور ملائکہ کا شفاعت کرنا برحق ہے اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جو معنی متواتر ہیں اور یہ شفاعت کئی قسم کی ہوگی۔

اول شفاعت کبریٰ

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کہ محشر کے دن کی ہولناکیوں اور حساب و کتاب کے بند ہونے کی وجہ سے اہل محشر اس قدر پریشان ہوں گے کہ لوگ یہ آرزو کریں گے کہ حساب و کتاب کھل جائے خواہ انہیں دوزخ میں ہی بھیج دیا جائے۔ اس وقت حق تعالیٰ شانہ اہل ایمان کے دل

میں یہ بات ڈالیں گے کہ کسی برگزیدہ ہستی سے اس بندش کو کھلوانے کی سفارش کی جائے، چنانچہ باری باری حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ (علی نبینا و علیہم الصلوات و التسلیمات) کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور یہ سب حضرات جلال الٰہی کے رعب سے اس پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ بالآخر سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے۔ آپ اس درخواست کو قبول فرما کر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوں گے، طویل سجدہ کے بعد آپ کو شفاعت کا اذن ہوگا، اور آپ کی شفاعت سے حساب و کتاب شروع ہو جائے گا، یہی وہ "مقام محمود" ہے جس کا قرآن کریم میں آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما" محمودا" " چونکہ یہ شفاعت تمام اہل محشر کے حق میں ہوگی، اس لئے تمام اولین و آخرین اس پر آپ کی مدح و ثنا کریں گے۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانے کی شفاعت فرمائیں گے، جس کا بیان اسی حدیث بالا کے آخر میں ہے، اور بعض اکابر کے نزدیک یہ شفاعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوم: بہت سے اہل جنت کو آپ کی شفاعت سے ان کے درجہ سے بڑھ کر مقامات عالیہ اور درجات رفیعہ عطا کئے جائیں گے۔

چہارم: بہت سے لوگ جن کی نیکی اور بدی کا پلہ مساوی ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پنجم: بہت سے لوگ جو اپنے اعمال کے لحاظ سے جہنم کے مستحق ہوں گے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف کردیا جائے گا اور جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

ششم: بہت سے گنہگار، جو جہنم میں جاچکے ہوں گے ان کے حق میں شفاعت ہوگی اور انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ یہ شفاعت تمام انبیا کرام،

ملائکہ عظام اور صلحا کے درمیان مشترک ہے۔

ہفتم: بعض اہل دوزخ کے عذاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے تخفیف ہوگی' جیسا کہ ابو طالب کے بارے میں احادیث میں وارد ہے۔

ہشتم: جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کے لئے کھولا جائے گا۔

ان شفاعتوں کے علاوہ بعض خاص اعمال والوں کے لئے بھی وعدہٗ شفاعت احادیث میں آیا ہے' مگر یہ مندرجہ بالا صورتوں ہی میں داخل ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے فتح الباری کتاب الرقاق' باب صفتہ الجنتہ والنار)

اہل کبائر کے لئے شفاعت

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ : فَقَالَ لِي جَابِرٌ : يَا مُحَمَّدُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكَبَائِرِ فَمَا لَهُ وَلِلشَّفَاعَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ .

ترجمہ : "(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔ محمد بن علی (امام باقر رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کو بیان کرکے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد! جو شخص اہل کبائر میں سے نہ ہو اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟"

تشریح: اہل حق اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیا و اولیا اور ملائکہ کو گناہ گاروں کے حق میں شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ چنانچہ بعض ایسے گنہ گاروں کے حق میں شفاعت ہوگی جو دوزخ کے مستحق تھے۔ شفاعت کے بعد ان کی مغفرت ہوجائے گی اور انہیں دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور بعض گنہ گاروں کے حق میں دوزخ سے نکالنے کی شفاعت ہوگی، اور انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ خوارج اور بعض معتزلہ اہل کبائر کے حق میں شفاعت کے منکر ہیں، مگر ان کا یہ قول غلط ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اجمالاً" اور احادیث متواتر المعنی میں صراحتہ" و تفصیلاً" اہل کبائر کے لئے شفاعت کا ہونا ثابت ہے، البتہ کافر و مشرک کے لئے شفاعت نہیں ہوگی، نیز احادیث میں متعدد گناہوں کا ذکر آتا ہے جن کی وجہ سے آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہوجاتا ہے، (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں) ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

" وفی روایة له (ای للخطیب) عن علی (رضی اللہ عنه) : شفاعتی لامتی من احب اهل بیتی "

" وروی ابونعیم فی الحلیة عن عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ عنه) شفاعتی مباحة الا لمن سب اصحابی"

" وروی ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعة عشر من الصحابة ولفظه شفاعتی یوم القیامة حق ، وفمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها"

ترجمہ : "اور خطیب کی ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میری شفاعت میری امت میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھیں' اور ابو نعیم نے حلیتہ الاولیا میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میری شفاعت مباح ہے' مگر اس شخص کے لئے مباح نہیں جو میرے صحابہ کو برا کہتا ہو"

ترجمہ : "اور ابن منیع نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور دس سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میری شفاعت قیامت کے دن حق ہے۔ پس جو شخص

اس پر ایمان نہ رکھے وہ شفاعت کا اہل نہیں ہو گا"۔

(مرقاۃ ص ۲۷۸ ج ۵ مطبوعہ بمبئی)

اور یہ جو فرمایا کہ "میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہے" اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کبائر کے سوا کسی کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ شفاعت کی متعدد اقسام اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں' بلکہ مراد یہ ہے کہ میری وہ شفاعت جس کے ذریعے ہلاک ہونے والوں کو نجات نصیب ہوگی یہ صرف اہل کبائر کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی مراد ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے کہ جو شخص اہل کبائر میں سے نہ ہو اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟ مطلب یہ کہ اس کو ایسی شفاعت کی ضرورت نہیں جو دوزخ سے نجات دلائے' فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں حکیم ترمذی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

اما المتقون الورعون واهل الاستقامة فقد كفاهم ما قدموا عليه ، فانما نالوا تقواهم وورعهم برحمة شاملة ، فتلك والرحمة لاتخذلهم فى مكان قال : والشفاعة درجات فكل صنف من الانبياء والاولياء واهل الدين كالعابدين والورعين والزهاد والعلماء يأخذ حظه منها على حياله لكن شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم لاتشبه شفاعة غيره من الانبياء

والاولياء لان شفاعتهم من الصدق والوفا
والحظوظ وشفاعة محمد صلى الله عليه
وسلم من الجود:: (فتح القدير ج٤ صـ ١٦٢)

ترجمہ: ”متقی پرہیز گار اور اہل استقامت کو وہ اعمال کافی ہونگے جن کو وہ لے کر آئیں گے کیونکہ انہوں نے تقویٰ و پرہیز گاری کا جو سرمایہ حاصل کیا ہے وہ بھی حق تعالیٰ کی رحمت شاملہ کی بدولت ہی حاصل کیا۔ اس لئے ان کا یہ سرمایہ اور رحمت الٰہی ان کو کسی موقع پر بھی بے مدد نہیں چھوڑے گی۔ حکیم ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ شفاعت کے کئی درجے ہیں اور انبیا و اولیا اہل دین' عابد و زاہد اور علما سبھی شفاعت میں سے اپنا اپنا حصہ لیں گے' لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت' دوسرے انبیا و اولیا کے مشابہ نہیں' کیونکہ ان کی شفاعت صدق و وفا اور حظوظ کی بنا پر ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محض جود و کرم کی بنا پر ہوگی“۔ (فتح القدیر ج ۴' ص ۱۶۲)

بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخلہ کی شفاعت

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ . حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا

لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفاً وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِهِ (۱).

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے، کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل فرمائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار، اور تین چلو، میرے رب کے چلوؤں میں سے"۔

تشریح: یہ روایت ترمذی میں مختصر ہے اور مجمع الزوائد میں مسند احمد و طبرانی کے حوالے سے اس طرح نقل کی ہے:

"عن ابی امامة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله وعدنی ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفاً بغیر حساب ـ فقال یزید الاخنس (۲) والله ما اولآئك (یا رسول (۳) الله فی امتك الا كالذباب الاصهب فی الذبان ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فان ربی عزوجل قد وعدنی سبعین

الفاً ۔ مع کل الفٍ سبعین الفاً ۔ وزادنی

ثلاث حثیات ۔ الحدیث ''

(قال الہیثمی (۱۰ ۔ ۳۶۲) رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد وبعض اسانید الطبرانی رجال الصحیح ۔ وقال الحافظ فی الاصابۃ ۔ (۱۔ ۶۵۱) واخرجہ احمد وسندہ صحیح ۔)

ترجمہ : ''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت یزید بن اخنس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اللہ کی قسم' آپ کی امت میں ان لوگوں کی نسبت تو ایسی ہے جیسے مکھیوں میں سرخ مکھی کی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھ سے ستر ہزار کا وعدہ فرمایا ہے' اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا' اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تین چلو مزید عطا فرمائے ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تین وعدے چونکہ آپ کی شفاعت پر فرمائے گئے ہیں' اس لئے مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو شفاعت کے باب میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد اور امام بیہقی کی کتاب البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی' پس مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر

---

[۲] فی المجمع : یزید الاخنس، والتصحیح من الاصابۃ (۱ ۔ ۶۵۱)

[۳] ما بین الحاصرتین من الاصابۃ

ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائیں گے، میں نے زیادہ کی درخواست کی تو مجھے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار زیادہ دیئے۔

(فتح الباری ص ۴۱۰ ج ۱۱ قال الحافظ و سندہ جید)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ستر ہزار افراد کا بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونا صحاح ستہ، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اس سلسلہ کی بیشتر روایات حافظ رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری کتاب الرقاق "باب یدخل الجنتہ سبعون الفا" بغیر حساب" (ص ۴۱۰، ۴۱۵ ج ۱۱) میں اور حافظ نور الدین ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد (۴۰۵ - ۴۱۱ ج ۱۰ باب فیمن یدخل الجنتہ بغیر حساب) میں جمع کردی ہیں، بہرحال اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں۔

اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا وعدہ بھی متعدد احادیث میں مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ حضرات ان ستر، ستر ہزار کی شفاعت کریں گے، چنانچہ مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے:

"ثم یشفع کل الف لسبعین الفاً، ثم یحثی ربی تبارك وتعالی بکفیه ثلاث، فکبر عمر وقال ان السبعین الاولی یشفعهم الله فی آبائهم وابنائهم وعشائرهم ــ وارجو ان یجعلنی الله فی احدی الحثیات الا واخر الخ ــ"

(مجمع الزوائد ص ۴۱۳ ج ۱۰)

ترجمہ : "پھر ہر ہزار ستر ہزار کی سفارش کرے گا' پھر میرا رب دونوں ہاتھوں سے تین چلو بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور کہا کہ پہلے ستر ہزار تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے آباؤ اجداد' اپنی آل اولاد اور اپنے خویش قبیلوں کے حق میں شفاعت کریں گے' اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخری تین چلوؤں میں سے کسی نہ کسی چلو میں ڈال ہی لیں گے"۔

اور صحیح ابن حبان میں عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مضمون ان الفاظ سے مروی ہے:

" ثم ليشفع كل الف فى سبعين الفاً ـ ثم يحثى ربى ثلاث حثيات بكفيه فكبر عمر ، فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان السبعين الفاً يشفعهم الله فى ءابائهم وامهاتهم وعشائرهم ـ وانى لارجو ان يكون ادنى امتى الحثيات "

(موارد الظمان ص ٦٥٧ حديث ٢٦٤٣)

ترجمہ : "پھر ہر ہزار' ستر ہزار کی شفاعت کرے گا۔ پھر میرا رب دونوں ہاتھوں سے تین لپ بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی' پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ستر ہزار کو اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ اور قبیلوں کے حق میں شفیع

بنائیں گے، اور بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت کا ادنیٰ آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے چلوؤں میں آجائے گا"۔

(موارد الظمآن ص ۶۵۷ حدیث ۲۶۴۳)

حافظ رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری (ص ۴۱۰ ج ۱۱) میں یہ روایت صحیح ابن حبان اور طبرانی کے حوالے سے نقل کرکے "بہ سند جید" کہا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ستر ہزار، جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان میں سے ہر فرد کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے چنانچہ مسند احمد (ص ۵ جلد ۱) میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

" فاستزدت ربی عزوجل فزادنی مع کل واحد سبعین الفاً(۱) "

ترجمہ: "میں نے اپنے پروردگار سے زیادہ کی درخواست کی تو مجھے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے"۔

نیز مسند احمد میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ:

" ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ربی اعطانی سبعین الفاً من امتی یدخلون الجنة بغیر حساب۔ فقال عمر یا رسول اللہ! فھلاً استزدته؟ قال قد استزدته فاعطانی مع کل رجل سبعین

---

(۱) قال الحافظ: وفی سنده راویان احدهما ضعیف الحفظ والاخر لم یسم و کذا قال الهیثمی انظر فتح الباری (ص ۴۱۱ ج ۱۱) (مجمع الزوائد ۴۱۰ ج ۱۰)

الفاً ـ قال عمر : فهلاً استزدته؟ قال قد استزدته فاعطانی هکذا ـــ وفرج عبدا لله بن بکر بین یدیه، وقال عبدا لله وبسط باعیه وحثا عبدا لله وقال هشام وهذا من ا لله لایدری عدده.

(مسند احمد ص ۱۹۸ ج۱ وذکره الهیثمی فی الزوائد الی احمد والبزار والطبرانی . وقال فی اسانیدهم القاسم بن مهران عن موسی بن عبید ، وموسی بن عبید هذا مولی خالد بن عبد ا لله بن اسید ، ذکره ابن حبان فی الثقات ، والقاسم بن مهران ذکره الذهبی فی المیزان وانه لم یروه عنه الا سلیم بن عمرو والنخعی ، ولیس کذالک فقد روی عنه هذا الحدیث هشام بن حبان) .

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے میری امت کے ستر ہزار افراد دیئے ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اور مانگ لیتے، فرمایا: میں نے مزید مانگے تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ اس سے بھی زیادہ مانگ لیتے، فرمایا میں نے اور بھی مانگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح عطا فرمائے ("اس طرح" کا مفہوم سمجھاتے ہوئے امام احمدؒ کے استاد عبداللہ بن بکرؒ نے بانہیں کھول کر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بانہیں کھول دیں اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی حکایت کرتے ہوئے) عبداللہؒ نے لپ

بھری اور (امام احمدؒ کے استاد الاستاد) ہشام (بن حسان) نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ایسا وعدہ) ہے کہ اس کی تعداد معلوم نہیں کی جاسکتی"۔

حافظ رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری (ص ۴۱۱ ج ۱۱) میں اس سلسلہ میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی بھی نشاندہی کی ہے پہلی دونوں کو "بہ سند ضعیف" اور تیسری کو "بہ سند واہ" کہا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں لکھتے ہیں:

" وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام : ومن خصائصه صلى الله عليه وسلم انه يدخل الجنة من امته سبعون الفاً بغير حساب، ولم يثبت ذالك لغيره من الانبياء "

(خصائص کبری، ص ۲۲۸ ج۲)

ترجمہ : "شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دیگر انبیا کرام علیہم السلام کے لئے ثابت نہیں"

(خصائص کبریٰ، ص ۲۲۸ ج ۲)

اس کے ثبوت میں امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے دیگر احادیث کے علاوہ

حضرت فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ حدیث حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے الاصابہ (۳-۲۰۹) میں مسند حسن بن سفیان کے حوالے سے، حافظ نور الدین ہیثمی رحمتہ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد (۱۰-۴۰۷) میں مسند بزار کے حوالے سے اور حافظ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ (ج ا ص ۱۴ "باب ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل وسائر کتب اللہ المنزلہ") میں طبرانیؒ، بیہقیؒ، ابو نعیم اور ابن عساکر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ مجمع الزوائد میں اس حدیث کا متن حسب ذیل ہے:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المجلس فشخص بصره الی رجل فی المسجد یمشی ، فقال ایا فلان ! قال لبیك یا رسول اللہ، ...... قال له اتشهد أنی رسول اللہ؟ قال: لا، قال: اتقرأ التوراة؟ قال: نعم، قال: والانجیل؟ قال: نعم، قال: والقرآن؟ قال: والذی نفسی بیده لو اشاء لقرأته ثم ناشده هل تجدنی فی التوراة والانجیل؟ قال نجد مثلك ومثل مخرجك ومثل هیئتك ۔ فكنا نرجو ان یكون فینا ، فلما خرجت خفنا ان تكون انت هو، فنظرنا فاذا انت لست هو ، قال: ولم

ذاك؟ قال: معه من امته سبعون الفاً ليس عليهم حساب ولا عذاب ، وانما معك نفر يسير فقال، والذی نفسی بیدہ لانا هو، وانهم لامتی ، وانهم لاكثر من سبعين الفاً وسبعين الفاً . رواه البزار، ورجاله ثقات"

(مجمع الزوائد ص۴۰۷ ج ۱۰)

ترجمہ : "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف نظر اٹھائی جو مسجد میں چل رہا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکار کر فرمایا اے فلاں! اس نے عرض کیا' "لبیک یا رسول اللہ! اور یہ شخص جب بھی آپ سے گفتگو کرتا تھا "یا رسول اللہ" کہتا تھا آپ نے اس سے فرمایا' کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا' کیا تو توریت پڑھتا ہے؟ عرض کیا' جی ہاں! فرمایا اور انجیل بھی؟ عرض کیا' جی ہاں' فرمایا قرآن بھی؟ عرض کیا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر چاہوں تو پڑھ سکتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تو مجھے تورات و انجیل میں پاتا ہے؟ اس نے کہا ہم ایک نبی کو پاتے ہیں جو آپ کی مثل ہے' اس کی جائے پیدائش آپ جیسی ہے اور اس کی شکل و صورت بھی آپ کی ہے ہمیں یہ توقع تھی کہ "وہ نبی" ہم میں ہوگا' پھر جب آپ

تشریف لائے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ آپ ہی "وہ نبی" نہ ہوں' چنانچہ ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ آپ وہ نہیں' فرمایا' اور یہ کیوں؟ اس نے کہا (اس نبی کی ایک علامت یہ ہے کہ) اس کے ساتھ اس کی امت کے ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن پر نہ حساب ہو گا اور نہ عذاب' جبکہ آپ کے ساتھ چند نفوس ہیں (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں وہی ہوں اور وہ (بلا حساب جنت میں داخل ہونے والے میرے امتی ہیں اور بے شک وہ ستر ہزار اور ستر ہزار سے کہیں زیادہ ہوں گے"۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِإِيلِيَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ سِوَاكَ؟ قَالَ: سِوَايَ. فَلَمَّا قَامَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: هٰذَا ابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

وَابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن شقیق تابعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ بیت المقدس میں تھا پس ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ

"میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے بنو تمیم (قبیلہ) سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔" پس جب یہ صاحب اٹھے تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ ابن ابی الجدعا صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ (مصنف فرماتے ہیں حضرت ابن ابی الجدعا صحابی کا نام عبداللہ ہے اور ان سے صرف اسی ایک حدیث کی روایت معروف ہے"۔

تشریح: یہ مضمون متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لیدخلن الجنة بشفاعة رجل لیس بنبی مثل الحیین ربیعة ومضر، فقال رجل یا رسول الله! او ما ربیعة من مضر؟ قال انما اقول ما أقوّل ..

(قال المنذری رواه احمد باسناد جید (فیض القدیر ص ۳۵۲ ج ۵) وقال الهیثمی رواه احمد والطبرانی باسانید ورجال احمد واحد اسانید الطبرانی رجالهم رجال الصحیح، غیر عبد الرحمن بن میسرة وهو ثقة۔ (مجمع الزوائد ص ۳۸۱ ج ۱۰)

ترجمہ: "ایک ایسے شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ربیعہ اور مضر دو قبیلوں کی تعداد میں لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ربیعہ مضر ہی کی ایک شاخ نہیں؟ فرمایا۔ میں وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہلایا جاتا ہے"۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے:

"یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من عدد مضر ویشفع الرجل فی اهل بیته ویشفع علی قدر عمله۔"

(قال الهیثمی ج۱۰ ص ۳۸۲

رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر ابی غالب وقد وثقه غیر واحد. وفیه ضعف)

ترجمہ: "میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ مضر سے زیادہ تعداد میں لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور ایک آدمی اپنے اہل خانہ کے حق میں شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت بقدر عمل ہوگی"۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: ان من امتی لمن یشفع لاکثر من ربیعة ومضر۔ وان من امتی لمن یعظم للنار حتی یکون رکناً من ارکانها۔"

رواه احمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ص ۳۸۱ ج۱۰)

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بے شک میری امت کے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ربیعہ و مضر قبیلوں سے زیادہ لوگوں کے

حق میں شفاعت کریں گے، اور میری امت میں وہ بھی ہوں گے جو دوزخ کے لئے عظیم الجثہ ہو جائیں گے یہاں تک اس کے ارکان میں سے ایک رکن بن جائیں گے"۔

یہ کون بزرگ ہوں گے جن کی شفاعت سے قبیلہ بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے؟

شیخ علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

"فقیل الرجل ھو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وقیل اویس القرنی ۔ وقیل غیرہ قال زین العرب رحمہ اللہ وھذا اقرب"

(مرقاۃ المفاتیح ج۵ ص ۲۷۸ مطبع بمبئی)

ترجمہ: "کہا گیا ہے کہ یہ شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ اویس قرنی ہیں، اور کہا گیا ہے کہ کوئی اور بزرگ ہیں، زین العرب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آخری قول اقرب ہے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس قسم کا مضمون جامع صغیر (۲۔۱۳۴) اور کنزالعمال میں ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"لیدخلن بشفاعۃ عثمان سبعون الفاً کلھم قد استوجبوا النار ، الجنۃ بغیر حساب"

(کنز العمال ص ۵۸۷ ج ۱۱ طبع جدید حدیث ۳۲۸۰۹)

ترجمہ : "عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ایسے ستر ہزار آدمی جنت میں داخل ہوں گے جو دوزخ کے مستحق تھے"۔

(کنز العمال ص ۵۸۷ ، ج ۱۱ طبع جدید حدیث نمبر ۳۲۸۰۹)

ایک اور روایت میں ہے:

" لیدخلن الجنة بشفاعة رجل من امتی عدد ربیعة ومضر قیل من هو یا رسول الله ! قال عثمان بن عفان. (ابن عساکر عن الحسن مرسلاً)"

(کنز العمال ص ۵۹۷ ج ۱۱ حدیث ۳۲۸۷۳)

ترجمہ : "میری امت کے ایک آدمی کی شفاعت سے ربیعہ و مضر قبیلوں کی تعداد میں لوگ جنت میں داخل ہوں گے' عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! وہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ"۔

ایک اور روایت میں ہے:

" واللہ لیشفعن عثمان بن عفان فی سبعین الفاً من امتی قد استوجبوا النار، حتی یدخلهم الله الجنة . ابن عساکر — عن ابن عباس"

(کنز العمال ص ۵۹۸ ج ۱۱ حدیث ۳۲۸۷٤)

ترجمہ : "اللہ کی قسم! عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میری امت کے لئے ایسے ستر ہزار افراد کے حق میں شفاعت کریں گے، جو دوزخ کے مستحق تھے یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائیں گے"۔

(کنز العمال ص ۵۹۸ ج ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۸۷۴)

لیکن یہ روایات کمزور ہیں۔ شیخ عبدالرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر (ج ۵ ص ۳۵۳) میں لکھتے ہیں:

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ "حدیث باسناد غریب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" مروی ہے اور یہ منکر ہے۔"

حافظ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی "اختصار تاریخ ابن عساکر" میں ابن عساکر کی اس رائے کو برقرار رکھا ہے۔

شیخ علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہے، حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے "الاصابہ" (ص ۱۱۶ ج ۱ ترجمہ اویس رحمتہ اللہ علیہ) میں بیہقی کی دلائل نبوت کے حوالے سے اس قول کو حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے مقصود اس امت میں شفاعت کی کثرت کا بیان ہے:

"چوں شفاعت یکمرد چندیں کس بہ بہشت روندو چندیں مرداں باشند درامت من کہ اگر ہمہ شفاعت کنند عالم، عالم شفاعت ایشاں بہ بہشت روند"۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۴)

ترجمہ : "یعنی جب ایک آدمی کی شفاعت سے اتنے

آدمی بہشت میں جائیں گے اور ایسے مردان خدا میری امت
میں بہت ہوں گے، کہ اگر وہ شفاعت کریں تو جہان کا جہان
ان کی شفاعت سے بہشت میں چلا جائے"۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ . أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ ابْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بعض لوگ ایک بڑی جماعت کے حق میں شفاعت کریں گے۔ بعض ایک قبیلے کے حق میں شفاعت کریں گے، بعض ایک گروہ کے حق میں شفاعت کریں گے اور بعض ایک آدمی کے حق میں شفاعت کریں گے یہاں تک کہ امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا . وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ

وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ .

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِى الْمَلِيحِ عَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : "حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) میرے رب کی جانب سے آیا اور اس نے مجھے دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا کہ یا تو آدھی امت کا جنت میں داخل ہونا قبول کرلوں یا شفاعت اختیار کروں۔ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کیا .... اور یہ شفاعت ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو ایسی حالت میں مریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں"۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں وعدوں میں شفاعت کے وعدہ کو اختیار کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس کے ذریعے پوری امت جنت میں داخل ہوسکتی ہے، خواہ بغیر حساب وکتاب کے اول وہلہ میں داخل ہو، یا کچھ عرصہ دوزخ میں رہنے کے بعد جنت میں داخل ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ شفاعت کا ہونا کسی امتی کے دوزخ میں داخل ہونے کے منافی نہیں، اور نہ شفاعت کی احادیث سن کر کسی کے لئے بے فکر ہوجانا صحیح ہے۔

چونکہ کفرو شرک کا گناہ لائق معافی نہیں، اس لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کے لئے شفاعت بھی نہیں ہوگی۔

حوض کوثر کا بیان

باب

ماجاء فی صفۃ الحوض

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى . حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ أَبِي حَمْزَةَ . حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي حَوْضِي مِنَ الأَبَارِيقِ بِعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ نَيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً(1) ، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، وَقَدْ رَوَى الأَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلاً وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَ أَصَحُّ .

ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض میں آسمان کے ستاروں کی تعداد میں کوزے ہوں گے“۔

”حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک حوض

ہوگا۔ اور انبیاء علیہم السلام آپس میں فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے حوض پر زیادہ لوگ آئیں گے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے"۔

تشریح: میدان محشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض کوثر عطا کیا جائے گا۔ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا' جس کو اس کا ایک گھونٹ نصیب ہوگا وہ ہمیشہ کے لئے سیراب ہو جائے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيِّ قَالَ : بَعَثَ إِلَيَّ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَحُمِلْتُ عَلَى الْبَرِيدِ قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقَدْ شَقَّ عَلَيَّ مَرْكَبِي الْبَرِيدُ ، فَقَالَ : يَا أَبَا سَلَّامٍ مَا أَرَدْتُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ وَلٰكِنْ بَلَغَنِي عَنْكَ حَدِيثٌ تُحَدِّثُهُ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَوْضِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ تُشَافِهَنِي بِهِ . قَالَ أَبُو سَلَّامٍ : حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حَوْضِي مِنْ عَدَنَ إِلَى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَكَاوِيبُهُ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ،

مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا ، أَوَّلُ النَّاسِ وُرُودًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ ، الشُّعْثُ رُءُوسًا ، الدُّنْسُ ثِيَابًا ، الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السُّدَدِ . قَالَ عُمَرُ : لَكِنِّي نَكَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ ، وَفُتِحَ لِيَ السُّدَدُ ، وَنَكَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ ، لَاجَرَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ رَأْسِي حَتَّى يَشْعَثَ ، وَلَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي يَلِي جَسَدِي حَتَّى يَتَّسِخَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ . وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَبُو سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ مَمْطُورٌ وَهُوَ شَامِيٌّ ثِقَةٌ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ . حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا آنِيَةُ الْحَوْضِ ؟ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ مُصْحِيَةٍ مِنْ آنِيَةِ الْجَنَّةِ ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ . وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حَوْضِي كَمَا بَيْنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ .

ترجمہ۔ ”ابو سلام الحبشی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا چنانچہ مجھے ڈاک کی سواری پر سوار کیا گیا' میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا امیر المومنین! ڈاک کی سواری پر سوار ہونا میرے لئے بڑی مشقت کا باعث ہوا۔ فرمایا' ابو سلام! میرا مقصد آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں تھا۔ لیکن مجھے ایک حدیث پہنچی جو حوض کوثر کے بارے میں آپ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں وہ حدیث آپ سے بالمشافہ سننا چاہتا تھا۔ ابو سلام نے کہا کہ میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض عدن سے عمان بلقاء تک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے ستاروں سے زیادہ تعداد میں ہیں' جو شخص اس سے ایک گھونٹ پی لے گا اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ سب سے پہلے جو لوگ میرے حوض پر آئیں گے وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہیں۔ جو ناز و نعمت میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور جن کے لئے گھروں کے دروازے نہیں کھولے جاتے (یعنی ان کو گھروں میں آنے کی اجازت نہیں ملتی)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لیکن میں نے تو ناز پروردہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ اور میرے لئے گھروں کے دروازے بھی کھولے جاتے ہیں۔ میں نے

عبدالمالک بن مروان خلیفہ کی بیٹی شہزادی فاطمہ سے نکاح کر رکھا ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک بال پراگندہ نہ ہوجائیں سر نہیں دھویا کروں گا۔ اور جب تک کپڑے میلے کچیلے نہ ہوجائیں کپڑے صاف نہیں کیا کروں گا"۔

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے کوزوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ فرمایا' اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے جام اس سے زیادہ تعداد میں ہیں جس قدر کہ تاریک اور صاف رات میں آسمان پر ستارے نمودار ہوتے ہیں' یہ جنت کے جام ہوں گے۔ جو شخص ان سے پی لے گا مدۃ العمر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ حوض کوثر کا عرض اتنا ہے جتنی کہ عمان سے ایلہ تک کے درمیان مسافت ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے"۔

تشریح: حوض کوثر کے طول و عرض کے بارے میں احادیث شریفہ میں مختلف تعبیریں آئی ہیں' ان سے مقصود اس کے طول و عرض کی کثرت کو بیان کرنا ہے تحدید مقصود نہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ كُوفِيٌّ.

حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ. حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ مُوسَى وَقَوْمُهُ

وَلٰكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ . قَالَ : فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ مِنْ ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ ، فَقِيلَ هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَسِوَى هٰؤُلَاءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ، فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْئَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ فَقَالُوا نَحْنُ هُمْ ، وَقَالَ قَائِلُونَ : هُمْ أَبْنَاؤُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالْإِسْلَامِ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ، فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ ، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ : سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ایسے نبیوں کے پاس سے گزرتے تھے جن کے ساتھ ایک قوم تھی' اور بعض ایسے نبیوں کے پاس سے گزرتے تھے جن کے پاس ایک گروہ تھا' اور بعض ایسے نبیوں کے پاس سے گزرتے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا' یہاں تک کہ آپ ایک بڑے مجمع کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے' لیکن اپنا سر اٹھا کر دیکھئے' آپ نے دیکھا تو ایک بہت ہی بڑا مجمع تھا جس نے ادھر ادھر افق کو بھر رکھا تھا' آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ اور ان کے سوا آپ کی امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب و کتاب کے

جنت میں داخل ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما کر اندر تشریف لے گئے' اور نہ تو صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہونگے اور نہ آپ نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی۔ (اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہونے لگی کہ یہ کون حضرات ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے) پس بعض نے کہا کہ یہ لوگ ہم ہی ہیں (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بلاواسطہ ایمان لائے اور آپ کی خدمت و صحبت سے مشرف ہوئے) اور بعض نے کہا کہ یہ ان لوگوں کی اولاد ہے جو فطرت و اسلام پر پیدا ہوئے (اور کبھی کفر و شرک سے ملوث نہیں ہوئے) اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے' جھاڑ پھونک نہیں کراتے' شگون نہیں لیتے' اور اپنے رب پر (کامل) توکل کرتے ہیں' یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں شامل ہوں؟ فرمایا ہاں تم انہی میں سے ہو' پھر ایک اور شخص آیا اور عرض کیا کہ میں بھی ان میں سے ہوں! فرمایا عکاشہ اس بات میں تجھ سے سبقت لے گیا"۔

تشریح: بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے والے حضرات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے البتہ اس حدیث کے متعلق چند سوال ہیں۔

اول یہ کہ شب اسراء میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء

کرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تھی تو پھر آپ نے اس موقع پر ان کو کیوں نہیں پہچانا۔

جواب یہ ہے کہ آدمی کی شناخت اور پہچان نزدیک سے دیکھنے پر ہوتی ہے' یہاں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو آپ نے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ دور سے ایک مجمع دیکھا' اور دور سے دیکھنے میں کسی خاص شخص کی پہچان نہیں ہو سکتی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ اپنی امت کو قیامت کے دن کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ میری امت کے اعضاء وضو روشن ہوں گے جس کی وجہ سے وہ دوسری امتوں سے زیادہ ممتاز ہوں گے! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ایک مخصوص علامت ہے تو آپ نے اس موقعہ پر اپنی امت کو کیوں نہ پہچانا' اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر آچکا ہے' یعنی یہ منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دکھایا گیا تھا' جس میں صرف مجمع نظر آتا ہے۔ امتیازی علامات نظر نہیں آتیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اعضاء کے روشن ہونے کی علامت و خصوصیت قیامت کے دن مخصوص ہو۔

سوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو ان ستر ہزار میں داخل ہونے کی دعا فرمادی اور ان کو اس کی بشارت بھی عطا فرمادی' دوسرے صاحب نے جب یہی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عکاشہ تم سے سبقت لے گئے" ان کے لئے کیوں دعا نہیں فرمائی؟

حضرات شارحین نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں' ایک یہ کہ یہ دوسرا شخص منافق ہوگا۔ لیکن یہ جواب کمزور ہے' کیونکہ ایسی درخواست کسی منافق بے ایمان کی طرف سے نہیں ہو سکتی' دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اگر دوسرے کے لئے بھی دعا فرمادی جاتی تو تیسرا کھڑا ہو جاتا' پھر چوتھا' پھر پانچواں'

اسی طرح ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا' اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی اس کو بند کر دیا۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی تھی وہ قبولیت کا خاص وقت اور خاص گھڑی ہو' دوسرے صاحب نے جب درخواست کی تو وہ خاص وقت گزر چکا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو تو عکاشہ رضی اللہ عنہ لے اڑے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی درخواست تو بے ساختہ تھی' ان کے بعد درخواست کرنے والے میں وہ بات نہیں پائی جاتی تھی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ تو ان صفات کے ساتھ کامل طور پر متصف تھے جو اس جماعت میں داخلے کے لئے شرط ہیں۔ ممکن ہے دوسرے صاحب میں یہ صفات اس وجہ کی نہ پائی جاتی ہوں' واللہ اعلم۔

فائدہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی "سبقک بھا عکاشہ" کسی کام میں پہل کرنے والے کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

(الاصابہ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنُ بَزِيعٍ . حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ . حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كُنَّا عَلَيْهِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ: أَيْنَ الصَّلَاةُ قَالَ : أَوَلَمْ تَصْنَعُوا فِي صَلَاتِكُمْ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ .

ترجمہ: "ابو عمران جونی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم لوگ جن امور

پر قائم تھے آج میں ان میں سے کسی چیز کو بھی نہیں پہچانتا۔
میں نے عرض کیا کہ نماز تو ہے؟ فرمایا' کیا تم نے اپنی نماز میں
وہ کچھ نہیں کرلیا جو تمہارے علم میں ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد میں دنیا سے زہد و بے رغبتی اور آخرت کے شوق و اہتمام کی جو کیفیت ہم میں پائی جاتی تھی' اور اس زمانے میں اعمال کا جو نقشہ تھا اب وہ کہیں نظر نہیں آتا' ایک نماز تھی اس میں بھی وہ ذوق و شوق' وہ خشوع و خضوع اور لذت مناجات کی وہ کیفیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جاتی تھی آج مفقود ہے' اعمال کا ظاہری ڈھانچہ اگرچہ موجود ہے (اور قیامت تک رہے گا) لیکن باطنی کیفیات کا رنگ روز بروز پھیکا پڑتا جارہا ہے' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے۔

" لما كان اليوم الذى دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شئ فلما كان اليوم الذى مات فيه اظلم منها كل شئ . و ما نفضنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الايدى ، وانا لفى دفنه حتى انكرنا قلوبنا "

(ترمذی ص ۲۰۲ ج ۲ ابن ماجه ص ۱۱۷)

ترجمہ: "جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری ہوئی اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا مدینہ کی ہر

چیز تاریک ہوگئی۔ اور ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرکے ابھی ہاتھ نہیں جھاڑے تھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہی میں مشغول تھے، کہ ہم نے اپنے دلوں کو اور ہی طرح کا محسوس کیا"۔

(ترمذی ص ۲۰۲۔ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۱۷)

یعنی حالت مشاہدہ حالت غیبت سے بدل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے انوار و تجلیات سے دلوں کی جو قندیلیں جگمگا رہی تھیں ان کی لو مدھم پڑ گئی، اور زمانہ نبوت کے انوار و برکات رخصت ہوتے ہوئے صاف محسوس ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت عہد سے جس قدر بُعد ہوتا جارہا ہے ایمانی کیفیات میں اسی قدر تنزل رونما ہورہا ہے، زیر نظر حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی تنزل کو بیان فرمارہے ہیں۔

اسی مضمون کی ایک حدیث صحیح بخاری ص ۱۰۴۷۔ ج ۲ کتاب "الفتن، باب لایاتی زمان الاالذی بعدہ شرمنہ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ زبیر بن عدی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج بن یوسف کی جانب سے جو کچھ پیش آیا تھا ان کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا۔

"اصبروا فانہ لایأتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ سمعتہ من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم" (صحیح بخاری ص ۱۰۴۷ ج ۲)

ترجمہ: "صبر کرو، کیونکہ تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔ یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الأَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ. حَدَّثَنَا هَاشِمٌ وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ. حَدَّثَنِي زَيْدٌ الْخَثْعَمِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيرَ الْمُتَعَالَ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدَى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الأَعْلَى، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَا وَلَهَى وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلَى، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغَى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَا وَالْمُنْتَهَى، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّينِ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّينَ بِالشُّبُهَاتِ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُودُهُ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهُ، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے (اپنی بڑائی کا جھوٹا) خیال باندھا اور اترانے لگا اور بڑائی والے عالی شان خدا کو بھول گیا اور بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے تکبر و سرکشی کی' اور اس جبار کو جو سب سے برتر ہے بھول گیا' بہت ہی برا ہے وہ بندہ جو غفلت میں مدہوش اور لہو و لعب میں مشغول ہوگیا' اور قبروں کو اور بوسیدہ ہوجانے کو بھول بیٹھا' بہت ہی برا ہے وہ بندہ جس نے فساد مچایا اور حد سے نکل گیا اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول گیا' بہت ہی برا ہے وہ بندہ جو دین کے ذریعے دنیا کا شکار کرتا ہے' بہت برا

ہے وہ بندہ جو شبہات کے ذریعہ دین کا شکار کرتا ہے، بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ طمع اور لالچ اس کا قائد ہو۔ بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ خواہشات اس کو راستہ سے بہکا رہی ہوں۔ بہت ہی برا ہے وہ بندہ کہ دنیا کی رغبت اسے ذلیل کر رہی ہو"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ. حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ. حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارُودِ الأَعْمَى وَاسْمُهُ زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ. وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ. وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْقُوفٌ، وَهُوَ أَصَحُّ عِنْدَنَا وَأَشْبَهُ.

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مومن نے کسی بھوکے مومن کو کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائیں گے۔ اور جس مومن نے کسی پیاسے مومن کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سربمہر شراب طہور سے پلائیں گے اور جس مومن نے کسی برہنہ مومن کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز حلوں کا لباس پہنائیں گے"۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ. حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ. حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ التَّمِيمِيُّ. حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ فَيْرُوزَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللَّهِ غَالِيَةٌ، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللَّهِ الْجَنَّةُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ڈرے' وہ اول سحر میں سفر شروع کردیتا ہے' اور جو شخص اول سحر میں صبح سویرے چل پڑے' وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے' سنو! بے شک اللہ کا سامان نہایت قیمتی ہے' سنو! بے شک اللہ کا سامان جنت ہے۔"

تشریح: یعنی جس شخص کو دشمن کا خطرہ ہو' وہ صبح صادق ہونے سے پہلے سفر شروع کردیتا ہے' اور جو شخص صبح سویرے سفر شروع کردیتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے' اسی طرح جس شخص کو اپنی آخرت کی فکر اور شیطان کے گمراہ کرنے کا اندیشہ ہو' وہ تہجد سے اپنی تیاری شروع کردیتا ہے' اور جو شخص اول سحر سے یعنی تہجد کے وقت سے سفر شروع کردے' وہ انشاء اللہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خوب یاد رکھو کہ تم نے جس سامان کا اللہ سے سودا کیا ہے' وہ بہت زیادہ قیمتی ہے' اتنا زیادہ قیمتی ہے کہ وہاں ایک چھڑی رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے' اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قیمتی سامان جنت ہے' جس کی کیفیت اور کمیت ہمارے عقل و قیاس سے باہر ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں دنیا کے مکر اور دھوکے سے محفوظ فرما کر دنیا میں پاک و صاف زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہمارا خاتمہ فرمائیں۔ اور اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے بغیر حساب و کتاب کے ہمیں جنت میں داخل فرمادیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَقِيلٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ . حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ترجمہ: حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بندہ اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس کا شمار متقیوں میں ہو، یہاں تک کہ وہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ان چیزوں سے احتراز کرنے کیلئے جن میں حرج اور گناہ ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ کمال تقویٰ یہ نہیں کہ آدمی صرف ناجائز اور ممنوع چیزوں سے پرہیز کرے، بلکہ کمال تقویٰ یہ ہے کہ آدمی ایسی مباح اور جائز چیزوں سے بھی احتراز کرے جن سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ ناجائز اور ممنوعات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ. حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَأَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: ”حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہا کرو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کریں گے“۔

تشریح: یہ حدیث یہاں مختصر نقل کی گئی ہے۔ صحیح مسلم (ص ۳۵۵ ج ۲) میں تفصیل سے مروی ہے حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا، انہوں نے حال احوال پوچھا۔ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو، میں نے کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا ہم جنت و دوزخ کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب وہاں سے اٹھ کر گھر آتے ہیں تو بیوی بچوں اور زمین کے دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ خاص کیفیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتی ہے وہ نہیں

رہتی اور ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بخدا! یہ صورت تو مجھے بھی پیش آتی ہے' چنانچہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' میں نے کہا' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حنظلہ تو منافق ہو گیا' فرمایا کیا بات ہوئی' عرض کیا' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں' آپ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم سر کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے ہیں' پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر گھروں میں جاتے ہیں اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو نسیان اور غفلت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔

«والذی نفسی بیدہ إن لو تدومون علی ما تکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکة علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یا حنظلة ساعة وساعة ثلاث مرار.

ترجمہ: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جو میرے پاس ہوتی ہے اور ہمیشہ اسی یادداشت میں رہو تو فرشتے تم سے بستروں میں اور راستوں میں مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہے"۔

اور دوسری روایت میں ہے:

یا حنظلة ساعة وساعة لو کانت تکون قلوبکم کما تکون عند الذکر لصافحتکم

الملائکة حتی تسلم علیکم فی الطرق"۔

(صحیح مسلم ص۳۵۵ ج۲)

ترجمہ : "حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے' اگر تمہارے دل اسی کیفیت پر رہا کریں جو وعظ و نصیحت کے وقت ہوتی ہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں حتیٰ کہ تمہیں راہ چلتے سلام کیا کریں"۔

(صحیح مسلم ص ۳۳۵ ج ۲)

مطلب یہ کہ قلبی کیفیت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت بالغہ ہے کہ ایک وقت ذکر کی تجلی ہوتی ہے اور آدمی دنیا و ما فیہا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے' اور کبھی آدمی پر دوسری طرح کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس میں آدمی اہل و عیال اور دیگر لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ پہلی کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ محبوب کا مشاہدہ بلا واسطہ ہو' اور دوسری کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ آئینہ میں محبوب کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کیا جائے۔ اگر ہمیشہ پہلی کیفیت ہی رہا کرتی تو دنیا کا کارخانہ بند ہو جاتا' اس لئے جس طرح تجلی ذکر کی کیفیت طاری ہونا عنایت بے پایاں ہے' اسی طرح دوسری حالت کا طاری ہونا بھی مقتضائے رحمت و حکمت ہے۔

ف۔ جیسا کہ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے اس مضمون کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' ان کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"لو انکم تکونون علی کل حالٍ علی الحال التی انتم علیہا عندی لصافحتکم الملآئکة باکفھم ولزارتکم فی بیوتکم"

(مسند احمد ص ۳۰۵ ج ۲)

ترجمہ : "اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہا کرو جس حالت پر تم میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم سے اپنے ہاتھوں سے مصافحہ کیا کریں اور تمہارے گھر تمہاری زیارت کو آیا کریں"

(مسند احمد ص ۳۰۵ ج ۲)

نیز اسی مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ان کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

" ان تلك الساعة لو تدومون عليها لصافحتكم الملآئكة" (مسند احمد ص ١٧٥ ج٢)

ترجمہ : "اس وقت جو تمہاری کیفیت ہوتی ہے اگر تم اس پر ہمیشہ رہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں"۔

(مسند احمد ص ۱۷۵ ج ۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے۔

لو تدومون على ما تكونون عندى فى الخلاء لصافحتكم الملآئكة باجنحتها"

(وقال الهيثمى : رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير زهير بن محمد الرازى وهو ثقة)

ترجمہ : "اگر تم تنہائی میں بھی اسی حالت پر رہا کرو جو میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے اپنے پروں کے ساتھ تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن وقت وقت کی بات ہے۔ (کبھی وہ کیفیت ہوتی ہے اور کبھی وہ)"

ایک اور روایت میں ہے:

"لصافحتكم الملائكة حتى تظلكم باجنحتها عيانا"

(رواه ابویعلی مجمع الزوائد ص ۳۰۸ ج ۱۰)

ترجمہ: "فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں، یہاں تک کہ کھلم کھلا تمہارے سروں پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہوں۔

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَبُو عُمَرَ الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً، فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوهُ، وَإِنْ أُشِيرَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوهُ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے ایک تیزی اور جوش ہوتا ہے اور ہر تیزی اور جوش کے لئے ایک ٹھہراؤ ہوتا ہے، پس اگر صاحب عمل راہ مستقیم پر رہا اور اعتدال کے قریب رہا تو اس کے بارے میں اچھی امید رکھو .... اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جانے لگا تو اس کو کسی شمار میں نہ سمجھو"۔

تشریح: شرہ کے معنی ہیں تیزی، زیادتی، جوش، مبالغہ اور فترۃ کے معنی ہیں سستی، کمزوری، کمی اور جوش کا فرو ہو جانا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی عمل کرتا ہے تو شروع شروع میں بڑے جوش اور نشاط و رغبت سے کرتا

ہے۔ اور عمل میں زیادتی اور مبالغہ و انہماک سے کام لیتا ہے اور بسا اوقات حدِّ اعتدال سے تجاوز کر کے افراط اور غلو کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن کچھ مدت بعد اس جوش میں کمی آنا شروع ہوتی ہے اور عمل میں سستی اور کمزوری ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں بسا اوقات آدمی تفریط و تقصیر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ شروع میں نشاط و رغبت اور آخر میں جوش کے فرو ہونے کی کیفیت تو کم و بیش سبھی کو پیش آتی ہے۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں افراط و تفریط سے بچ کر آدمی اعتدال پر قائم رہے تو اس کے بارے میں اچھی امید رکھنی چاہئے کہ انشاء اللہ یہ فائز المرام ہوگا۔ اس کے برعکس جو شخص جوش کی حالت میں غلو کا شکار ہو جائے اور ایک عابد و زاہد اور خدا رسیدہ بزرگ کی حیثیت سے اس کی شہرت ہو جائے ایسا شخص "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ہے۔

اس حدیث پاک میں سالکین و عابدین کے لئے سبق ہے کہ افراط و تفریط اور حبِّ جاہ اور خود نمائی سے پرہیز کریں۔ اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمیں کسی شخص کے بارے میں اس کے ظاہری حالات کے مطابق اچھی امید رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن جزم و یقین کے ساتھ کسی کے بارے میں لب کشائی نہیں کرسکتے کیونکہ انجام کی خبر اور قلوب کی حالت اللہ جل شانہ کے علم میں ہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ.

ترجمہ: "اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جائیں دین میں یا دنیا میں، مگر جس کو اللہ

تعالیٰ جل شانہ محفوظ رکھے"۔

تشریح: دنیا میں شہرت کا ہونا تو ظاہر ہے کہ بیسیوں آفتوں اور فتنوں کا پیش خیمہ ہے، لیکن دین کے معاملے میں بھی شہرت اچھی چیز نہیں، اول تو ایسی شہرت کا حصول ہی عموماً" اس وقت ہوتا ہے جب آدمی کوئی نئی بدعت اختراع کرے، یا عبادت میں اس قدر غلو و مبالغہ سے کام لے کہ عام طور سے اس کا چرچا ہو جائے اور یہ دونوں چیزیں آدمی کو راہ مستقیم سے برگشتہ کرنے والی ہیں، علاوہ ازیں حصول شہرت کے بعد نمائش و تصنع اور اپنی بزرگی کے احساس سے بچنا ہر ایک کا کام نہیں۔ البتہ اگر کسی کی شہرت غیر اختیاری طور پر محض من جانب اللہ ہو اور حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و عنایت سے اس کو نفس و شیطان کے غوائل سے محفوظ رکھے تو ایسے مخلصین کے حق میں شہرت مضر نہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت تعلیقاً" (بغیر سند کے) ذکر کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف اور جامع صغیر میں امام بیہقی کی شعب الایمان کے حوالے سے نقل کی گئی ہے، چونکہ اس کی سند کمزور ہے اس لئے مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو "قد روی" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔

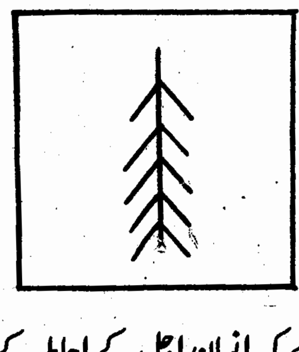
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي يَعْلَى عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ فِي وَسَطِ الْخَطِّ خَطًّا وَخَطَّ خَارِجًا مِنَ الْخَطِّ خَطًّا وَحَوْلَ الَّذِي فِي الْوَسَطِ خُطُوطًا فَقَالَ: هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ ، وَهٰذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ الْإِنْسَانُ ، وَهٰذِهِ الْخُطُوطُ عُرُوضُهُ إِنْ نَجَا مِنْ هٰذَا يَنْهَشُهُ هٰذَا، وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْأَمَلُ، هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع خط کھینچا۔ اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا اور ایک خط اس کے باہر کھینچا۔ اور درمیان میں جو خط کھینچا اس کے ارد گرد بہت سے خطوط کھینچے پھر فرمایا یہ ابن آدم کی مثال ہے۔ یہ مربع خط جو چاروں طرف سے محیط ہے یہ انسان کی اجل ہے۔ اور یہ درمیان کا خط انسان ہے۔ اور یہ جو اس کے اردگرد خطوط ہیں یہ اس کے عوارض ہیں، آدمی اگر ان میں سے ایک سے بچ نکلے تو دوسرا اس کو ڈستا ہے اور یہ خط جو باہر ہے یہ اس کی آرزو اور امید ہے“۔

تشریح : آدمی اپنی زندگی میں سینکڑوں آرزوئیں پالتا ہے۔ اور ان کے حصول کے خیالی منصوبے بناتا ہے لیکن۔ ؎

”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں انسان کی ناکامیوں کو ایک محسوس مثال سے سمجھایا ہے۔ جو خطوط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ کر دکھائے ان کا نقشہ یہ ہے:



جس میں دکھایا گیا ہے کہ انسان اجل کے احاطہ کے اندر محصور ہے اور

اس کی امل اور آرزو اس احاطہ سے باہر ہے' اجل کا یہ احاطہ چونکہ اس کی نظر سے اوجھل ہے اس لئے وہ اپنی آرزو تک پہنچنے کی تگ و دو کرتا ہے' لیکن انسانی عوارض قدم قدم پر اس کے پاؤں کی زنجیر بنتے ہیں۔ ایک چیز سے بچ نکلے تو دوسری چیز اسے ڈس لیتی ہے۔ ان تمام عوارض کے باوجود وہ حصول تمنا کے لئے اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ اب اس کی منزل مقصود بہت قریب آگئی ہے' حالانکہ اس کا مقصود موت کے احاطہ سے باہر ہے اور یہ خود اجل کے احاطہ میں محصور ہے۔ نتیجہ یہ کہ جونہی یہ اپنے مطلوب کے قریب پہنچتا ہے اجل اسے آکر دبوچ لیتی ہے اور یہ بصد حسرت و ارمان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے:

"وکم حسرات فی بطون المقابر"

پس یہ انسان کی ناکامیوں کی خوبصورت تمثیل ہے۔ دانا وہ ہے جو اس دنیا میں لمبی لمبی آرزوئیں نہ پالے' اور خیالی منصوبوں میں وقت ضائع نہ کرے' بلکہ موت اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کرے۔ اس لئے بزرگان دین فرماتے ہیں۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حدثنا ابو عوانة عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ .

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی

بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو عادتیں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک مال کی حرص، دوسرے عمر کی حرص"۔

تشریح: آدمی کی عمر جتنی زیادہ ہوتی جائے وہ موت کی منزل کے قریب ہوتا جاتا ہے، اس لئے تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہوجائے تو چونکہ اس کی طبعی عمر پوری ہوچکی، اس لئے اس میں مال کی حرص بھی ختم ہوجانی چاہئے، اور زیادہ دیر تک جینے کی امید بھی منقطع ہوجانی چاہئے۔ مگر اس کے بالکل برعکس ہوتا یہ ہے کہ آدمی جوں جوں بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی مال کی حرص اور تادیر زندہ رہنے کی حرص جوان ہوتی جاتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کو سب سے زیادہ محبت اپنی جان سے ہے اور وہ اس کی بقائے دوام کا خواہشمند رہتا ہے اور طول عمر کے لئے مال و دولت کی ضرورت ہے اس لئے مال سے بھی اس کی محبت بڑھتی جاتی ہے، مگر یہ چیز عقلاً" و شرعاً" مذموم ہے اس لئے کہ بڑھاپے میں جب کہ آدمی کے اپنے قویٰ بھی جواب دے جاتے ہیں آدمی کو آخرت کی تیاری میں مشغول ہونا چاہئے اور دنیا سے اور یہاں کی دلفریبیوں سے اس کا دل سرد ہوجانا چاہئے، حق تعالیٰ شانہ کے مقبول بندے، جن پر اللہ تعالیٰ دنیا کی حقیقت منکشف فرما دیتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے، کہ عمر کی پختگی کے ساتھ ان کے زہد و قناعت اور توجہ الی الآخرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و احسان سے اس ناکارہ کو بھی یہ دولت نصیب فرمائیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو الْعَوَّامِ وَهُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُثِّلَ ابْنُ آدَمَ وَإِلَى جَنْبِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ مَنِيَّةً

إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی ایسی حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں ننانوے آفات ہیں۔ اگر وہ ان آفات سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں جا گرتا ہے"۔

تشریح : یعنی آدمی کے گردوپیش بے شمار آفتیں لگی ہوئی ہیں جو اکثر و بیشتر اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی ہیں، اور اگر کبھی ان سے بچ نکلے تو بڑھاپا اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہے جس کا کوئی علاج نہیں، اور جو موت کا دروازہ ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ , وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ اذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ ، قَالَ أُبَيٌّ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي ؟ فَقَالَ : مَا شِئْتَ . قَالَ : قُلْتُ الرُّبُعَ ، قَالَ مَا شِئْتَ ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قُلْتُ : النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ . فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قَالَ : قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ ، قَالَ مَا شِئْتَ ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ، قُلْتُ : أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ : إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ : ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو اٹھتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، وہ کپکپا دینے والی آرہی ہے (مراد قیامت کا نفخہ اولیٰ ہے) اور اس کے پیچھے آرہی ہے پیچھے آنے والی (مراد نفخۂ ثانیہ ہے) موت مع اپنے تمام احوال کے آرہی ہے، موت مع اپنے تمام احوال کے آرہی ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں میں اپنے اوراد و وظائف میں سے آپ کے لئے درود شریف کا کتنا حصہ رکھوں؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا، چوتھائی حصہ؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے۔ اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر نصف رکھوں؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دو تہائی؟ فرمایا، جتنا تمہارا جی چاہے، اور اگر زیادہ کرلو تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا، تو پھر میں وظیفے کا تمام وقت آپ پر درود بھیجنے پر صرف کروں گا۔ فرمایا، اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت ہوگی، اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے“۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبَانَ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ. قَالَ: قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: لَيْسَ ذَاكَ، وَلٰكِنَّ

الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَلْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبَانَ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے حیا کرو' جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا' یا نبی اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حیا کرتے ہیں۔ والحمد للہ۔ فرمایا' یوں نہیں' بلکہ "اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سر کی' اور سر جن چیزوں پر مشتمل ہے (جیسے کان' آنکھ' ناک' زبان وغیرہ) ان سب کی حفاظت کرو۔ (اور حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضا کو نامرضیات میں استعمال کرنے سے آدمی شرم کرے) اور پیٹ کی اور پیٹ جن چیزوں پر حاوی ہے (جیسے دل' معدہ' شرمگاہ' اور ہاتھ پاؤں بھی اسی سے متعلق ہیں) ان سب کی حفاظت کرو' اور موت کو اور مر کر گل سڑ جانے کو یاد رکھو' اور جو شخص آخرت کا ارادہ رکھتا ہو وہ دنیا کی زینت چھوڑ دے' بس جس نے ایسا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی' جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے"۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ. حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. أَخْبَرَنَا

عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ضَمْرَةَ ابْنِ حَبِيبٍ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللّٰهِ قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

قَالَ : وَمَعْنَى قَوْلِهِ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ يَقُولُ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ : حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا ، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا .

وَيُرْوَى عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ : لَا يَكُونُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتَّى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ .

ترجمہ : "حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سمجھدار اور عقلمند آدمی وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کرلیا، اور موت سے بعد کی زندگی کے لئے عمل کیا۔ اور احمق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی امیدیں لگائیں۔

مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اپنے نفس کو رام کرلیا" کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب و کتاب سے پہلے دنیا ہی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، اپنے نفسوں کا

محاسبہ کرتے رہو اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے۔ اور قیامت کے دن کی بڑی پیشی کے لئے تیار رہو۔ جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہو قیامت کے دن اس پر حساب آسان ہوگا۔

اور حضرت میمون بن مہران سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایاکہ بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا' جب تک کہ اپنے نفس سے اس طرح محاسبہ نہ کرے جس طرح کہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ اس کی خوراک و پوشاک کہاں سے آئی"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ایسے شخص کو زیرک و دانا فرمایا گیا ہے جو اپنے نفس کی طرف سے غافل نہ ہو' بلکہ اس کو احکام الٰہیہ کی بجا آوری میں لگائے رکھے' برابر اس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری میں مصروف رہے' کیونکہ آدمی اس مسافرخانہ دنیا میں ایک غریب الوطن تاجر کی حیثیت سے آیا ہے۔ زندگی کے قیمتی اور انمول لمحات اس کی پونجی ہے جس کے ذریعہ یہ آخرت کی خریداری کرنا چاہتا ہے' اعمال صالحہ آخرت کا زرمبادلہ ہے' پس جو شخص زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر پہچانے' اپنے نفس کو عقل و شرع کا تابع رکھے' احکام خداوندی کی تعمیل میں لگا رہے۔ اور نفس کو اس کی حماقت و لذت طلبی سے باز رکھنے کے لئے ہمیشہ اس کا محاسبہ کرتا رہے۔ بلاشبہ ایسا شخص سمجھدار اور دانا و زیرک کہلانے کا مستحق ہے۔

اس کے برعکس جو شخص زندگی کے قیمتی لمحات کو (جن کا کوئی بدل نہیں) نفس کی خواہش براری میں ضائع کردے۔ اپنے نفس کو اس کی حماقتوں' لذتوں اور خواہشوں کے پیچھے بے لگام چھوڑ دے اور جب کبھی آخرت کا خیال آئے تو یہ کہہ کر دل کو جھوٹی تسلی دے دے کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں۔ اس

نے جنت آخر ہمارے لئے ہی بنائی ہے۔ ہم مرنے کے بعد سیدھے جنت میں جائیں گے۔ وغیرہ' وغیرہ۔ ایسے شخص کی حماقت و بے وقوفی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ یہ شخص اپنی بدعقلی سے زندگی کا سارا قیمتی سرمایہ جھوٹی اور فانی لذتوں میں اڑا کر دنیا سے خالی ہاتھ جائے گا۔

اس حدیث پاک میں "من دان نفسہ" کی تفسیر مصنف (امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ) نے "محاسبہ" سے فرمائی ہے۔ اور محاسبہ کی ضرورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے اور محاسبہ کی حقیقت حضرت میمون بن مہران رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد سے واضح کی ہے۔ اس کی پوری تفصیل امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کی "کتاب المراقبہ والمحاسبہ" میں ذکر فرمائی ہے اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَدُّوَيْهِ. حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَّافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ (۱) قَالَ: أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى الْمَوْتُ، فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ. فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوِحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ قَالَ: فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ قَالَ: فَيَلْتَئِمُ

عَلَيْهِ حَتّٰى تَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِأَصَابِعِهِ ، فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ : وَيُقَيِّضُ اللّٰهُ لَهُ سَبْعِينَ تِنِّينًا (۲) لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتّٰى يُفْضِيَ بِهِ الْحِسَابُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلیٰ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا، سنو! اگر تم لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرتے تو وہ تم کو اس حالت سے مشغول کردیتی جو میں دیکھ رہا ہوں۔ پس لذتوں کو چور چور کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ کیونکہ قبر پر جو دن بھی گزرتا ہے وہ یہ بات ضرور کہتی ہے کہ میں بے وطنی کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، پھر جب مومن بندہ اس میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کے بعد کہتی ہے کہ میری پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ آج جبکہ تو میرے سپرد کیا گیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا اچھا برتاؤ کرتی ہوں، چنانچہ وہ اس کے لئے

حد نظر تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف، ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب بدکار (یا فرمایا کہ کافر) دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے۔ میری پشت پر جتنے لوگ چلتے تھے تو ان میں مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مبغوض تھا۔ آج جبکہ تو میرے حوالے کیا گیا ہے اور میرے پاس پہنچا ہے تو تو دیکھ لے گا کہ میں تجھ سے کیسا برا سلوک کرتی ہوں۔ پس قبر اس پر مل جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اس قدر بھینچ دیتی ہے کہ ادھر کی ہڈیاں ادھر نکل جاتی ہیں۔ (اس کو سمجھانے کیلئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈالیں۔ اور اس پر ستر زہریلے سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں۔ (یہ سانپ اس قدر زہریلے ہیں کہ) اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مارے تو رہتی دنیا تک زمین پر کوئی سبزہ نہ اگے، پس وہ سانپ اسے ہمیشہ نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن حساب کے لئے پیش کیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے پر نکیر فرمائی، کیونکہ ہنسنا اکثر و بیشتر غفلت سے ہوتا ہے، اس لئے لذتوں کو توڑنے والی ہولناک چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ مرض

غفلت کا تریاق ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر اور برزخ کے احوال بیان فرمائے ہیں' قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور اس سلسلہ کی احادیث معنی متواتر ہیں اس لئے قبر کے ثواب و عذاب کا عقیدہ اہل حق کے عقائد میں شامل ہے ..... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیسی دقیق تربیت فرماتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ ، فَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِي جَنْبِهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ .

ترجمہ : "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (بالاخانے میں) داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی سے بنی ہوئی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ پس میں نے چٹائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دیکھے' اور حدیث میں طویل قصہ ہے"۔

تشریح : یہ طویل قصہ' جس کی طرف حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے' ایلا کا مشہور واقعہ ہے جو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔ جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین (رضی اللہ عنہن) سے ایک مہینہ تک الگ رہنے کی قسم کھائی تھی۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی (غالباً" منافقوں نے بے پر کی اڑائی ہوگی) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے۔ ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ایک بالا خانے میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلاق کا دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" فدخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاذا هو مضطجع علی رمال حصیر لیس بینه وبینه فراش، قد اثر الرمال بجنبه، متکأ علی وسادة من ادم حشوها لیف . فسلمت علیه ثم قلت وانا قائم، یا رسول اللہ اطلّقت نساءك فرفع الیّ بصره فقال لا، فقلت: اللہ اکبر"

(صحیح بخاری ص ۷۸۱ ج۲)

ترجمہ: "پس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنکوں سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں، چارپائی پر بچھونا بھی نہیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پہلوئے مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ ہے۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے' میں نے سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک میری طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا' نہیں۔ میں نے (اس پر خوشی کے مارے) تکبیر کہی"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ ایک طرف دباغت کے لئے چند کھالیں لٹکی ہوئی ہیں۔ ایک کونے میں ایک صاع کے قریب جو رکھے ہیں۔ اور ایک طرف کھالوں کی دباغت کا کچھ سامان (قرظ) پڑا ہے۔ یہ اس گھر کی کل کائنات تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر بے اختیار رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا' میں نے عرض کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ آپ کا یہ حال ہے کہ پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشان ہیں' اور آپ کے خزانہ کی کل کائنات یہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ ادھر قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن ہونے کے باوجود عیش و راحت میں ہیں' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو رزق کی وسعت و فراخی عطا فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے استراحت فرما رہے تھے' میرا یہ معروضہ سن کر اٹھ بیٹھے اور خشمناک لہجے میں فرمایا"۔

" او فی ھذا انت یا ابن الخطاب ان اولآئك قوم عجلوا طیباتھم فی الحیوۃ الدنیا . اما ترضی ان تکون لھم الدنیا.

ولنا الآخرة فقلت یا رسول اللّٰہ!

استغفرلی"۔ (صحیح بخاری ص ۷۸۲، ۷۳۰ ج۲)

ترجمہ: "خطاب کے بیٹے! کیا تم بھی اسی خیال میں گرفتار ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی اچھی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کو دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت ملے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ زہد (دنیا سے بے رغبتی) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر بلند تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت کیا تھی۔؟

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. فَقَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، وَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوا

لَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ ، ثُمَّ قَالَ : أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ، وَلٰكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے' اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے' ان کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو (بحرین سے جزیہ وصول کرنے کے لئے) بھیجا۔ (اہل بحرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ پر صلح کرلی تھی) چنانچہ وہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے' انصار نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کا سنا تو فجر کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے' چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرائے' پھر فرمایا' میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہو گا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کچھ مال لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا' جی ہاں! یا رسول اللہ ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پس تم خوش خبری قبول کرو اور ایسی چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کردے۔ اللہ کی قسم! مجھے

تمہارے حق میں فقر کا اندیشہ نہیں بلکہ مجھے جس امر کا اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر بھی دنیا پھیلائی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیلائی گئی۔ پس تم بھی اس میں رغبت کرنے لگو جیسا کہ پہلوں نے اس پر رغبت کی، پھر وہ تم کو بھی ہلاک کردے، جیسا کہ ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ، وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ فَارَقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيماً إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئاً، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَداً مِنَ النَّاسِ شَيْئاً بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو عطا کردیا۔ دوبارہ پھر بھی سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا کیا۔ سہ بار پھر بھی سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا کردیا پھر ارشاد فرمایا، حکیم! یہ مال بڑا سرسبز اور میٹھا (نظر آتا) ہے، پس جس شخص نے اس کو سخاوت نفس کے ساتھ لیا اس کے لئے اس میں برکت عطا کی جاتی ہے، اور جس شخص نے اس کو

نفس کی حرص کے ساتھ لیا اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اس کا حال اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جو کھاتا جائے' مگر اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اور اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے کے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم (بس آپ سے جو مانگ لیا سو مانگ لیا) اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ (اس کے بعد ان کا یہ حال تھا کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو اپنا وظیفہ وصول کرنے کے لئے بلاتے تو وہ معذرت کر دیتے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وظیفہ وصول کرنے کے لئے بلایا تو انہوں نے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم لوگوں کو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ' پر گواہ بناتا ہوں کہ میں ان کو ان کا حق دینا چاہتا ہوں لیکن وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے کبھی کوئی چیز نہیں لی۔ یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ"۔

تشریح : اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت اور تاثیر تربیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر ایک جملہ ارشاد فرمایا وہ اس کے دل میں

ایسا پیوست ہوا کہ ساری عمر کے لئے اس کا حال بن گیا۔ حق تعالیٰ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی تاثیر کا ایک شمہ اس ناکارہ کو اور اس کے باتوفیق قارئین کو بھی نصیب فرماویں۔

اس حدیث سے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی منقبت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد پر کس طرح مر مٹ گئے تھے' اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو وعدہ کیا اس کو کیسے نبھا کر دکھایا؟

یہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے' اشراف قریش میں ان کا شمار ہوتا تھا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور ۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوئی' ایک سو بیس برس کی عمر پائی' ساٹھ سال اسلام میں اور ساٹھ سال جاہلیت میں۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مال و دولت کو موسم بہار کے سبزہ سے تشبیہ دی ہے کہ وہ سبزہ جانوروں کو بہت بھاتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات اس کے زیادہ چرنے سے مویشی نفخ اور سوء ہضم کا شکار ہوکر مر بھی جاتے ہیں۔ اسی طرح مال و دولت کی رغبت طبعی ہے' اور انسان کی حرص زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی طرف راغب ہے' جس کا نتیجہ یہاں بھی دولت کی بدہضمی کی وجہ سے ایمانی و روحانی اور اخلاقی موت ہوتا ہے کہ آدمی بسا اوقات حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا۔ مال و دولت کے حقوق ادا نہیں کرتا' اور نشہ دولت میں مست ہوکر حقوق اللہ و حقوق العباد سب کو بھول جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ . قَالَ ابْتُلِينَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا ، ثُمَّ ابْتُلِينَا بِالسَّرَّاءِ

بَعْدَهٗ فَلَمْ نَصْبِرْ .

قَالَ أَبُوْ عِيسٰى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

ترجمہ: "حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکلیف اور تنگی سے آزمائے گئے تو ہم نے صبر کیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد راحت و کشائش کے ساتھ آزمائے گئے تو ہم نے صبر نہیں کیا"۔

تشریح: یعنی آزمائش کی ایک صورت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئی کہ ہم تکالیف اور تنگیوں سے آزمائے گئے' اس کو تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود کی برکت سے برداشت کر گئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تکالیف اور تنگ دستیوں کا دور ختم ہوا اور راحت و آسائش اور رزق کی فراوانی و کشائش کا دور آیا' یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ مگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و قناعت کا معیار قائم نہ رکھ سکے' بلکہ مال و دولت کی فراوانی کی وجہ سے ہمارے کھانے' پینے' رہنے سہنے اور لباس و پوشاک کا معیار دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت اونچا ہو گیا۔

اس حدیث سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ایمان و احسان کے مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' متعدد احادیث میں ان کے فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا فرمائی اس کو خیر کے کاموں میں کثرت سے صرف فرماتے تھے' ان تمام امور کے باوجود انہیں مال و دولت کی بہتات پر فخر نہیں' بلکہ اس پر افسوس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زہد و تقشف اور تنگی و تنگدستی کا

جو حال تھا کاش وہی رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی یہ صحیح ایمانی ذوق نصیب فرمائے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ.

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے آخرت کو اپنا فکر بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں' اس کا شیرازہ مجتمع کردیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ اور جس شخص نے دنیا کو اپنا فکر بنا لیا' اللہ تعالیٰ اس کا فقر اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیتے ہیں' اور اس کا شیرازہ بکھیر دیتے ہیں' اور دنیا بھی اس کے پاس بس اتنی ہی آتی ہے جتنی اس کے مقدر میں ہو"۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے مگر اس کا مضمون قرآن کریم' احادیث صحیحہ اور مشاہدہ و تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ جو شخص آخرت ہی کو اپنی سوچ اور فکر کا محور بنا لیتا ہے حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت و عنایت سے اس کو دنیا سے استغنا کی دولت عطا فرماتے ہیں' اسے اپنی ناداری و تنگ دستی کا شکوہ نہیں ہوتا' اور نہ دنیا کے کوڑے کرکٹ کی طرف وہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کی کفایت فرماتے ہیں'

اور وہ دل کی پراگندگی و پریشانی سے مامون ہو جاتا ہے' اور دنیا ناک رگڑتی ہوئی اس کے پاس آتی ہے۔ مختصر یہ کہ جس شخص پر فکر آخرت سوار ہو دنیا کی وقعت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ کے بقول:

مرد رہ را بود دنیا سود نیست　　　　ہر گزش اندیشہ نابود نیست

اس کے برعکس جو شخص فکر آخرت کے بجائے فکر دنیا کو اپنے اوپر مسلط کرلیتا ہے' اسے کبھی سیری و سیر چشمی نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس کی حرص و ہوس کے دوزخ سے ہمیشہ "ہل من مزید" کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں' اور یہ غریب نفس کی خواہشوں اور فرمائشوں کو پورا کرنے کے لئے دیوانہ وار بھاگ دوڑ کرتا ہے' کوئی خواہش پوری ہو گئی تو بیں اور خواہشوں کو جنم دے گی جن کا پورا کرنا اس کے حیطۂ اختیار سے باہر ہو گا اور یہ ان کے غم میں گھلتا اور اپنی حرص کی آگ میں جلتا رہے گا' کبھی اس کو اطمینان کا سانس نصیب نہیں ہو گا اور ملے گا وہی جو مقدر ہو گا۔ خواہ کتنی ہی تگ و دو کرلے مقدر سے زیادہ ایک دانہ بھی اس کو میسر نہیں آسکتا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ. أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ بْنِ نُشَيْطٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَأَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں' اے آدم کے

بیٹے! میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا! میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر کو روک دوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو نہیں روکوں گا"۔

تشریح: اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کے مضمون کے قریب ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندے کو رزق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے مگر اس کے لینے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کے احکام کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوجائے (اس میں رزق کمانے کے احکام بھی آگئے) اور رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے، وہ جس قدر عطا فرمائیں، جس شکل میں عطا فرمائیں اس پر راضی رہے۔ حق تعالیٰ شانہ کو یہی طریقہ پسند ہے اور اس حدیث میں اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت و احکام کی بجا آوری کی پروا کیے بغیر اسباب کے ذریعہ رزق تلاش کرنے میں منہمک رہے۔ یہ طریقہ نہایت مذموم ہے اس سے انسان کا فقر دور نہیں ہوتا بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

کاشانۂ نبوت کی معیشت کا نقشہ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ لَنَا قِرَامٌ (۱) سِتْرٌ فِيهِ تَمَاثِيلُ عَلَى بَابِي ، فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْزِعِيهِ فَإِنَّهُ يُذَكِّرُنِي الدُّنْيَا ، قَالَتْ : وَكَانَ لَنَا سَمَلُ قَطِيفَةٍ (۱) تَقُولُ عَلَمُهَا مِنْ حَرِيرٍ كُنَّا نَلْبَسُهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں ایک پردے کا کپڑا تھا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ وہ میرے گھر کے دروازے پر آویزاں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کو اتار دیں کیونکہ یہ مجھے دنیا کی یاد دلاتا ہے' نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک پرانی کملی تھی جس پر ریشم کا کام کیا ہوا تھا۔ ہم اسے پہنا کرتے تھے"۔

تشریح: دروازے پر منقش پردے لٹکانا محض زینت و تجمل ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَتْ وِسَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ' جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا بَقِيَ مِنْهَا ؟ قَالَتْ : مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلاَّ كَتِفُهَا قَالَ : بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مَيْسَرَةَ هُوَ الْهَمْدَانِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ .

ترجمہ: "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اسے تقسیم کرنے کا حکم فرما کر باہر تشریف لے گئے جب واپس گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا اس میں سے کتنا گوشت بچ رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس میں سے ایک دستی کے سوا کچھ نہیں بچا' ارشاد فرمایا کہ ایک دستی کے سوا ساری بچ رہی"۔

تشریح: یعنی جتنا گوشت تقسیم ہو گیا وہ تو سارے کا سارا ذخیرۂ آخرت بن گیا اور جو تقسیم ہونے سے بچ گیا وہ ذخیرۂ آخرت بننے سے رہ گیا۔

حَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ إِنْ هُوَ إِلَّا الْمَاءُ وَالتَّمْرُ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے ایک ایک مہینے تک چولہے میں آگ روشن نہیں کرتے تھے' صرف پانی اور کھجوروں پر گزر بسر ہوتی تھی"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِنْ شَعِيرٍ فَأَكَلْنَا مِنْهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ كِيلِيهِ، فَكَالَتْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ فَنِيَ قَالَتْ: فَلَوْ كُنَّا تَرَكْنَاهُ لَأَكَلْنَا مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ، وَمَعْنَى قَوْلِهَا شَطْرٌ : تَعْنِي شَيْئًا .

ترجمہ : "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہمارے پاس تھوڑے سے جَو تھے۔ کچھ مدت تک' جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھی' ہم ان میں سے کھاتے رہے' پھر میں نے خادمہ سے کہا کہ ان کو ناپ کر دیکھو۔ اس نے ناپ لیئے' تو تھوڑے دنوں کے بعد وہ ختم ہو گئے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر ہم ان کو اسی طرح رہنے دیتے تو جتنی مدت تک ہم نے ان میں سے کھایا اس سے زیادہ مدت تک کھاتے"۔

تشریح: اس حدیث میں تین مضمون ہیں۔

اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا زہد' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت گھر کا اثاثہ معمولی مقدار کے جَو کے سوا کچھ نہیں تھا۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں برکت کا ہونا کہ معمولی مقدار کے جَو ایک عرصہ تک کھائے جاتے رہے۔ اس قسم کی برکت کے واقعات حدیث کی کتابوں میں کثرت سے آئے ہیں۔

سوم: جَو کو ناپ لینے کے بعد برکت کا اٹھ جانا۔ اس قسم کے واقعات بھی احادیث میں کافی ہیں۔ رہا یہ کہ ناپ لینے سے برکت کیوں اٹھ جاتی ہے؟ اس کی حقیقی وجہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے' البتہ ایک ظاہری سبب یہ نظر آتا ہے کہ جب تک پیمائش نہیں کی گئی تھی تب تک تمام اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر تھا' اور وہ اپنے خزانہ غیب سے کھلاتا تھا' لیکن جب ان کو ناپ لیا تو اللہ

تعالیٰ شانہ' پر اس درجہ کا اعتماد نہ رہا' بلکہ خود جو کی طرف التفات ہو گیا' اور وہ برکت جو محض اعتماد علی اللہ کی وجہ سے ہو رہی تھی' جاتی رہی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ . حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَالِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ : حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُهُ تَحْتَ إِبْطِهِ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ڈرایا گیا جب کہ کسی شخص کو ڈرایا نہیں جاتا تھا' اور مجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایذائیں دی گئیں جب کہ کسی شخص کو ایذا نہیں دی جاتی تھی۔ اور مجھ پر تیس دن راتیں ایسی گزری ہیں جن میں میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز میسر نہ تھی جس کو کوئی جگر والا (جاندار) کھا سکے سوائے اس معمولی چیز کے جو بلال کی بغل کے نیچے چھپ جائے"۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں بہت سے آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے رفقاء پر مظالم اور سختیوں کے پہاڑ توڑے گئے' اسی دور کا یہ واقعہ ہے جو اس حدیث

میں بیان فرمایا گیا ہے۔

صحابہ کرام کے زہد کا بیان

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ. حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ: خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَعْطُوبًا، فَحَوَّلْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ عُنُقِي، وَشَدَدْتُ وَسَطِي فَحَزَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ، وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ اَطْعَمْتُ مِنْهُ فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا فَمَرَرْتُ بِيَهُودِيٍّ فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْقِي بِبَكَرَةٍ لَهُ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ. فَقَالَ مَالَكَ يَا أَعْرَابِيُّ؟ هَلْ لَكَ فِي كُلِّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَافْتَحِ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ فَفَتَحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْوًا أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّي أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ وَقُلْتُ حَسْبِي فَأَكَلْتُهَا ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں شدید سردی کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلا' (سردی سے بچنے کے لئے) میں نے ایک صاف کی ہوئی کھال لیکر اسے درمیان سے چیر لیا' اور شگاف میں اپنا سر داخل کر لیا' اور کمر کو کھجور کی رسی سے باندھ لیا۔

مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں اس میں سے کھا لیتا، چنانچہ میں کھانے کی چیز کی تلاش میں باہر نکلا، اور ایک یہودی کے باغ کے پاس سے گزرا، یہودی اپنی چرخی سے پانی کھینچ کر باغ سیراب کر رہا تھا، میں نے دیوار کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو یہودی نے کہا او دیہاتی! کیا بات ہے؟ کیا فی ڈول ایک کھجور پر پانی کھینچنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے کہا ہاں تیار ہوں، ذرا دروازہ کھولو، تاکہ اندر آجاؤں۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں اندر گیا تو اس نے مجھے اپنا ڈول دیدیا۔ جب میں ایک ڈول نکال لیتا تو وہ مجھے ایک کھجور دیدیتا۔ اس طرح جب میری مٹی بھر گئی تو میں نے ڈول چھوڑ دیا۔ میں نے کہا مجھے بس اتنا کافی ہے۔ میں نے وہ کھجوریں کھائیں، اوپر سے پانی پی لیا۔ (اس کے بعد) میں مسجد میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے"۔

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ جُوعٌ فَأَعْطَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار صحابہ کرامؓ کو بھوک پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کھجور عطا فرمائی"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتَّى إِنْ كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ ، فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ ؟ فَقَالَ : لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، وَرَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ .

ترجمہ : "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر بھیجا، ہم تین سو آدمی تھے، ہم اپنا توشہ اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے تھے" (یعنی اتنا کم تھا کہ سواری پر لادنے کی ضرورت نہ تھی) پس ہمارا توشہ ختم ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ فی کس ایک کھجور یومیہ ملنے لگی، کسی نے کہا کہ حضرت! وہ ایک کھجور کیا کرتی ہو گی؟ فرمایا جب وہ بھی ختم ہو گئی تب ہمیں اس کی اہمیت محسوس ہوئی۔ پھر ہم سمندر پر گئے تو دیکھا کہ ایک بڑی مچھلی سمندر نے باہر پھینک رکھی ہے۔ پس ہم اٹھارہ دن تک اس میں سے پیٹ بھر کر کھاتے رہے"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ

حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ. حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ الْيَوْمَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرَى وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ هُوَ ابْنُ مَيْسَرَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ الَّذِي رَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ رَوَى عَنْهُ وَكِيعٌ وَمَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ كُوفِيٌّ.

ترجمہ: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے' ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی جس پر چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو اس ناز و نعمت کو یاد کر کے جو پہلے انہیں حاصل تھی' اور آج کی حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب کہ

تم میں سے ایک صبح کو ایک حلے میں نکلے گا اور شام کو دوسرے میں اور اس کے آگے ایک رکابی رکھی جائے گی اور ایک اٹھائی جائے گی' اور تم اپنے گھروں پر ایسے پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ پر پردے لٹکائے جاتے ہیں' صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اس دن تو ہماری حالت آج کی نسبت بہت اچھی ہو گی' ہمیں کام کاج کی حاجت نہ ہو گی' اور ہم عبادت کے لئے فارغ ہوں گے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں' بلکہ آج تم اس دن کی بہ نسبت اچھے ہو"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ . حَدَّثَنِي عُمَرُ ابْنُ ذَرٍّ . حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ ، وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ فِيهِ فَمَرَّ بِي أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا أَسْأَلُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا أَسْأَلُهُ إِلَّا لِيُشْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَقَالَ : أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : الْحَقْ وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَاسْتَأْذَنْتُ فَأَذِنَ لِي فَوَجَدَ قَدَحًا مِنْ لَبَنٍ فَقَالَ : مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ لَكُمْ ؟ قِيلَ أَهْدَاهُ لَنَا فُلَانٌ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ . فَقَالَ : الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ وَهُمْ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَمَالٍ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا

فَسَاءَنِي ذٰلِكَ وَقُلْتُ مَا هٰذَا الْقَدَحُ بَيْنَ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَأَنَا رَسُولُهُ إِلَيْهِمْ فَسَيَأْمُرُنِي أَنْ أُدِيرَهُ عَلَيْهِمْ فَمَا عَسٰى أَنْ يُصِيبَنِي مِنْهُ وَقَدْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ أُصِيبَ مِنْهُ مَا يُغْنِينِي وَلَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ فَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : خُذِ الْقَدَحَ وَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُنَاوِلُهُ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّهُ فَأُنَاوِلُهُ الْآخَرَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ بِهِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ : أَبَا هُرَيْرَةَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ اشْرَبْ فَلَمْ أَزَلْ أَشْرَبُ وَيَقُولُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى ثُمَّ شَرِبَ .

قَالَ أَبُو عِيسٰى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ' اہل اسلام کے مہمان تھے' نہ ان کا کوئی ٹھکانا تھا' نہ گھر بار' نہ مال' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک کے مارے زمین پر اپنا جگر چپکایا کرتا تھا' اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا' ایک دن میں لوگوں کے راستے میں جو عام لوگوں کی گزرگاہ تھی' جا بیٹھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا' میرا مقصود صرف یہ تھا کہ وہ میرے حالات دیکھ کر مجھے ساتھ لے جائیں گے' لیکن وہ آیت بتا کر چلے گئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے' میں

نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا' مقصود صرف یہ تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں' لیکن انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا' بلکہ آیت بتا کر چلے گئے' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' ابوہریرہ! میں نے عرض کیا' جی یا رسول اللہ! فرمایا۔ میرے ساتھ آؤ۔ آپ چل پڑے اور میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے' اجازت ملنے پر میں بھی اندر چلا گیا۔ گھر میں دودھ کا ایک پیالا رکھا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ عرض کیا گیا کہ فلاں صاحب نے ہدیہ بھیجا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ابوہریرہ! میں نے کہا جی! فرمایا اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ' اہل اسلام کے مہمان تھے' ان کا گھر بار نہیں تھا' کہیں سے صدقہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھیج دیتے اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر ہدیہ آتا تو اس میں سے خود بھی تناول فرماتے اور اہل صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے' جب آپ نے اہل صفہ کو بلانے کا فرمایا تو مجھے طبعاً" رنج ہوا' میں نے کہا کہ یہ چھوٹا سا پیالہ اہل صفہ کو کیا پورا آئے گا' اور میں چونکہ قاصد ہوں اس لئے آپ مجھ ہی کو حکم فرمائیں گے کہ ان کو پیش کروں' اس صورت میں کیا توقع ہے کہ اس میں سے مجھے بھی کچھ مل سکے گا' جبکہ مجھے امید تھی کہ مجھے اس میں سے اتنا حصہ مل جائیگا جو مجھے کافی ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے بغیر چارہ نہیں تھا' چنانچہ میں اصحاب صفہ کو بلا لایا' جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو مجھے ارشاد فرمایا کہ ابو ہریرہ ! یہ پیالا لو اور ان کو دو' میں پیالہ لیکر ایک ایک کو دینے لگا' ایک پیٹ بھر کر پی لیتا اور پیالہ واپس کر دیتا تو دوسرے کو پکڑاتا۔ یہاں تک سب نے شکم سیر ہو کر پی لیا اور میں نے پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیکر دست مبارک پر رکھا اور میری طرف سر اٹھا کر مسکرائے' اور فرمایا' ابو ہریرہ! اب تم پیو' میں نے پیا' فرمایا اور پیو' میں نے اور پیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ پیو پیو' اور میں پیتا رہا' یہاں تک میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دیکر بھیجا ہے اب تو اس کے گزرنے کی جگہ بھی باقی نہیں رہی' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیا اللہ تعالیٰ کی حمد کی' بسم اللہ پڑھی' اور نوش فرمالیا"۔

دنیا کے پیٹ بھرے آخرت میں بھوکے ہونگے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى الْبَكَّاءُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعاً فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈکار لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میاں! ڈکار نے سے باز رہو' کیونکہ جو لوگ دنیا میں زیادہ سیر ہو کر کھاتے ہیں' قیامت کے دن ان کی بھوک کا زمانہ سب سے زیادہ طویل ہو گا"۔

تشریح : ڈکار عموماً "پُرخوری کی وجہ سے آتے ہیں' اس لئے ڈکار لینے کی ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ اتنا نہ کھایا کرو کہ ڈکار آئیں' یہ صاحب جن کو یہ واقعہ پیش آیا حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ تھے' جو نو عمر تھے' کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت یہ بالغ نہیں ہوئے تھے' روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فہمائش کے بعد انہوں نے عمر بھر کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانے کا معمول نہیں تھا جس سے ڈکار آیا کریں' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانا قیامت کے دن کی بھوک کا سبب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس امت میں سب سے پہلی "بدعت" جو جاری ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانے کی تھی۔

صحابہ کرامؓ کا عام لباس

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ابْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ : يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابَتْنَا السَّمَاءُ لَحَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ: أَنَّهُ كَانَ ثِيَابُهُمُ الصُّوفُ، فَإِذَا أَصَابَهُمُ الْمَطَرُ يَجِيءُ مِنْ ثِيَابِهِمْ رِيحُ الضَّأْنِ .

ترجمہ : "حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے ابو بردہؓ سے فرمایا' بیٹا! کبھی تم ہماری اس حالت کو دیکھتے جبکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اور ہمیں بارش پہنچتی تھی تو تم گمان کرتے کہ ہم سے بھیڑوں کی بو آرہی ہے"۔

تشریح : صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عموماً" صوف کا ہوتا تھا' کبھی بارش ہوتی یا پسینہ سے کپڑے بھیگ جاتے تو کپڑوں سے بھیڑوں کی سی بو آنے لگتی' اوپر کی حدیث پاک سے کھانے کے معاملہ میں صحابہ کرامؓ کا زہد معلوم ہوا تھا' اور اس حدیث سے لباس میں ان کا زہد معلوم ہوا' جس سے واضح ہوا کہ ان حضرات کو دنیا کی عیش و عشرت سے سروکار نہ تھا' اور نہ ان کو اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا اہتمام تھا۔

رضائے الٰہی کی خاطر اچھا لباس ترک کرنے کی فضیلت

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعاً لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا .

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

وَمَعْنَى قَوْلِهِ حُلَلِ الْإِيمَانِ : يَعْنِي مَا يُعْطَى أَهْلُ الْإِيمَانِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ .

ترجمہ : "حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جس شخص نے قدرت کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اختیار کرتے ہوئے عمدہ لباس ترک کر دیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری خلقت کے رو برو اس کو بلا کر اختیار دیں گے کہ ایمان کے حلّوں میں سے جس حلّہ کو چاہے پہن لے"۔

تشریح : لباس آدمی کی زینت ہے' اس لئے طبعی طور پر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اچھے سے اچھا لباس پہنے' شریعت مطہرہ نے بھی اس کے اس طبعی جذبہ کی خاطر فی الجملہ رعایت کی ہے' اور حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کو خوش لباسی کی اجازت بلکہ بعض حالات میں ترغیب دی ہے' لیکن خوش لباسی کے مقابلہ' مسابقت اور اس میں دوڑ لگانے کی حوصلہ شکنی کی ہے' اس لئے کہ یہ دوڑ اپنے اندر بہت قباحتیں رکھتی ہے' اس سے نمود و نمائش کے جذبات بھڑکتے ہیں' بڑھیا لباس پہننے والے کے دل میں کبر و غرور اور فخر و مباہات کا پیدا ہونا اغلب ہے' پھر جب ہر شخص دوسروں سے بڑھیا لباس پہننے کی کوشش کرے گا تو جو لوگ مالی استطاعت نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں وہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کریں گے اس سے اسراف و تبذیر اور فضول خرچی کا دروازہ کھلے گا' پھر حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف دنیوی دھندوں کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی پڑے گی' بلکہ آمدنی کے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کئے جائیں گے' اور جس قدر دنیوی مشاغل میں انہماک بڑھے گا اسی قدر آخرت کی توجہ گھٹے گی اور آخرت کے کاموں کی فرصت جاتی رہے گی' اور جب تمام تر محنت و کوشش' آخرت فراموشی اور حلال و حرام کی حد بندیوں کو اٹھا دینے کے باوجود بھی "معیار زندگی" اتنا اونچا نہیں ہو سکے گا جتنا وہ دیکھنے کا خواہشمند ہے تو دل میں ان لوگوں کے خلاف جو ضرورت سے

زیادہ وسائل رزق پر قابض ہیں' غم و غصہ کے جذبات شدت کے ساتھ پیدا ہوں گے اور احتجاج کی راہیں ڈھونڈیں گے جس سے پورا معاشرہ شرو فساد کی لپیٹ میں آجائے گا اور ہر شخص ذہنی انتشار' افراتفری اور انارکی میں مبتلا ہو جائیگا۔ یہ سارا فساد خوش لباسی کی لنگوٹی سے پیدا ہوا' اس لئے حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایمانی و روحانی نسخہ تجویز فرمایا جس سے خوش لباسی کی دوڑ کا جذبہ ہی سرد پڑ جائے وہ نسخہ یہ ہے کہ جو شخص ہمت و قدرت کے باوجود محض ازراہ تواضع اچھا لباس ترک کر دے اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ ایمانی حلّوں میں سے جونسا اچھے سے اچھا حلہ اس کے دل کو لگتا ہے وہ پہن لے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سنکر ایک تو اہل ایمان کے دل میں خوش لباسی کے بجائے ترک لباس کی دوڑ پیدا ہو گی' دوسرے دنیا میں انہماک کے بجائے آخرت کی طرف توجہ بڑھے گی اور وہ تمام قباحتیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اسلامی معاشرہ سے ازخود ختم ہو جائیں گی' سبحان اللہ! کیسی حکیمانہ تعلیم ہے' اور اس ایک فقرے میں کتنا بڑا علم سمو دیا ہے۔

اس حدیث پاک میں دو نکتے مزید توجہ طلب ہیں:

اول یہ کہ اس حدیث میں ایسے شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو قدرت و استطاعت کے باوجود محض تواضع اور رضائے الٰہی کی خاطر اچھا لباس ترک کر دے' اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اچھا لباس نہ پہننے والوں کی تین قسمیں ہیں' ایک وہ شخص جو قدرت و استطاعت ہی نہیں رکھتا' اس لئے اچھا لباس پہن ہی نہیں سکتا' ورنہ قدرت و استطاعت ہوتی تو یہ بھی عمدہ سے عمدہ سوٹ پہنتا' یہ شخص لائق مدح نہیں' کیونکہ اس کے بدن پر گو اچھا لباس نہیں' مگر اس کے دل میں اچھے لباس کی رغبت و خواہش و محبت گھسی ہوئی ہے' یہ جب لوگوں کو اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ ہائے! میرے پاس اچھا لباس نہ ہوا۔

البتہ جو شخص اپنی ناداری پر صابر و شاکر ہو' اور راضی برضا ہو' اور وہ مال داروں کو دیکھ کر للچائے نہیں اس کا فقر و فاقہ لائق صد ستائش ہے اور ایسے لوگوں کے بڑے فضائل حدیث میں آئے ہیں' حضرات صحابہ کرامؓ کا یہی حال تھا۔

دوسرا وہ شخص جو قدرت و استطاعت کے باوجود اچھا لباس نہیں پہنتا' مگر اس کا منشا تواضع نہیں' نہ اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے' بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کو زاہد و عابد سمجھیں' ایسا شخص مکار و ریاکار ہے' یہ بیچارا دنیا میں بھی محروم ہے اور آخرت میں بھی۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے' جس کے ترک لباس کا منشا نہ تو ناداری ہے اور نہ ریاکاری بلکہ دنیا سے بے رغبتی' یہاں کی زیب و زینت کی بے وقعتی اور حق تعالیٰ شانہ کے سامنے تواضع اور انکساری کے سبب وہ اچھے لباس سے احتراز کرتا ہے' ایسے شخص کی فضیلت اس حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جو لوگ اچھا لباس پہنتے ہیں اکثر و بیشتر ان کا مقصد لوگوں کی نظر میں معزز بننا ہوتا ہے' جو شخص محض رضائے الٰہی کے لئے اچھا لباس ترک کر دے اس کو ساری مخلوق کے روبرو بہترین حلّہ پہنایا جائیگا' جس سے اس کی عزت و وجاہت سب لوگوں کے سامنے کھل جائیگی' گویا جو مقصد کہ لوگ دنیا میں اچھے لباس کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو وہ نعمت ترک لباس پر عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت اس ناکارہ کو بھی نصیب فرمائیں۔

ضرورت سے زیادہ عمارت بنانا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ . حَدَّثَنَا زَافِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بَشِيرٍ هٰكَذَا قَالَ شَبِيبُ بْنُ بَشِيرٍ ، وَإِنَّمَا هُوَ

شَبِيبُ بْنُ بِشْرٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اخراجات اللہ تعالیٰ کے راستے میں شمار ہوتے ہیں' سوائے تعمیر کے کہ اس میں کوئی خیر نہیں"۔

تشریح: یعنی ایک مسلمان اپنے اہل و عیال یا اپنی ذات پر جو جائز اور ضروری اخراجات کرتا ہے' وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شمار کیا جاتا ہے' اور آدمی اس پر اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے' سوائے تعمیر کے کہ اس کے خرچ میں کوئی اجر نہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ : أَتَيْنَا خَبَّابًا نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ : لَقَدْ تَطَاوَلَ مَرَضِي ، وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ ، وَقَالَ : يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا التُّرَابَ أَوْ قَالَ فِي الْبِنَاءِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "حارثہ بن مضرب تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے' انہوں نے علاج کے لئے سات داغ لگوائے ہوئے تھے' پس فرمایا کہ میری بیماری لمبی ہو گئی' اور اگر میں نے رسول اللہ ——— صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ موت کی آرزو نہ

کیا کرو تو میں موت کی آرزو کرتا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر خرچ پر آدمی کو اجر ملتا ہے سوائے مٹی کے"۔

تشریح: اس حدیث میں ایک مضمون تو وہی ہے جو اوپر کی حدیث میں آچکا ہے یعنی بغیر ضرورت کے تعمیری اخراجات کا پسندیدہ نہ ہونا' اور دوسرا مضمون موت کی تمنا سے ممانعت کا ہے' یہ مضمون بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے' صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے' کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی بھلائی میں مزید اضافہ کر سکے' اور اگر وہ بدکار ہے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ کر لے' ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ تو موت کی تمنا کرے' اور نہ اس کی دعا کرے' کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کی امید ختم ہو جاتی ہے' اور مومن کے لئے عمر کی مہلت خیر میں اضافہ ہی کا سبب ہے' ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے اگر اس کو یہ کرنا ہی ہو تو یہ دعا کرے۔

"اللهم احيني ما كانت الحياة خيراً لي و توفني اذا كانت الوفاة خيراً لي"

ترجمہ: "اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھئے اور جب وفات میرے لئے بہتر ہو تو مجھے قبض کر لیجئے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ موت کی تمنا نہ کیا کرو' کیونکہ جان کنی کا ہول بڑا سخت ہے' اور آدمی کی نیک بختی کی بات یہ ہے کہ بندے کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ و انابت کی توفیق عطا فرما دیں' (یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں ہیں)۔

آدمی اپنی کمزوری کی وجہ سے تکلیف سے گھبرا جاتا ہے اور تکلیف کی شدت سے نجات پانے کے لئے موت کی تمنا اور دعا کرنے لگتا ہے' حالانکہ موت کے وقت جان کنی کی تکلیف ایسی ہولناک ہے کہ اس کے مقابلے میں زندگی کی تکالیف بہت معمولی ہیں' تو ہلکی تکلیف سے گھبرا کر بڑی تکلیف کی تمنا کرنا تقاضائے دانشمندی کے خلاف ہے:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

علاوہ ازیں زندگی کے لمحات' حق تعالیٰ شانہ' کا احسان عظیم اور نعمت کبریٰ ہیں' یہ وہ مال و دولت ہے کہ کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتی' زندگی کی تکالیف اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا گویا اس نعمت کی بے قدری ہے اس لئے مصائب و تکالیف سے نجات پانے کے لئے موت کی تمنا تو بہرحال مذموم ہے' لیکن اگر کسی دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کی خاطر موت کی تمنا کو بعض اکابر نے جائز رکھا ہے' شیخ ملا علی القاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"وقد افتی النووی انه لایکره تمنی الموت لخوف فتنة دینیة ، بل قال انه مندوب ، ونقل عن الشافعی وعمر بن عبد العزیز وغیرهما"

ترجمہ: "امام نوویؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے موت کی تمنا مکروہ نہیں' بلکہ انہوں نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے' اور اس کو امام شافعیؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور دیگر اکابر سے نقل کیا ہے"۔

اسی طرح شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر مدینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا بھی ممنوع نہیں بلکہ مندوب ہے' نیز محبت الٰہی کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ سے ملنے کا اشتیاق بھی ممانعت کے تحت داخل نہیں۔ رزقنا اللہ تعالٰی بمنہ ولطفہ۔

فائدہ: ترمذی شریف میں تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ اسی قدر نقل کیا گیا ہے' لیکن مشکوٰۃ شریف میں مسند احمد کے حوالے سے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> "میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا' اور اب میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں"۔ پھر آپ نے اپنا کفن منگوایا' وہ لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا' لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے تو کفن بھی نہ مل سکا' سوائے ایک دھاری دار چادر کے جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر پر کرتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے' اور پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا' بالآخر چادر سر کی طرف کر دی گئی اور پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دی گئی"۔ (مشکوٰۃ: ۱۴۰)

اس حدیث سے حضرات صحابہ کرامؓ کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتوحات کی کثرت کی وجہ سے ان کو مالی کشائش حاصل ہو گئی تھی' لیکن وہ اپنے فقر و فاقہ کی اس حالت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی' یاد کر کے روتے تھے' اسی کو پسند فرماتے تھے' اور مال کی فراوانی ان کے نزدیک پسندیدہ حالت نہیں تھی' افسوس ہے کہ امت میں یہ ذوق صحیح ناپید ہو گیا ہے' فالی اللہ المشتکی

حَدَّثَنَا الْجَارُودُ بْنُ مُعَاذٍ. حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: الْبِنَاءُ كُلُّهُ وَبَالٌ، قُلْتُ: أَرَأَيْتَ مَالاَ بُدَّ مِنْهُ؟ قَالَ: لَا أَجْرَ وَلَا وِزْرَ.

ترجمہ: "ابو حمزہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر تعمیر تجھ پر وبال ہے۔ میں نے عرض کیا اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: نہ اجر' نہ بوجھ"۔

تشریح: یعنی جو تعمیر ایسی ناگزیر ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہیں اس کے بارے میں بھی بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں جو خرچ کیا گیا وہ قیامت کے دن وبال اور بوجھ نہ ہو گا' اور جو عمارت ضرورت سے زائد محض فخر و مباہات کے لئے بنائی جائے وہ تو سراسر وبال ہی وبال ہے' اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں' آج کل ہم لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں وہ اکثر و بیشتر اسی زمرہ میں آتی ہیں۔

حضرات صحابہؓ کے ایثار و مروت کا نقشہ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ
حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ أَبُو الْعَلَاءِ. حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ: جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ: وَتَصُومُ رَمَضَانَ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ: سَأَلْتَ وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ، إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْنَا أَنْ نَصِلَكَ، فَأَعْطَاهُ ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظٍ مِنَ اللهِ مَا دَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

ترجمہ: "حصین" فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا' آپ نے سائل سے دریافت فرمایا کہ تم "لاالہ الا اللہ" کی شہادت دیتے ہو؟ اس نے کہا' جی ہاں! فرمایا: تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا: اور تم رمضان کے روزے بھی رکھتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو نے سوال کیا ہے' اور سائل کا حق ہوتا ہے' بے شک ہمارے ذمہ یہ حق ہے کہ ہم تمہاری خدمت کریں' چنانچہ اس کو ایک کپڑا مرحمت فرمایا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے' جب تک اس کے بدن پر اس کا ایک ٹکڑا بھی رہے گا یہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہے گا"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ(1) النَّاسُ إِلَيْهِ ، وَقِيلَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ ، فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ : أَفْشُوا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے، اور یہ چرچا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، چنانچہ میں بھی لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنے کے لئے حاضر ہوا، جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اور سب سے پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ :

لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو! جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے“۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ . حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُونَ فَقَالُوا يَارَسُولَ اللهِ : مَارَأَيْنَا قَوْمًا أَبْذَلَ مِنْ كَثِيرٍ وَلَا أَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَأَشْرَكُونَا فِي الْمَهْنَإِ حَتَّى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوا بِالْأَجْرِ كُلِّهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا مَادَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (کچھ عرصہ بعد) حضرات مہاجرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس قوم (یعنی حضرات انصار) کے درمیان آکر ہم آباد ہوئے اس سے بڑھ کر زیادہ مال کو (راہ خدا میں) خرچ کرنے والی اور قلیل مال میں ناداروں کی غم خواری کرنے والی ہم نے کوئی قوم نہیں دیکھی' ان حضرات نے محنت و مشقت کی ہماری طرف سے کفایت کر رکھی ہے' اور پیداوار میں ہمیں شریک کر رکھا ہے' یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہو گیا ہے کہ سارے کا سارا اجر و ثواب ہی نہ لیجائیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! جب تک کہ تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو' اور ان (کے اس ایثار و قربانی) کی تعریف کرتے رہو (تب تک تم بھی اجر و ثواب سے محروم نہیں ہو گے)"

تشریح: یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایثار و مروت اور باہمی ہمدردی و غم خواری کا ایک نمونہ ہے' حضرات مہاجرین جب اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرات انصار نے' جو مدینہ طیبہ کے قدیم باشندے تھے' ان کی پذیرائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' خود بھوکے رہے' لیکن مہاجرین کی بھوک پیاس کو گوارا نہیں کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کر دی تھی' حضرات انصار نے پیش کش کر دی کہ ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کو تقسیم کر دی جائیں' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ زمینیں تم اپنے پاس ہی رکھو' پیداوار میں مہاجرین کا حصہ لگا لیا کرو' چنانچہ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی منظور کر لیا' کام کاج اور محنت و مشقت یہ حضرات خود کرتے' اور جب پیداوار آتی تو اس میں مہاجرین کو برابر کا شریک کر لیتے' اس سے حضرات مہاجرین کو اندیشہ ہوا کہ اس ایثار و قربانی کی وجہ سے یہ حضرات کہیں سارا اجر و ثواب نہ لے جائیں اور ہم ثواب سے محروم ہی نہ ہو

جائیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تک تم ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو گے' اور ان کے لئے تمہارے دل میں تشکر و امتنان کے جذبات رہیں گے تو اجر و ثواب سے محروم نہیں ہو گے۔

یہ ہے باہمی اعتماد و محبت اور ایثار و قربانی کا وہ نقشہ جو اسلام' مسلمانوں کے معاشرے میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

فضیلت شکر

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ الْمَدَنِيُّ الْغِفَارِيُّ . حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھا کر شکر کرنے والا بمنزلہ روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے ہے"۔

تشریح: شکر اور صبر ایمان کے دو بازو ہیں' جو معاملہ نفس کو ناگوار ہو محض رضائے الٰہی کے لئے اس کو برداشت کرنا اور جزع و فزع کا اظہار نہ کرنا صبر کہلاتا ہے (اور روزہ اپنی مرغوبات کو محض رضائے الٰہی کے لئے ترک کرنے کا نام ہے' اس لئے روزہ صبر کی اعلیٰ ترین قسم ہے) اور جو حالت طبیعت کے موافق ہو اس کو منجانب اللہ سمجھنا' اس پر خوش ہونا' اس کو اپنی لیاقت سے زیادہ سمجھنا' اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا' اس نعمت کو گناہ میں استعمال نہ

کرنا، بلکہ رضائے الٰہی کے حصول میں استعمال کرنا شکر کہلاتا ہے۔ پس صبر اور شکر میں یہ فرق ہے کہ صبر میں تکلیف اور مصیبت کو معرفت جلال الٰہی کے لئے مرآۃ بنایا جاتا ہے، اور اس میں آدمی میں شکستگی اور عبدیت پیدا ہوتی ہے، اور شکر میں انعامات الٰہیہ کو معرفت جمال الٰہی کے لئے آئینہ بنایا جاتا ہے، جس سے حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ انس و محبت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور بندے کو دل میں حق تعالیٰ شانہ کے احکامات کی تعمیل اور ان پر مرمٹنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ کھا کر شکر کرنے والا بمنزلہ روزہ رکھ کر صبر کرنے والے کے ہے۔

وہ کون ہے جس پر دوزخ حرام ہے؟

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ: عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ کون شخص ہے جو آگ پر حرام ہے، اور آگ اس پر حرام ہے؟ آگ حرام ہے ہر اس شخص پر جو قریب، نرم خو اور آسان ہو"۔

تشریح: اس حدیث میں آدمی کی نرم خوئی اور نرم مزاجی کی تعریف کی گئی ہے، جو حق تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہے، چنانچہ بعض لوگوں کے مزاج میں نرمی اور آسانی ہوتی ہے، ایسے لوگ فطرتاً" دوسروں سے نرمی و آسانی کا معاملہ

کرتے ہیں' اس لحاظ سے لوگ ان کے قریب ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں کے قریب ہوتے ہیں' اس کے برعکس بعض لوگوں کے مزاج میں تندی و درشتی پائی جاتی ہے' وہ دوسروں سے سخت گیری کا معاملہ کرتے ہیں' اس وجہ سے لوگ ان کے قریب نہیں بھٹکتے' اور وہ لوگوں کے دلوں سے دور ہوتے ہیں' آدمی کی پہلی حالت محمود ہے' اور دوسری مذموم' یہ اوصاف اگرچہ خلقی ہیں' مگر ان کا استعمال اختیاری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَيُّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَصَلَّى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ (جو بہت بڑے مرتبہ کے تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تھے تو کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے' لیکن جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے"۔

تشریح: یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اخلاق اور کمال تواضع تھی کہ دولت خانہ میں تشریف رکھتے ہوئے گھر کے معمولی کاموں سے بھی عار نہیں

فرماتے تھے، بلکہ ایک عام آدمی کی طرح گھر کی ضروری خدمت میں مصروف رہتے تھے، شمائل ترمذی (ص ۲۴) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ان خدمات کی تفصیل اس طرح آئی ہے:

"قالت كان بشراً من البشر، يفلي ثوبه، ويحلب شاته، ويخدم نفسه"

ترجمہ: "انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے کی جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ کسی دوسرے کے کپڑے سے نہ چڑھ گئی ہوں) اور بکری کا دودھ دوھ لیتے تھے، اور اپنے ذاتی کام خود کر لیتے تھے"۔

مسند احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ:

"يخيط ثوبه، ويخصف نعله"

ترجمہ: "اپنا کپڑا سی لیتے تھے اور اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے"۔

اور ابن حبان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ:

ويرقع دلوه"

ترجمہ: "اور اپنے ڈول کی مرمت کر لیتے تھے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَيْدٍ التَّغْلِبِيِّ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ

حَتّٰی یَکُونَ الرَّجُلُ الَّذِی یَنْزِعُ، وَلَا یَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتّٰی یَکُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِی یَصْرِفُهُ وَلَمْ یُرَ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْهِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیسٍ لَهُ

قَالَ: هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ.

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے، یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے چہرے سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ پھیر لیتا، اور کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے کسی ہم نشین کے آگے کیے ہوں''۔

غرور و تکبر اور خود بینی کا انجام

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فِی حُلَّةٍ لَهُ یَخْتَالُ فِیهَا، فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیهَا، أَوْ قَالَ یَتَلَجْلَجُ فِیهَا إِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

قَالَ أَبُو عِیسٰی: هٰذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کا ایک شخص اپنے حلّہ میں اِتراتا ہوا نکلا، پس

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور زمین نے اسے پکڑ لیا' چنانچہ وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا"۔

تشریح: حلہ کہتے ہیں ان دو نئی چادروں کو جو پہلی بار پہنی جائیں۔ لباس پہن کر اِترانا متکبرین کا شیوہ ہے' اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں' اس لئے اس شخص کو اس کی خود پسندی' غرور اور تکبر کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا' بندۂ مومن کو حق تعالیٰ کوئی نعمت (مثلاً "اچھا لباس) عطا فرمائیں تو اس کی نظر عطا کرنے والے مالک پر ہوتی ہے۔ خود اپنی ذات پر نہیں۔ اس لئے اس میں اس نعمت کی وجہ سے عجز و انکساری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے' اور وہ اس بے استحقاق احسان و انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے' اس لئے وہ حق تعالیٰ کے مزید لطف و انعام کا مورد بنتا ہے' اور کافر و فاسق کی نظر اپنی ذات پر ہوتی ہے' اس لئے اچھا لباس پہن کر اس میں کبر و نخوت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ حق تعالیٰ شانہ کے قہر و غضب کا مورد بنتا ہے۔ (نعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ)

متکبروں کا انجام

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ، فَيُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "عمرو بن شعیب (بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن

العاص) اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی مثل آدمیوں کی صورتوں میں اٹھائے جائیں گے۔ ان کو ہر جگہ سے ذلت ڈھانک رہی ہوگی' ان کو جہنم کے ایک قید خانے کی طرف' جس کا نام "بولس" ہوگا' ہانک کر لے جایا جائے گا' ان پر ایسی آگ چھائی ہوگی جو "نار الانیار" کہلاتی ہے' انہیں پینے کو دوزخیوں کے زخموں کا دھون اور کچ لہو ملے گا"۔

تشریح: اس حدیث میں متکبرین کی سزا کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی ننھی منی جسامت میں اٹھائے جائیں گے' مگر شکل انسانوں کی ہوگی' یہ ان کے تکبر کی سزا ہوگی کہ انہوں نے اپنے ذہن میں اپنے آپ کو جتنا بڑا سمجھا تھا اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر چھوٹا اور ذلیل کر دکھائیں گے۔

"بولس" جہنم میں ایک قید خانے کا نام ہے جس میں ان متکبروں کو محبوس کیا جائیگا اور جس کی طرف انہیں مویشیوں کی طرح ہانک کر لے جایا جائے گا' "بولس" کا مادہ "بلس" ہے جس کے معنی غم و اندوہ ' عجز و تحیر اور پشیمانی و ناامیدی کے ہیں' امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الا بلاس الحزن المعترض من شدة البأس ..... ولما كان المبلس كثيراً ما يلزم السكوت ينسى ما يعنيه قيل ابلس فلان اذا سكت واذا انقطعت حجته۔

(مفردات القرآن مادة بلس)

ترجمہ : "ابلاس" کے معنی ہیں وہ غم جو شدید گرفت کی وجہ سے لاحق ہو ــــ جس شخص کو یہ حالت پیش آئے چونکہ وہ بسا اوقات سکوت کو لازم پکڑ لیتا ہے اور سٹی بھول جاتا ہے اس لئے "ابلس فلان" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ خاموش اور لاجواب ہو جائے"۔

اس جہنمی قید خانے کا نام "بولس" شاید اسی مناسبت سے رکھا گیا کہ ان پر شدت عذاب کی وجہ سے غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے' وہ ہر طرح عاجز ولاچار ہوں گے' اور ان پر حیرت و پشیمانی کی وجہ سے رحمت الٰہی سے ناامیدی کی کیفیت طاری ہو گی۔ (نعوذ باللہ)

"نار الانیار" کا لفظی ترجمہ ہے "آگوں کی آگ" یعنی وہ آگ جو دنیا جہان کی آگوں کو اس طرح کھا جائے جس طرح آگ لکڑی وغیرہ کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ "بولس" کے قید خانے میں ان متکبرین پر یہ آگ سر سے پاؤں تک مشتعل ہو گی' اور جب وہ پینے کو کچھ مانگیں گے تو دوزخیوں کے زخموں سے رسنے والے کچ لہو' پیپ اور غلیظ مادے سے ان کی تواضع کی جائے گی۔ جس کا نام "طینۃ الخبال" ہو گا' "خبال" اس فساد کو کہتے ہیں جو جنون اور عقل و فکر کے اختلال کا موجب ہو۔ (مفردات راغب) اس غلیظ مادے کا نام (واللہ اعلم) شاید اس لئے رکھا گیا کہ اس کے پیتے ہی ان لوگوں پر اضطراب و بے چینی کی کیفیت طاری ہو جائے گی' ان کی عقل و فکر اور ہوش و حواس میں اختلال و فساد پیدا ہو جائے گا' اور ان سے مجنونانہ حرکتیں صادر ہونے لگیں گی۔

فائدہ : صحیح مسلم (ص ۱۲۷ ج ۲ باب بیان ان کل مسکر حرام) میں یہی سزا نشہ آور چیز پینے والے کے لئے آئی ہے:

"ان علی اللہ عھداً لمن یشرب المسکر ان

يسقيه من طينة الخبال ، قالوا يا رسول الله ما طينة الخبال؟ قال : عرق اهل النار او عصارة اهل النار۔۔

(صحیح مسلم ص ۱۶۸ ج ۲ باب ن کل مسکر حرام)

ترجمہ: "بے شک اللہ کے ذمہ عہد ہے اس شخص کے لئے جو نشہ آور مشروب پیتا ہے کہ اس کو "طینۃ الخبال" میں سے پلائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! "طینۃ الخبال" کیا چیز ہے؟ فرمایا' دوزخیوں کا عرق یا دوزخیوں (کے زخموں) کا نچوڑ"۔

اور سنن ابن ماجہ (ص ۲۴۲) کی ایک روایت میں "ردغۃ الخبال" کے الفاظ اسی مفہوم کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

متکبرین اپنے تکبر کی وجہ سے ایک طرح کے جنون اور فکری اختلال میں مبتلا تھے اسی طرح شراب نوشی کرنے والے بھی مدہوشی و بدحواسی کی بلا میں گرفتار تھے' شاید اسی لئے جہنم میں بھی ان کو جنون آور مشروب پیش کیا جائے گا' جسے "طینۃ الخبال" یا "ردغۃ الخبال" کا نام دیا گیا ہے۔ (اعاذنا اللہ عنہا)

غصہ کو پی جانے کی فضیلت

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ . حَدَّثَنِي أَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى أَنْ

يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے غصہ پی لیا' حالانکہ وہ اپنے غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے' یہاں تک کہ اسے اختیار دیں گے کہ جس حور کا وہ چاہے انتخاب کرلے"۔

تشریح: قدرت کے باوجود غصہ کو پی جانا اور اس کے مقتضی پر عمل نہ کرنا بڑے حلم و بردباری اور بہادری کی بات ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے:

"ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب" (مشكوة ۴۳۳)

ترجمہ: "بہادر وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہو' بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے"۔

غصہ کا منشا کبر ہے' اور حلم اور ضبط نفس کا منشا تواضع ہے۔ اس لئے جو شخص قدرت کے باوجود اپنا غصہ جاری نہ کرے' آمادہ انتقام نہ ہو' بلکہ عفو و درگزر سے کام لے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن سب کے سامنے اس کا یہ اکرام فرمائیں گے۔

تین خوبیاں

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ الْمَدَنِيُّ. حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَأَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ رِفْقٌ بِالضَّعِيفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَإِحْسَانٌ إِلَى الْمَمْلُوكِ قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْمُنْكَدِرِ هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ .

ترجمہ : "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' تین خوبیاں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں' اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس پر اپنا پردہ پھیلا دیں گے (یعنی اپنی رحمت و مغفرت کے پردے سے اس کے عیوب ڈھانک دیں گے) اور اسے جنت میں داخل کر دیں گے (بشرطیکہ وہ مسلمان ہو) اور وہ تین خوبیاں یہ ہیں) کمزوروں سے نرمی کرنا' والدین سے شفقت کرنا' اور اپنے غلام سے حسن سلوک کرنا"۔

تشریح: یہ تین امور اعلیٰ درجہ کے مکارم اخلاق میں سے ہیں' جس مسلمان میں یہ جمع ہو جائیں حق تعالیٰ شانہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں گے' اور اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ میں نے ترجمہ میں "بشرطیکہ وہ مسلمان ہو" کی قید اس لئے لگائی' کہ اسلام و ایمان کے بغیر کوئی خوبی خوبی نہیں۔

عظمت و جلال الٰہی

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَسَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ ، وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَسَلُونِي

أَرْزُقْكُمْ، وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَازَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا سَأَلَ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ مَا أُرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَابِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُهُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ.

قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ مَعْدِ يكَرِبَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو' سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دیدوں' پس تم مجھ سے ہدایت مانگو' میں تم کو ہدایت دوں گا' اور تم سب فقیر ہو' سوائے اس کے جس کو میں غنی کر دوں' پس تم مجھ سے اپنے رزق مانگو' اور تم سب گنہگار ہو' سوائے اس شخص کے جس کو عافیت میں رکھوں' پس تم میں سے جو شخص یہ یقین رکھتا

ہو کہ میں بخشش دینے پر قدرت رکھتا ہوں پس وہ مجھ سے بخشش مانگے تو میں اس کو بخشش دونگا اور میں کوئی پرواہ نہیں کرونگا' اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے' زندے اور مردے' تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ متقی دل والے بندے پر جمع ہو جائیں (یعنی سب اس جیسے بن جائیں) تو یہ چیز میرے ملک میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی اضافہ نہیں کرے گی' اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے' زندے اور مردے' تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سے سب سے بدبخت دل والے بندے پر جمع ہو جائیں۔ (یعنی اس جیسے بن جائیں) تو یہ چیز میری سلطنت میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں کرے گی۔ اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے' زندے اور مردے' تر اور خشک سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں پھر تم میں سے ہر شخص وہ سب کچھ مانگ لے جہاں تک اس کی تمنا پرواز کر سکتی ہے اور میں ہر شخص کو وہ سب کچھ دیدوں جو اس نے مانگا ہو تو اس سے میری سلطنت (کے خزانوں) میں ذرا بھی کمی نہیں ہو گی۔ جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر پر جائے اور اس میں سوئی ڈبو کر نکالے (کہ اس سوئی کو لگنے والے پانی سے بحر محیط میں کیا کمی واقع ہوتی ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جواد (سخی) ہوں' غنی مطلق ہوں' بہت ہی وسعت سے عطا کرنے والا ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں' میری عطا صرف حکم دینا ہے' اور میرا عذاب صرف حکم دینا ہے' (یعنی اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہوں) میرا کام تو بس یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں اور اس سے کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" بس وہ ہو جاتی ہے"۔

تشریح : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم (کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم) میں مزید اضافوں کے ساتھ مروی ہے۔ تتمیم فائدہ کے لئے اسکو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

عن أبی ذرّ عن النبی ﷺ فیما روی عن الله تبارك وتعالی أنه قال: یا عبادی إنی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم مُحرّمًا فلا تظالموا، یا عبادی کلکم ضالّ إلا من هدیته فاستهدونی أهدکم، یا عبادی کلکم جائع إلا من أطعمته فاستطعمونی أطعمکم، یا عبادی کلکم عارٍ إلا من کسوته فاستکسونی أکسکم، یا عبادی إنکم تخطئون باللیل والنهار وأنا أغفر الذنوب جمیعًا فاستغفرونی أغفر لکم، یا عبادی إنکم لن تبلغوا ضرّی فتضرونی ولن تبلغوا نفعی فتنفعونی، یا عبادی لو أنّ أوّلکم وآخرکم وإنسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذلك فی ملکی شیئًا، یا عبادی لو أنّ أوّلکم وآخرکم وإنسکم وجنّکم کانوا علی أفجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذلك من ملکی شیئًا، یا عبادی لو أنّ أوّلکم وآخرکم وإنسکم وجنّکم قاموا فی صعید واحد فسألونی فأعطیت کل إنسان مسألته ما نقص ذلك مما عندی إلا کما ینقص المخیط إذا دخل البحر، یا عبادی إنما هی أعمالکم أحصیها لکم ثم أوفیکم إیاها فمن وجد خیراً فلیحمد الله ومن

وجد غير ذلك فلا يلومنّ إلا نفسه قال سعيد كان أبو إدريس الخولانی إذا حدثنی بهذا الحديث جثا علی ركبته.

(صحیح مسلم ص۳۱۹ ج۲، مشکوۃ ص۲۰۳)

ترجمہ: "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ ان احادیث کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ (حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام قرار دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ (یعنی میں ظلم سے پاک ہوں) کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں نے ہدایت دیدی، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں، پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس شخص کے جس کو میں پہنا دوں، پس تم مجھ سے پہننے کے لئے مانگو، میں تم کو پہناؤں گا، اے میرے بندو! بے شک تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہ بخش سکتا ہوں۔ پس تم مجھ سے بخشش مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم ہرگز میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ۔ اور ہرگز میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچاؤ، اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنّ سب کے سب کسی ایسے شخص کے دل پر جمع ہو جائیں جو سب سے زیادہ متقی ہو (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال دنیا بھر کے اگلے اور پچھلے

انسان اور جنات سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے نیک ہو جائیں تو (تمہاری یہ پارسائی) میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں کرے گی' اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنات سب سے بدبخت (یعنی ابلیس لعین) کے دل پر ہو جائیں (یعنی فرض کرو کہ ساری دنیا اول سے آخر تک ابلیس لعین جیسی بھی بن جائے) تب بھی یہ چیز میری سلطنت میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گی' اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر شخص کو اس کی مانگ کے مطابق دیتا جاؤں تو یہ چیز میرے پاس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں کرے گی' مگر جیسا کہ سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے وہ سمندر میں کیا کمی کر سکتی ہے' اے میرے بندو! (آخرت میں تم کو جو جزا و سزا ملے گی) یہ تو بس تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تم پر محفوظ رکھتا ہوں' پھر وہ تم کو پورے پورے دیدوں گا' پس جو خیر اور اچھائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے (کہ اس پاک ذات نے محض اپنے لطف و عنایت سے اعمال صالحہ کی توفیق ارزانی فرمائی) اور جو شخص اس کے سوا پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے (کہ اس نے اپنے سوء اختیار سے اعمال بد کا راستہ اختیار کیا)

راوی حدیث امام سعید (بن عبدالعزیز التنوخی المتوفی ۱۶۷ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوادریس خولانی المتوفی ۸۰ھ) جب اس حدیث کو بیان فرماتے تھے تو (عظمت و جلال الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے) گھٹنے ٹیک دیتے تھے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ . حَدَّثَنَا أَبِي .
حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيِّ عَنْ سَعْدٍ مَوْلَى طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيثاً لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلاَّ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَأَعْطَاهَا سِتِّينَ دِينَاراً عَلَى أَنْ يَطَأَهَا ، فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنَ امْرَأَتِهِ أُرْعِدَتْ وَبَكَتْ ، فَقَالَ : مَا يُبْكِيكِ أَأَكْرَهْتُكِ؟ قَالَتْ : لاَ وَلَكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلاَّ الْحَاجَةُ ، فَقَالَ : تَفْعَلِينَ أَنْتِ هَذَا وَمَا فَعَلْتِيهِ؟ اذْهَبِي فَهِيَ لَكِ ، وَقَالَ : لاَ وَاللهِ لاَ أَعْصِي اللهَ بَعْدَهَا أَبَداً ، فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ مَكْتُوباً عَلَى بَابِهِ : إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الأَعْمَشِ نَحْوَ هَذَا وَرَفَعُوهُ ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنِ الأَعْمَشِ فَلَمْ يَرْفَعْهُ . وَرَوَى أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الأَعْمَشِ فَأَخْطَأَ فِيهِ ، وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيُّ هُوَ كُوفِيٌّ وَكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرِّيَّةً لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ . وَرَوَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيِّ عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ كِبَارِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حدیث بیان فرماتے ہوئے خود سنا ہے۔ اگر میں نے

صرف ایک یا دو مرتبہ سنی ہوتی یہاں تک کہ سات مرتبہ کو بھی ذکر کیا (تو شاید میں اس کو بیان نہ کرتا) لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ کفل (نامی ایک شخص بنی اسرائیل میں سے تھا' وہ کسی گناہ کے کام سے پرہیز نہیں کرتا تھا' ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی (اور اس کے سامنے اپنی کوئی ضرورت پیش کی) اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا' پس جب اس کی اس جگہ بیٹھا جہاں آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرنے کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ عورت کانپنے اور رونے لگی' اس نے کہا روتی کیوں ہو؟ کیا میں نے تجھے مجبور کیا ہے؟ وہ کہنے لگی' نہیں مجبور تو نہیں کیا' مگر یہ (بدکاری کا کام) ایسا کام ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا' حاجتمندی کی مجبوری نے مجھے اس (بدن فروشی) پر آمادہ کر دیا' کفل نے کہا' تو یہ کام محض مجبوری کی وجہ سے کر رہی ہے' حالانکہ تو نے یہ کام کبھی نہیں کیا؟ جا (میں تجھ سے یہ فعل بد نہیں کرتا) اور یہ دینار بھی تیرے ہیں' اور کہنے لگا نہیں! اللہ کی قسم! میں آئندہ اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کروں گا' پھر (خدا کی شان کہ اس سچی توبہ کے بعد) اسی رات اس کا انتقال ہو گیا۔ تو صبح کو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے کفل کو بخش دیا"۔

(مستدرک حاکم ص ۲۵۴ ـ ۲۲۵۵ ج ۴) کی روایت میں مزید اضافہ ہے کہ لوگوں کو اس کی حالت پر تعجب ہوا (کہ ایسے گناہ گار و بدکار کی بخشش کیسے ہو گئی) یہاں تک اللہ تعالیٰ نے

اس زمانے کے نبی (صلی اللہ علیٰ نبینا و علیہ و سلم) پر وحی بھیجی
کہ اس کا یہ قصہ ہوا تھا کہ وہ سچی توبہ کر کے مرا ہے)"۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کیسا ہی گنہ گار ہو اگر اسے سچی توبہ کی توفیق ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ اسکے لئے کھلا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو اسی خیال سے توبہ سے باز نہیں رہنا چاہئے کہ مجھ سے پھر گناہ ہو جائیگا' اور توبہ ٹوٹ جائیگی نہیں! بلکہ آدمی جب بھی توبہ کرے سچی توبہ کرے اور یہ عزم رکھے کہ دوبارہ کبھی گناہ نہیں کروں گا' کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر اسکا خاتمہ کر دے' جیسا کہ کفل کے ساتھ ہوا۔

مومن اور فاجر کی مثال

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ بِحَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالآخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ فِي أَصْلِ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَ إِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلَى أَنْفِهِ، قَالَ بِهِ هٰكَذَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحٰرِثِ بْنِ سُوَيْدٍ.

حَدَّثَنَا قطار، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ رَجُلٍ بِأَرْضٍ دَوِيَّةٍ(۱) مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ فَأَضَلَّهَا فَخَرَجَ فِي طَلَبِهَا، حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ قَالَ أَرْجِعُ إِلَى مَكَانِي الَّذِي أَضْلَلْتُهَا فِيهِ فَأَمُوتُ فِيهِ، فَرَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَفِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ : "حارث بن سوید" فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان فرمائیں ایک اپنی طرف سے، اور دوسری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو ایسا دیکھتا ہے گویا وہ پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہے، اور اسے اندیشہ ہے کہ وہ اس پر گر پڑے گا۔ اور فاجر اور بدکار آدمی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی تھی اور اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو اڑ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو کسی ہولناک لق ودق صحرا میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس سواری تھی جس پر اس کا توشہ، کھانا، پانی اور دیگر ضروریات لدی ہوئی تھیں، وہ سواری جنگل میں گم ہو گئی۔ وہ اس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا، یہاں تک کہ موت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی، اس نے سوچا کہ جہاں میں نے سواری گم کی تھی اسی جگہ لوٹ جاؤں اور وہیں جا کر مروں، چنانچہ وہ اسی جگہ لوٹ آیا، وہاں آکر (لیٹ گیا اور) ذرا اس کی آنکھ لگ گئی، آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے سر کے پاس موجود ہے۔ اور اس کا کھانا، پانی اور ساری ضروریات بھی موجود ہیں"۔

تشریح : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں گناہ صادر

ہونے کے بعد مومن اور فاجر کی قلبی کیفیت کو ذکر کیا گیا ہے کہ مومن تو اپنے گناہ سے ایسا ڈرتا ہے گویا اس پر پہاڑ گر پڑے گا' اس لئے فوراً" توبہ و استغفار کی طرف متوجہ ہوتا ہے' اور اشک ندامت سے اس گناہ کی سیاہی دھونے کا اہتمام کرتا ہے' برعکس اس کے فاجر اور بدکار آدمی اپنے گناہ کو معمولی چیز سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی تھی جسے ہاتھ کے معمولی اشارے سے اڑا دیا۔ بسا اوقات جب آدمی مشغول ہوتا ہے تو اسے مکھی کے بیٹھنے اور ہاتھ سے اڑانے کا دھیان بھی نہیں ہوتا' اسی طرح فاجر آدمی کو اپنے گناہوں کی طرف التفات نہیں ہوتا' اور نہ ان کے تدارک کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ' شیخ ابن ابی جمرہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مومن کے اپنے گناہوں سے خوف کا سبب یہ ہے کہ مومن کا قلب نورانی ہوتا ہے' جب اپنے نفس سے کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جو اس کی نورانیت قلب کے خلاف ہو تو اسے وہ بہت سنگین بات معلوم ہوتی ہے' اور ہلاکت کے اسباب تو بہت ہو سکتے ہیں مگر ان میں سے پہاڑ گرنے کی تمثیل اس لئے بیان فرمائی کہ دوسرے مہلکات سے بچنے کی تو کوئی صورت نکل سکتی ہے' مگر کوئی پہاڑ گر پڑے تو اس سے نجات عادتاً" ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ ایمان و یقین کی قوت کی وجہ سے مومن پر خوف غالب ہوتا ہے' اس لئے وہ گناہوں کی سزا سے بے خوف نہیں ہوتا' اور یہی مسلمان کی شان ہے کہ وہ ہمیشہ ڈرتا رہے' اپنے نفس کا مراقبہ کرتا رہے' اپنے نیک عمل کو چھوٹا اور معمولی سمجھے' اور چھوٹے سے چھوٹے برے عمل سے بھی ڈرتا رہے۔

اور فاجر کی بے خوفی کا سبب یہ ہے کہ فاجر کا قلب تاریک ہوتا ہے اس لئے گناہوں کا سرزد ہونا اس کے نزدیک معمولی بات ہے' یہی وجہ ہے کہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے جب اس کو وعظ و نصیحت کی جائے تو کہتا ہے کہ یہ تو معمولی بات ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مومن کا اپنے گناہوں سے کم ڈرنا اور گناہوں کو ہلکی پھلکی چیز سمجھنا اس

کے فجور کی دلیل ہے۔

محب طبری فرماتے ہیں کہ مومن کی یہ کیفیت اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کی سزا سے شدید خوف رکھتا ہے' کیونکہ اسے اپنے گناہ کا تو یقین ہے' اور یہ یقین نہیں کہ گناہ معاف کیا جا چکا یا نہیں' اور مغفرت ہوگی' یا نہیں' اور فاجر آدمی اللہ تعالیٰ کی معرفت کم رکھتا ہے' اس لئے اسے خوف بھی کم ہوتا ہے۔ اور معصیت کو بھی معمولی چیز سمجھتا ہے۔

(فتح الباری کتاب الدعوات باب التوبہ)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بیان فرمائی ہے' اس میں بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی کو ایک تمثیل کے انداز میں بیان فرمایا ہے ایک ایسا شخص جو موت کے منہ میں جا چکا تھا' اور زندگی سے یکسر مایوس ہو چکا تھا یکایک اس کی سواری اور کھانے پینے کا سامان مل جانے سے اسے گویا نئی زندگی نصیب ہوگئی' ایسی حالت میں اس کی فرحت و مسرت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ بندہ گناہ کا ارتکاب کر کے شیطان درندے کے چنگل میں پھنس جاتا ہے' جو اس کو ابدی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے' توبہ کرنے کے بعد اسے شیطان کے چنگل سے رہائی مل جاتی ہے' اور وہ رحمت الٰہی کے سائے میں آجاتا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ کو بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی بڑھ کر خوشی ہوتی ہے جو زندگی سے یکسر مایوس ہو جانے کے بعد دوبارہ زندگی سے ہمکنار ہوا۔

صحیح مسلم (ص ۳۵۵ ج ۲) میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہی تمثیل بیان فرمائی گئی ہے' اور اس کے آخر میں ہے کہ جب اس شخص نے اٹھ کر اپنی سواری دیکھی تو شدت مسرت سے کہنے لگا:

"اللهم انت عبدی وانا ربك"

ترجمہ: "اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اخطأ من شدة الفرح"

ترجمہ: "مسرت کی وجہ سے بے چارہ چُوک گیا"۔

غلطی کے بعد توبہ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ. حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ. حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ ابْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطاکار ہے۔ اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں"۔

تشریح: مطلب یہ کہ بھول چُوک اور خطا تو ہر آدمی سے ہو ہی جاتی ہے، انسان خطا کا پتلا ہے، لیکن خطا پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، اس لئے فرمایا کہ سب سے بہتر خطاکار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہوں، راز اس کا یہ ہے کہ توبہ و انابت الی اللہ عبدیت کا اعلیٰ مقام ہے، پس جب بندہ خطا و گناہ کے بعد توبہ و استغفار کرتا ہے اور اسے رجوع الی اللہ کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نہ صرف اس کا گناہ معاف فرما دیتے ہیں، بلکہ اس پر مزید لطف و انعام بھی فرماتے ہیں، اور اس کے درجات قرب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اس طرح توبہ کی برکت سے وہ گناہ بھی قرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتا

ہے۔ مگر اس خیال سے گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے کہ پھر اس کے بعد توبہ کر لیں گے۔ یہ نفس و شیطان کا مکر ہے' اسے کیا معلوم کہ پھر توبہ کی توفیق بھی ہو گی یا نہیں؟

ایمان کا تقاضہ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ الْكَعْبِيِّ الْخُزَاعِيِّ وَاسْمُهُ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرٍو.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے' اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ یا تو بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ یہ دونوں باتیں تقاضائے ایمان ہیں' اور دونوں کے ساتھ الگ الگ یہ الفاظ فرمانا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو" تاکید مزید کے لئے ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات میں زبان کی حفاظت کی تاکید آئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے' دل میں جو خیالات و احساسات ابھرتے ہیں زبان ہی ان کو الفاظ کی شکل میں ڈھالتی ہے' اس لئے زبان کی حفاظت' دل کی حفاظت

کا بڑا ذریعہ ہے' پھر زبان حق تعالیٰ شانہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حیوانات میں انسان ہی کو اس سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے' لغو گوئی میں اس نعمت عظمیٰ کی بے قدری ہے' پھر زبان کی ذرا سی بے احتیاطی بسا اوقات دنیا و آخرت کی ذلت و ندامت کی موجب ہوتی ہے' علاوہ ازیں قریباً" بیس گناہ کبیرہ صرف زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے زبان کی حفاظت بہت سے گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَمَتَ نَجَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پالی"۔

تشریح : یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے' صرف تین الفاظ کے مختصر سے فقرے میں دریائے معانی بند فرما دیا' اور نجات کا نسخہ تجویز فرما دیا ہے' انسان کے گناہوں کا سب سے بڑا ذریعہ زبان ہے' جو کثیر الاستعمال بھی ہے' اور کثیر الخطا بھی۔ اس لئے زبان کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى .

ترجمہ : ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا مسلمان سب سے افضل ہے فرمایا وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں“۔

تشریح : یعنی سب سے افضل اور بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم“۔ (ترمذی ، نسائی)

ترجمہ : مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اور مومن تو وہ ہے کہ لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں اسے امین سمجھتے ہوں۔ اس کی جانب سے مطمئن ہوں۔ اور انہیں اس کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

یہی حدیث امام بیہقیؒ نے ”شعب الایمان“ میں حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے :

”والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله والمهاجر من هجر الخطایا والذنوب“۔

(مشکوۃ ص ۱۵)

ترجمہ : اور مجاہد تو وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس

سے جہاد کرے' اور مہاجر تو وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه"

(صحیح بخاری)۔

ترجمہ: مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔ اور مہاجر تو وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

اور مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے:

"ان رجلاً سال النبی صلی الله علیه وسلم ای المسلمین خیر؟ قال من سلم المسلمون من لسانه ویده" (مشکوۃ ص ۱۲)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ فرمایا' وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔

اور حضرت عمرو بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے:

"قلت ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانه ویده"

ترجمہ: "میں نے پوچھا کہ کونسا اسلام افضل ہے۔ فرمایا وہ

شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں"۔

ان احادیث مبارکہ میں زبان کی حفاظت کی تاکید ہے' اور آدمی کا اپنی زبان اور ہاتھ کو کسی کی ایذاء رسانی سے بچانا اس کو کمال اسلام کی علت قرار دیا ہے' ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذا پہنچاتا ہو اور ان کے حقوق پامال کرتا ہو اس کو اچھا مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

چونکہ زبان کا میدان ہاتھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے زبان کو پہلے ذکر فرمایا' کیونکہ ہاتھ سے تو صرف اسی شخص کو تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے جو سامنے موجود ہو' لیکن زبان سے ماضی' حال اور مستقبل حاضر و غائب سب لوگوں کو ایذاء پہنچائی جا سکتی ہے' نیز زبان ہلانے میں کوئی مشقت نہیں اس لئے زبان کے گناہ بہت ہی عام ہیں' اور ان میں سے بیشتر کا تعلق حقوق العباد سے ہے' اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے' کسی کی زبان سے لوگوں کے محفوظ رہنے کی بس ایک ہی صورت ہے کہ زبان سے جو بات بھی کہے سوچ سمجھ کر کہے' اور آخرت کے عذاب و وبال کو پیش نظر رکھے' حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

> "ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلب ہوتا ہے' پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو وہ فضول ہے' اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے' اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے"۔ (انفاس عیسیٰ ص ۱۸۳)

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ

جَبَلٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ، قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ ، وَرُوِيَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَاتَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ رَوَى عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ عَنْ مُعَاذٍ غَيْرَ حَدِيثٍ .

ترجمہ : "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی وہ مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہو گا' امام احمدؒ فرماتے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں وہ گناہ مراد ہے جس سے اس شخص نے توبہ کر لی ہو"۔

تشریح : زبان سے جو بے شمار گناہ سرزد ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ کسی مسلمان کو اس کے گناہ پر عار دلانا ہے' اس حدیث میں اس گناہ کا وبال ذکر فرمایا ہے کہ ایسا شخص مرنے سے پہلے اس گناہ میں خود مبتلا ہو کر مرے گا۔ (نعوذ باللہ)

یہاں یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ کسی گنہ گار کو گناہ چھوڑنے کی نصیحت اور تلقین کرنا دوسری بات ہے' اور کسی مبتلائے گناہ کو اس کے گناہ پر عار دلانا دوسری چیز ہے۔ پہلی چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک شعبہ ہے جو بعض صورتوں میں واجب اور بعض میں مندوب ہے' اور دوسری چیز کبر کا شعبہ ہے' جو حرام ہے' ان دونوں کے درمیان امتیاز کرنا محقق کا کام ہے۔

کسی گنہ گار کو نصیحت کرنے میں جذبہ خیر خواہی کار فرما ہوتا ہے' اور

نصیحت کرنے والا خیر خواہی و دل سوزی سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا بھائی اس گناہ کے وبال سے بچ جائے' نصیحت کرتے ہوئے نہ تو اس کے دل میں اس گنہ گار کی حقارت ہوتی ہے' اور نہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ میں اس سے افضل ہوں۔

اس کے برعکس عار دلانے والے کا مقصود گناہ گار کو اس کے گناہ سے بچانا نہیں ہوتا' بلکہ اسے شرمندہ کرنا اور اس کی تحقیر و تذلیل مقصود ہوتی ہے' اور عار دلانے والا گویا اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس لئے یہ فعل' جس کا منشا کبر ہے' مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل کے ساتھ ساتھ اپنی برتری کے اظہار کو متضمن ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک گناہ سے تائب ہو چکا ہے لیکن عار دلانے والا اس کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لئے اس کے پرانے گناہ کا حوالہ دیتا ہے۔ جیسا کہ عورتیں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے ایک دوسرے کے عیوب اور غلطیوں کا بھی تذکرہ کیا کرتی ہیں جن کی صفائی ہو چکی ہے' عار دلانے کی یہ صورت سب سے بدتر ہے حق تعالیٰ اس گناہ سے محفوظ رکھیں۔

شماتت کی سزا

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ . حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح قَالَ : وَأَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ . حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ الْقَاسِمِ الْحَذَّاءُ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ . قَالَ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَمَكْحُولٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ ، وَيُقَالُ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ مِنْ هٰؤُلاَءِ الثَّلاَثَةِ وَمَكْحُولٌ شَامِيٌّ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ وَكَانَ عَبْدًا فَأُعْتِقَ وَمَكْحُولٌ الْأَزْدِيُّ بَصْرِيٌّ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَرْوِي عَنْهُ عِمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ .

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ : كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ مَكْحُولاً يُسْئَلُ فَيَقُولُ نَدَانَمْ(۱) .

ترجمہ: "حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی نہ کرو ورنہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادیں، اور تجھ کو مبتلا کر دیں"۔

تشریح: کسی کی مصیبت پر خوش ہونے کو "شماتت" کہتے ہیں، عام طور سے آدمی میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ جس شخص سے بغض وعداوت یا کدورت ہو اس پر اگر کوئی افتاد پڑے یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو آدمی ایک گونہ خوشی محسوس کرتا ہے، اور بعض لوگ تو اس خوشی کا برملا اظہار بھی شروع کر دیتے ہیں، بلکہ بعض ایسے لوگ جو دین داری کے پندار اور عُجب میں مبتلا ہوں دشمن کی مصیبت کو اپنی کرامت کے طور پر پیش کرتے ہیں، اس حدیث پاک میں اس مرض کی اصلاح فرمائی گئی ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اسے اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اللہ اس مبتلائے مصیبت کو تو عافیت عطا فرمادیں، اور اس شخص کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیں۔

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا غم خوار ہو، ہمدرد ہو، اس کو خدانخواستہ کسی تکلیف یا مصیبت میں دیکھے تو پریشان ہو جائے، اور اس کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش کرے، اور کچھ نہیں کر سکتا تو

اخلاص و دل سوزی کے ساتھ دعا سے تو دریغ نہ کرے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

" المؤمنون كرجل واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى رأسه اشتكى كله"

(رواه مسلم عن نعمان بن بشير: مشكوة ص ٤٢٢)

ترجمہ: "اہل ایمان کی مثال ایک آدمی کے وجود کی ہے کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورے وجود میں تکلیف ہوتی ہے' اور اگر سر میں تکلیف ہو تو پورے وجود میں تکلیف ہوتی ہے"۔

دوسری حدیث میں ہے:

" ترى المؤمنين فى تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضوا تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى متفق عليه " (مشكوة ٤٢٢)

ترجمہ: "تم اہل ایمان کو دیکھتے ہو کہ وہ باہمی رحمت اور محبت و شفقت میں جسد واحد کی طرح ہیں کہ جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی اعضا بھی بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں"۔

اس کے برعکس کسی مسلمان کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر خوش ہونا یہ کسی مسلمان کی شان نہیں، بلکہ یہ منافقین کا شیوہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خوشی سے رنجیدہ ہوتے اور حسد کی وجہ سے جل بھن جاتے، اور مسلمانوں کی تکلیف سے خوش ہوتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا" (آل عمران : ۱۲۰)

ترجمہ: "اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان (منافقوں) کے لئے موجب رنج ہوتی ہے، اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔

کسی کی نقل اتارنا

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَأَبُو حُذَيْفَةَ هُوَ كُوفِيٌّ مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَيُقَالُ اسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ صُهَيْبَةَ .

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی کی نقل اتاروں، خواہ مجھے اتنا اتنا خزانہ بھی مل جائے"۔

تشریح : کسی کی نقل اتارنا عموماً" اس کی تحقیر یا اس کے کسی عیب کے اظہار کے لئے ہوتا ہے' اور کسی مسلمان کی تحقیر اور اس کی عیب جوئی کا برا ہونا واضح ہے' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی نقل اتارنے سے نفرت تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : حَكَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَقَالَ : مَا يَسُرُّنِي أَنِّي حَكَيْتُ رَجُلًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا ، قَالَتْ : فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ امْرَأَةٌ وَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا كَأَنَّهَا تَعْنِي قَصِيرَةً ، فَقَالَ : لَقَدْ مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْ مَزَجْتِ بِهَا مَاءَ الْبَحْرِ لَمُزِجَ .

ترجمہ : "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی آدمی کی نقل اتاری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ میں کسی کی نقل اتاروں خواہ مجھے اتنا اتنا خزانہ بھی مل جائے"۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ! صفیہؓ تو اتنی سی عورت ہے' ہاتھ کے اشارے سے ان کا پستہ قد ہونا ظاہر کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ایسی بات ملا دی کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو وہ بھی متغیر ہو جائے"۔

تشریح: بسا اوقات آدمی بے خیالی میں کسی کی نقل اتارتا ہے اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی ناجائز یا نامناسب کام کر رہا ہے، اس حدیث میں اس کی اصلاح فرمائی گئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پستہ قد ہونا ظاہر کیا، ان کے خیال میں یہ کوئی نامناسب فعل نہیں تھا، کیونکہ بظاہر ایک واقعہ کا اظہار تھا، لیکن چونکہ اس سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تحقیر لازم آتی تھی اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قباحت و شناعت بیان فرمائی۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ مُخَالِطًا النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ.

قَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ: كَانَ شُعْبَةُ يَرَى أَنَّهُ ابْنُ عُمَرَ

ترجمہ: "یحییٰ بن وثاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان لوگوں سے ملتا ہو اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو وہ بہتر ہے اس مسلمان سے جو لوگوں سے نہ ملتا ہو اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو، ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ شعبہؒ کی رائے یہ تھی کہ یحییٰ بن وثابؒ نے جس بزرگ صحابیؓ سے روایت کی ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر ہیں"۔ رضی اللہ عنہ"۔

تشریح: سنن ابن ماجہ میں روایت مندرجہ ذیل الفاظ میں مروی ہے:

"یحیی بن وثاب عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم اعظم اجرا من المؤمن الذی لایخالط الناس ولا یصبر علی اذاهم"

(ابن ماجه ص ۲۹۲)

ترجمہ: "یحیٰ بن وثاب" ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مومن لوگوں سے ملتا ہو اور ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو وہ اجر و ثواب میں بڑھ کر ہے اس مومن سے جو لوگوں سے نہ ملتا ہو اور نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہو"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص امربالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہو، اور اس ضمن میں پیش آنے والی تکالیف کو صبر اور حوصلہ سے برداشت کر سکتا ہو اس کے لئے گوشہ نشینی کے بجائے لوگوں سے مل جل کر رہنا بہتر ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ. حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ ابْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الأَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَسُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ

فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ؛ وَمَعْنَى قَوْلِهِ وَسُوءِ ذَاتِ الْبَيْنِ إِنَّمَا يَعْنِي الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ ، وَقَوْلُهُ الْحَالِقَةُ يَقُولُ : إِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّينَ

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپس میں جھگڑے اور فساد سے احتراز کرو' کیونکہ یہ چیز مونڈنے والی ہے"۔

تشریح: آپس کے جھگڑے اور فساد سے مراد جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے آپس کا بغض اور عناد اور باہمی کدورت و عداوت ہے' جب دو مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت کا زہر پھیل جاتا ہے تو اس سے بیسیوں گناہ جنم لیتے ہیں' ایک دوسرے کی غیبت کی جاتی ہے' آپس کے عیب تلاش کئے جاتے ہیں' ایک دوسرے پر تہمت تراشی اور بہتان بازی تک سے پرہیز نہیں کیا جاتا' ان میں سے ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے' اس سے حسد اور شماتت پیدا ہوتی ہے' الغرض آپس کا معاملہ بگڑنے کی دیر ہے کہ ایک دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلنے کو حلال سمجھ لیا جاتا ہے' اور بعض اوقات نوبت مارپٹائی اور قتل و خونریزی تک پہنچ جاتی ہے' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا فساد دین کو مونڈنے اور صاف کرنے والا ہے' کیونکہ باہمی بغض و عداوت کی حالت میں دین کے حدود کو ملحوظ نہیں رکھا جا سکتا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے دین داری غارت ہو کر رہ جاتی ہے۔

آپس کے اختلافات کی نحوست

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ، قَالُوا بَلَى، قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ؛ وَيُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ.

ترجمہ: "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو درجہ میں روزہ' نماز اور صدقہ سے بھی افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا' ضرور ارشاد فرمایئے' فرمایا' وہ آپس کے معاملات کی درستگی ہے' کیونکہ آپس کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے' (اور ایک روایت میں یہ مزید اضافہ ہے کہ "میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی ہے' بلکہ وہ دین کو مونڈنے والی اور اس کا صفایا کرنے والی ہے)"۔

تشریح: "آپس کے معاملات کی درستگی" سے مراد یہ ہے کہ آپس کے ان تمام امور و معاملات کو درست رکھا جائے جن سے آپس کی ناچاقی راہ پاتی ہے' تاکہ کسی کو کسی سے شکایت نہ ہو' اور اسلامی معاشرہ میں الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی فضا قائم رہے۔

"آپس کی درستگی" کو روزہ' نماز اور صدقہ سے افضل قرار دینے کی (واللہ

اعلم) دو وجہیں ہو سکتی ہیں" ایک یہ کہ نماز روزہ اور صدقہ انفرادی اعمال ہیں، جن کا اجر و ثواب کرنے والے کی ذات تک محدود ہے، بخلاف اس کے "صلاح ذات البین" (آپس کے معاملات کی درستگی) کا عمل پورے معاشرے سے تعلق رکھتا ہے؛ اگر تمام مسلمان اس عمل کا اہتمام کریں تو ان کے درمیان اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا ہو گی، اور ان کا شیرازہ مجتمع رہے گا، اور اگر وہ آپس کے معاملات کی درستگی کا اہتمام نہیں کریں گے تو ان کے درمیان باہمی بغض و عناد کی فضا پیدا ہو گی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہو گی، ایک دوسرے کے خلاف انتقامی جذبات پروان چڑھیں گے، اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل محبوب مشغلہ بن جائے گا، جس کے نتیجہ میں امت کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا، "پس آپس کی درستگی" کا عمل صرف ایک فرد کی ذات تک محدود نہیں بلکہ پورا معاشرہ اور معاشرے کا ایک ایک فرد اس سے متاثر ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ نیکی، نماز روزہ سے بدرجہا بڑھ کر ہو گی، جس کی برکت سے امت کا شیرازہ مجتمع رہے اور امت "واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا" کا منظر پیش کرنے لگے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات بھی نفس کو شاق گزرتے ہیں، اور ان کے کرنے میں بھی نفس کے ساتھ مجاہدہ کی نوبت آتی ہے، لیکن مجاہدہ کا اصل میدان عالم تعلقات ہے۔ جہاں قدم قدم پر ناگواریوں کا سامنا ہوتا ہے، اور قدم قدم پر نفس کی "انا" مجروح ہوتی ہے، یہی وہ میدان ہے جہاں انسانی اخلاق کے جوہر کھلتے ہیں، یہی وہ امتحان گاہ ہے جس میں آدمی کے صبر و شکر، حلم و وقار، صبر و تحمل، خشیت و تواضع، یقین و توکل وغیرہ کی جانچ ہوتی ہے، یہی وہ جنگل ہے جہاں کبر و نخوت، عجب و خود بینی، حسد و کینہ وغیرہ کے درندے منہ کھولے کھڑے ہیں، ہر موقع پر تمام اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا اور ان میں حدود شرعیہ کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھنا ایک ایسا مجاہدہ ہے جو انفرادی اعمال (نماز روزہ وغیرہ) میں نہیں۔ خدا شاہد ہے کہ

ساری رات نفلیں پڑھنا اور ہمیشہ روزے رکھنا آسان' لیکن مجاہدہ کی اس بھٹی سے جسے باہمی تعلقات کا میدان کہتے ہیں' کندن بن کر نکلنا مشکل اور نہایت مشکل' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اسے نماز روزہ سے افضل درجہ کی چیز فرمایا تو بالکل بجا ارشاد فرمایا۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَرْبِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ مَوْلَى الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثْبِتُ ذَاكُمْ لَكُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي رِوَايَتِهِ. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. فَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ.

ترجمہ: "حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' تم سے پہلی امتوں کی بیماری آہستہ آہستہ تم میں سرایت کر گئی' یعنی حسد اور کینہ اور یہ چیز مونڈنے والی (اور صفایا کرنے والی) ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے' نہیں دین کو مونڈ دیتی (اور اس کا صفایا کر دیتی) ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہ ہو گے' یہاں

تک کہ ایمان لاؤ، اور (کامل طور پر) مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس (باہمی الفت و محبت) کو تمہارے لئے ثابت کرے؟ آپس میں (کثرت سے) سلام پھیلایا کرو"۔

تشریح: اس حدیث پاک میں متعدد مضامین ارشاد ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہی مضمون ہے جو اس سے قبل کی دو احادیث میں آچکا ہے، یعنی آپس کے بغض و کینہ کا دین کے لئے تباہ کن ہونا۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ حسد اور بغض امت سابقہ کی بیماری ہے جس کے جراثیم آہستہ آہستہ اس امت میں بھی سرایت کرتے چلے گئے، جن خوش قسمت حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی، ان کے درمیان الفت و محبت کی وہ فضا پیدا ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

" فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا" (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: "پس ہو گئے تم اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے بھائی بھائی"۔

ان میں حسد و رقابت، بغض و عناد اور کینہ و عداوت کا کوئی جرثومہ نہیں تھا، بلکہ وہ سب کے سب اہل جنت کی طرح "یک قلب" تھے، لیکن دنیا کی زہریلی فضا کے سبب آہستہ آہستہ امت میں حسد و کینہ کے جراثیم پیدا ہونے شروع ہوئے، اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسد و کینہ کی دیمک نے جسدِ ملت کو چاٹ لیا، اور امت تسبیح شکستہ کے موتیوں کی طرح منتشر ہو کر رہ گئی، یہی وہ حقیقت ہے جس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی میں متنبہ فرمایا۔ اس چھوٹے سے فقرے میں نہ صرف امت کے عروج و زوال کی پوری داستان سمو دی ہے، بلکہ مرض کی تشخیص کے ساتھ اس کے علاج کی

طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔

تیسرا مضمون وہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے، یعنی جنت میں داخل ہونا موقوف ہے، ایمان پر اور ایمان کامل موقوف ہے باہمی الفت و محبت پر، اور باہمی الفت و محبت کا ذریعہ آپس میں کثرت سے سلام کا پھیلانا ہے۔

ظلم اور قطع رحمی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ. أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِیلُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ عَنْ عُیَیْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ یُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا یَدَّخِرُ لَهُ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیعَةِ الرَّحِمِ قَالَ: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا فوری طور پر دنیا میں بھی دیدیں، علاوہ اس سزا کے جو اس پر آخرت میں ہو گی"۔

تشریح: یعنی گناہوں کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی، لیکن کبھی دنیا میں بھی مل جاتی ہے، اور تمام گناہوں میں یہ دو گناہ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ دنیا میں بھی ان کی سزا ملے۔ ایک کسی پر ظلم و زیادتی کرنا، دوسرے قطع

رحمی کرنا۔ کیونکہ ان دونوں گناہوں سے خلق خدا کو ایذا پہنچتی ہے اور ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں، اور موذی کو دنیا میں بھی راحت و سکون نصیب نہیں ہوتا۔ پھر ظلم و تعدی اور قطع رحمی کے بھی مختلف درجات ہیں، اور ہر درجہ کے شخص کو اس کے مناسب سزا ملتی ہے، چنانچہ قطع رحمی کی سب سے بدترین صورت والدین کے ساتھ بدسلوکی ہے، اور ایسا شخص دنیا میں مال و اولاد کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔

صابر و شاکر کون ہے اور کون نہیں؟

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْمُثَنَّى ابْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا ، وَمَنْ لَمْ تَكُونَا فِيهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا ، مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدَى بِهِ ، وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ فَحَمِدَ اللهَ عَلَى مَا فَضَّلَهُ بِهِ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا ، وَمَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ ، وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَأَسِفَ عَلَى مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا .

أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ الرَّجُلُ الصَّالِحُ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِسْحَقَ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ . قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَلَمْ يَذْكُرْ سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو صابر و شاکر لکھ دیں گے' اور جس شخص میں وہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں اللہ تعالیٰ اسے نہ شاکر لکھیں گے' نہ صابر۔

جو شخص کہ اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے ' پس اس کی اقتدا کرے' اور اپنی دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے' پس اللہ تعالیٰ نے اسے جو فضیلت نیچے والے پر دی' اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے' اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتے ہیں' اور جو شخص اپنے دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور اپنے دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور جو نعمت اس سے فوت ہو گئی ہے اس پر افسوس کرے اللہ تعالیٰ نہ اس کو شاکر لکھتے ہیں اور نہ صابر"۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : انظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنكُمْ ، وَلاَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لاَ تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ . هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' (دنیا کے معاملہ میں) اپنے سے نیچے والے کو دیکھو' اپنے اوپر والے کو نہ دیکھو' کیونکہ یہ

اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تم پر جو انعامات ہیں تم ان کی تحقیر نہ کرو"۔

تشریح: ان دونوں احادیث میں علم و معرفت کے ایک "باب عظیم" کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے' وہ یہ کہ دین کے معاملہ میں تو اپنے سے فائق لوگوں کو دیکھو تاکہ تمہارے دل میں ان کی ریس کا داعیہ پیدا ہو' اور تمہارا رخ دین میں سبقت اور نیکیوں میں ترقی کی طرف ہو' اس کے برعکس دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے کے لوگوں کی طرف دیکھو' تمہیں دنیا میں خواہ کیسی ہی تنگی' مصیبت اور مشکلات کا سامنا ہو' مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو تم سے بڑھ کر تنگی میں مبتلا' اور مصائب و آفات کا شکار ہوں گے' جب تم ان کی طرف دیکھو گے تو بے ساختہ اپنی حالت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ گے کہ مالک نے بغیر کسی استحقاق کے محض اپنے فضل و احسان سے مجھے ایسی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جن سے اس کی بہت سی مخلوق محروم ہے' اس صورت میں تمہیں صبر و شکر کا مقام حاصل ہو گا' اور تمہارا نام صابر و شاکر حضرات کی فہرست میں درج کر دیا جائیگا۔

اس کے برعکس اگر دین کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو گے تو اس سے دو قباحتیں جنم لیں گی' ایک تو یہ کہ تم اپنی دینی حالت پر قناعت کر کے بیٹھ جاؤ گے۔ تمہارے دل میں ترقی اور بلندی کا ولولہ ہی پیدا نہ ہو گا' جس سے تمہاری دینی ترقی رک جائے گی' اور کسی کی ترقی کا رک جانا بجائے خود تنزل ہے' ایک دوکاندار کا سرمایہ اگر دس ہزار ہو' اور دس سال گزرنے پر بھی دس کا دس ہی رہے تو گویا اس نے اپنی زندگی کے دس سال ضائع کر دیئے' باوجودیکہ دس سال میں اسے خسارا نہیں ہوا' لیکن دس سال کے عرصہ میں اس کے سرمائے میں ترقی نہ ہونا بھی تو خسارا ہے' اور اس سے دوسری قباحت یہ جنم لے گی کہ جب اپنے نیچے والوں کو دیکھو گے تو اپنے اعمال پر تم کو غرہ ہو گا' اور آدمی کا اپنے نیک اعمال پر نظر کرنا اور ان سے مغرور ہونا بجائے خود

مہلک چیز ہے۔

اور اگر دنیا کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو گے تو اس سے بھی دو قباحتیں جنم لیں گی' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرما رکھی ہیں وہ تمہاری نظر میں نہیں جچیں گی' بلکہ اوپر والوں کو دیکھ کر تم ان نعمتوں کی تحقیر اور ناشکری کرو گے' تمہیں ان انعامات الٰہیہ پر کبھی شکر کی توفیق نہیں ہو گی' اور تمہارا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں ناشکروں کی فہرست میں لکھ دیا جائیگا' دوسری قباحت یہ کہ تمہیں کبھی راحت و اطمینان کی کیفیت نصیب نہیں ہو گی' بلکہ دوسروں کی اچھی حالت دیکھ کر ہمیشہ تمہاری رال ٹپکتی رہے گی' اگر تم زبان سے اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ بھی کرو تب بھی دل میں تو شکایت کا مضمون ضرور پیدا ہو گا کہ ہائے فلاں چیز اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تو دی ہے' مگر مجھے نہیں دی' یہ بے صبری اور قلبی پریشانی کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے تمہارا نام کبھی صابرین کی فہرست میں نہیں لکھا جا سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت پر ماں سے زیادہ شفیق ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی تدبیر بتا دی جس کے ذریعہ انہیں دنیا میں راحت و سکون بھی حاصل ہو' آخرت کے درجات عالیہ بھی میسر آئیں' اور ان کا نام صابرین و شاکرین میں بھی لکھا جائے' اس شفقت و عنایت کا کیا ٹھکانا ہے۔

فجزی اللہ عنا سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو اھلہ

غیبت و حضور

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ . قَالَ ح : وَحَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ . حَدَّثَنَا سَيَّارٌ . حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ

أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالَ: مَالَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ، نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ نَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَوَاللّٰهِ إِنَّا لَكَذٰلِكَ، انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَالَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّذِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ، وَفِي طُرُقِكُمْ، وَعَلَى فُرُشِكُمْ، وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ وَسَاعَةٌ وَسَاعَةٌ (۱).

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو عثمان حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے' روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ حنظلہ! کیا بات ہے۔ (کیوں روتے ہو؟) انہوں نے کہا' حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا خیر کرے' تم منافق کیسے ہو گئے؟ کہنے لگے) ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے دوزخ و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب وہاں سے واپس آکر بیوی بچوں میں اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو (وہ کیفیت باقی نہیں رہتی، بلکہ) ہم بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں (اور ایک گونہ غفلت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا یہ صورت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے، چلئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلتے ہیں، (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی حالت پیش کرتے ہیں) چنانچہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (روتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا: حنظلہ! کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہو گیا، ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ہمارے سامنے دوزخ و جنت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم ان چیزوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، پھر جب اپنے گھروں میں لوٹتے ہیں، بیوی بچوں میں اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو (وہ کیفیت نہیں رہتی، جو آپ کی مجلس میں ہوتی ہے بلکہ) ہم بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم اسی حالت پر رہا کرو، جس حالت میں تم میرے پاس سے اٹھتے ہو تو فرشتے تمہاری مجلسوں میں، تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ

کیا کریں۔ لیکن اے حنظلہ (اس حالت و کیفیت کا ہمیشہ رہنا ممکن نہیں بلکہ) کسی وقت وہ حالت ہوتی ہے، اور کسی وقت دوسری حالت"۔

تشریح: آدمی کی قلبی کیفیات ہمیشہ یکساں نہیں رہتیں، کبھی "حضور" ہوتا ہے، اور کبھی غیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیمیاء اثر میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر ہوتے تھے تو صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیضان کی وجہ سے "حضور مع اللہ" کی ایسی کیفیت ہوتی تھی گویا جنت و دوزخ آنکھوں کے سامنے ہیں، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کا استحضار، جنت کا شوق اور دوزخ سے خوف علی وجہ الکمال ہوتا تھا، وہاں سے اٹھ کر جب اپنے گھربار اور کاروبار میں مشغول ہوتے تو یہ کیفیت مستور ہو جاتی، اور ایک گونہ غفلت اور غیبت کی کیفیت رونما ہو جاتی، جو ایک فطری اور طبعی امر ہے، لیکن غایت ورع و تقویٰ کی بنا پر صحابہؓ کو اندیشہ ہوا کہ "غیبت" کی یہ حالت کہیں مذموم نہ ہو، اس لئے اس کو نفاق سے تعبیر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جواب باصواب میں ان کو دو امور کی طرف متوجہ فرمایا، ایک یہ کہ "حضور مع اللہ" کی وہ کیفیت جو انہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں میسر آتی ہے اگر ہمیشہ رہا کرے تو ان کا بشریت سے ملکیت کی طرف ایسا انجذاب ہو جائے کہ فرشتے ان سے "عیاناً" و "دواماً" مصافحہ کیا کریں۔

دوم یہ کہ "دوام حضور" کی یہ کیفیت اگرچہ بہت ہی اونچی کیفیت ہے، لیکن انسان کے ساتھ بشری عوارض بھی لگے ہوئے ہیں، اور اس کے لئے بشری حقوق کا ادا کرنا بھی ناگزیر ہے "دوام حضور" کی کیفیت کے ساتھ ان حقوق کا ادا کرنا مشکل ہے، اس لئے ایک گونہ غفلت و غیبت کا ہونا بھی حق تعالیٰ شانہ کی رحمت ہے، پس کبھی "حضور" کی کیفیت ہونی چاہئے تاکہ اپنے خالق و مالک کے حقوق ادا کئے جائیں۔ اور کبھی "غیبت" کی کیفیت ہونی چاہئے کہ اپنے اور

دوسرے بندوں کے بشری حقوق ادا کئے جا سکیں۔ اس لئے "غیبت" کی یہ کیفیت، کمال کے منافی نہیں، بلکہ عین کمال اور عین رحمت ہے۔

مومن کامل کی شناخت

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

تشریح: حدیث میں مومن سے مراد مومن کامل ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مومن کامل وہی ہے جو اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ مثلاً" کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ اس کی عزت و حرمت پامال کریں، اس کی غیبت کریں، اس کے خلاف کوئی سازش کریں، اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو کوئی نقصان پہنچائیں، تو جس طرح اپنے حق میں ان چیزوں کو پسند نہیں کرتا ٹھیک اسی طرح دوسروں کے حق میں بھی ان چیزوں کو پسند نہ کرے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو نقصان نہ پہنچائے، کسی کی عزت و حرمت پامال نہ کرے، الغرض کمال ایمان کا معیار یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے لئے بھی وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ. أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيعَةَ. عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ. حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ. حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَاغُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

اے لڑکے! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر، اور یقین رکھ کہ ساری جماعت اگر تجھے کوئی نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے "جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری جماعت تجھے کوئی نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں

پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے"۔

تشریح: شیخ ملا علی القاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اللہ سے مانگ" یعنی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ' اس لئے کہ عطیات کے خزانے اسی کے پاس ہیں' اور عطا و بخشش کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں' ہر نعمت یا نقمت' خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی' جو بندے کو پہنچتی ہے یا اس سے دفع ہوتی ہے وہ بغیر کسی شائبہ غرض یا ضمیمہ علت کے صرف اسی کی رحمت سے ملتی ہے' کیونکہ وہ جواد مطلق ہے' اور وہ ایسا غنی ہے کہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے امید صرف اسی کی رحمت سے ہونی چاہئے' اور تمام امور میں اعتماد اسی کی ذات پر ہونا چاہئے اس کے سوا کسی سے نہ مانگے' کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا نہ دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر' نہ مصیبت ٹالنے پر' نہ نفع پہنچانے پر' کیونکہ اس کے ماسوا خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے' نہ وہ موت و حیات اور جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں"۔

اور آگے "ساری جماعت" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بے شک ساری امت" یعنی تمام مخلوق' خاص و عام انبیا و اولیا اور ساری امت بالفرض اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دنیا و آخرت کے کسی معاملے پر تجھے کسی چیز کا نفع پہنچائیں تو تجھے نفع پہنچانے پر قادر نہیں"۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۵ ص ۹۱)

اور حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ "الفتح الربانی" کی مجلس ۶۱ میں فرماتے ہیں:

" ان الخلق عجز عدم ، لاھلك بايديهم ولا ملك ، لاغنى بايديهم ولافقر ،

ولاضر بايديهم ولا نفع ، و لا ملك عندهم الا الله عزوجل لا قادر غيره... . ولا معطى ولا مانع ولا ضار. ولا نافع غيره ولا محى ولا مميت غيره.

(الفتح الربانی مجلس ٦١)

ترجمہ: "بے شک مخلوق عاجز اور عدم محض ہے' نہ ہلاکت ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ ملک' نہ مالداری ان کے قبضہ میں ہے' نہ فقر' نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ نفع' نہ اللہ کے سوا ان کے پاس ملک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی قادر ہے' نہ اس کے سوا کوئی دینے والا ہے' نہ روکنے والا' نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے' نہ نفع دے سکتا ہے' نہ اس کے سوا کوئی زندگی دینے والا ہے' نہ موت"۔

اسباب اور توکل

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ . حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ أَبِي قُرَّةَ السَّدُوسِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ رَجُلٌ: يا رَسُولَ اللهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ، أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ ؟ قَالَ : اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ ، قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيّ ، قَالَ يَحْيَى : وَهٰذَا عِنْدِي حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا

مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ، وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اونٹوں کو باندھ کر توکل کروں، یا ان کو کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو باندھ دے، اور توکل کر"۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو امام ترمذیؒ نے درج کی ہے اس کی سند پر تو محدثین کو کلام ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے، مگر یہ مضمون صحیح ہے، چنانچہ اس باب میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح ابن حبان میں سند صحیح سے مروی ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر: ص ۸ ج ۲)

اس حدیث پاک میں یہ تعلیم ہے کہ مال وجان کی حفاظت کے اسباب عادیہ کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ عین توکل ہے، کوئی شخص رات کو گھر کے دروازے کھلے چھوڑ دے یا چوپاؤں اور مویشیوں کو کھلا چھوڑ کر یوں سمجھے کہ میں نے توکل کیا ہے تو یہ توکل نہیں بلکہ بے عقلی ہے، ہاں! اپنی قدرت و ہمت کے مطابق جائز اسباب کو اختیار کرنے کے بعد ان پر اعتماد نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، یہ توکل ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں، بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے"۔

(انفاس عیسیٰ ص ۲۲۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ترک اسباب حقیقت ہے ترک اسباب مظنونہ غیر مامور بہا۔ یعنی جن اسباب پر مسبب کا ترک عادۃ" یقینی و قطعی نہ ہو اور شرعاً" وہ واجب بھی نہ ہوں، ان کو ترک کر دینا جائز ہے باقی جن اسباب پر عادۃ" مسببات کا ترتب یقینی ہے ان کا ترک جائز نہیں، مثلاً" عادۃ" کھانا کھانے پر شبع (سیری) کا ترتب اور پانی پینے پر سیرابی کا ترتب ---- اور اسباب مظنونہ کا ترک بھی اس شخص کو جائز ہے جو خود بھی قوی الہمت ہو اور اس کے اہل و عیال بھی، یا اس کے اہل و عیال ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اسباب مامور بہا کا ترک، توکل نہیں، چونکہ وہ سب اسباب قطعیہ یقینیہ ہیں"۔ (حوالہ مذکور ص ۲۲۴)

اس سے ان حضرات کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیئے، جو توکل کے معنی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا سمجھتے ہیں اور پھر صوفیا پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الأَنْصَارِيُّ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ : قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَالاَ يَرِيبُكَ ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ . وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ . قَالَ : وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ .

قَالَ : وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

ترجمہ : "ابو الحوراؔ السعدی کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات یاد ہے۔ (جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو)؟ فرمایا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے۔ جو چیز تم کو تردد میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرو جس میں کوئی کھٹکا اور دغدغہ نہیں۔ کیونکہ سچائی سکون و اطمینان کی چیز ہے' اور جھوٹ کھٹکے اور تردد کی چیز ہے"۔

تشریح : اس حدیث پاک میں امت کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہر وہ کام جس میں شبہ ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی وجہ سے دل میں خلجان اور کھٹک ہو اس کو چھوڑ کر وہ پہلو اختیار کیا جائے' جس میں کوئی خلجان اور کھٹک نہ ہو۔ ایسی چیزیں جن کے صحیح یا غلط اور جائز یا ناجائز ہونے میں کھٹک اور خلجان ہو وہ "مشتبہ" کہلاتی ہیں' اور ایسی مشتبہ چیزوں سے آدمی جس قدر پرہیز کرے اسی قدر اس کو ورع و تقویٰ کا مقام نصیب ہو گا!

اور یہ جو فرمایا کہ "سچائی سکون و اطمینان کی چیز ہے اور جھوٹ کھٹکے اور تردد کی چیز ہے" اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر کہنے والے کے کہنے اور ہر فتویٰ دینے والے کے فتویٰ پر عمل نہ کیا جائے۔ جس بات کے سننے کے بعد مومن کے قلب میں اطمینان و سکون کی کیفیت پیدا ہو جائے یہ علامت ہے اس کے صدق کی' اور جس بات اور فتویٰ کے بعد بھی دل کا خلجان اور تردد دور نہ ہو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ قول اور فتویٰ غلط ہے' لائق عمل نہیں۔ اس پر عمل درآمد سے پرہیز کرنا ورع و تقویٰ ہے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ أَبِي الْوَزِيرِ . حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ نُبَيْهٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ ، وَذُكِرَ عِنْدَهُ آخَرُ بِرِعَةٍ(۱) ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : لَا تَعْدِلْ بِالرِّعَةِ ، وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ جَعْفَرٍ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ ، وَهُوَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

ترجمہ : "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کی عبادت اور محنت کا ذکر کیا گیا (کہ وہ بہت ہی عبادت گزار ہے' اور عبادت میں بہت محنت کرتا ہے) اور دوسرے شخص کا پرہیزگاری کے ساتھ ذکر کیا گیا (کہ وہ عبادت میں تو پہلے شخص جیسی محنت نہیں کرتا' لیکن پرہیزگاری میں اس سے فائق ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پرہیزگاری کی برابری نہیں ہو سکتی"۔

تشریح : ورع کا مفہوم اوپر کی حدیث میں عرض کر چکا ہوں یعنی نہ صرف ناجائز چیزوں سے پرہیز کرنا بلکہ مشتبہ اور کھٹک والی چیزوں سے بھی احتراز کرنا۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ورع اور پرہیزگاری کا مقام سب امور خیر سے بلند ہے' پرہیزگاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَبُو زُرْعَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: أَخْبَرَنَا قَبِيصَةُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ الصَّيْرَفِيِّ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ

أَكَلَ طَيِّبًا، وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ، وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ: إِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ، قَالَ: وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ.

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ وَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَ أَبِي بِشْرٍ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاک کھانا کھایا' اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر اور ایذاؤں سے محفوظ رہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ! یہ بات تو آج لوگوں میں بہت ہے فرمایا: میرے بعد بھی کئی زمانوں تک رہے گی"۔

تشریح: حلال کھانا' سنت پر عمل کرنا اور لوگوں کو اپنی ایذاؤں سے بچانا یہ تین عمل ایسے ہیں کہ گویا پورا دین ان میں سمٹ آتا ہے' کسی کو اللہ تعالیٰ ان امور کی توفیق عطا فرما دیں تو اس کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ. حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ

مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْطَى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ، وَأَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَنْكَحَ لِلّٰهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: "حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر دیا، اور اللہ تعالیٰ کی خاطر روکا، اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی، اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھا، اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر رشتہ دیا، اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا"۔

تشریح: مطلب یہ کہ اس کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھے کسی کو کچھ دیا تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے، نہ دیا تو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے، کسی سے محبت رکھی تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے، اور کسی سے بغض رکھا تو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے۔ حتیٰ کہ کسی کو رشتہ دیا تو وہ بھی محض رضائے الٰہی کے لئے۔ ایسے شخص کا ایمان کامل ہے کہ اس میں للّٰہیت ہی للّٰہیت ہے، اس کا کوئی کام بھی ہوائے نفس اور کسی ذاتی و دنیوی مفاد کے لئے نہیں۔

جنّت کے مناظر

ابواب صفة الجنة عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم

جنت کے درختوں کی شان

باب

مَاجَاءَ فِي صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَقَالَ: ذَٰلِكَ الظِّلُّ الْمَمْدُودُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہو گا کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے تب بھی اس کو قطع نہیں کرے گا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جس "لمبے سائے" کا ذکر ہے وہ یہی ہے"۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ

قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ (تیز رفتار گھڑ) سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا (تب بھی اسے ختم نہیں کر سکے گا)"۔

تشریح: ان احادیث طیبہ کے بارے میں چند امور لائق توجہ ہیں۔

اول: ان احادیث میں قرآن کریم کی آیت: "وظل ممدود" کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ سورۃ واقعہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی (وکنتم ازواجا ثلثۃ۔ الواقعہ) ایک "السابقون" (جن کا لقب دوسری جگہ "المقربون" رکھا ہے) دوسری جماعت "اصحاب الیمین" اور تیسری "اصحاب الشمال" اس کے بعد تینوں کے انجام اور اخروی حالات کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے "اصحاب الیمین" کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ

(الواقعة : ۲۷۔ ۳۴)

ترجمہ : "اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہو گا اور چلتا ہوا پانی ہو گا' اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے۔ اور نہ ان کی روک ٹوک ہو گی' اور اونچے اونچے فرش ہوں گے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دوم : آیت کریمہ : "وظل ممدود" میں جنت میں سایہ کے ہونے کا ذکر ہے اور بھی متعدد آیات کریمہ میں جنت میں سائے کا ذکر ہے' اس پر کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ سایہ تو دھوپ کے مقابلہ میں ہوتا ہے' جنت میں دھوپ ہی نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے: لا یرون فیھا شمساً ولا زمھریراً (الدہر: ۱۳) تو وہاں سایہ کیسے ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ دھوپ نہیں ہو گی تاہم جنت کی فضا میں نور ہی نور ہو گا جو کیفیت کہ طلوع آفتاب سے چند منٹ پہلے ہوتی ہے جنت میں کچھ اسی طرح کی کیفیت ہمیشہ رہا کرے گی۔ اسی کو سائے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یوں بھی سایہ ہمیشہ دھوپ کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ آیت کریمہ : "وندخلھم ظلاً ظلیلاً" (النساء: ۵۷) کے ذیل میں فرماتے ہیں :

"یعنی دنیا کے اشجار کا سا سایہ نہ ہو گا کہ خود سایہ کے اندر بھی دھوپ چھنتی ہے' وہ بالکل متصل ہو گا' اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہاں آفتاب وغیرہ تو ہو گا نہیں' جیسے ارشاد فرمایا "لا یرون فیھا شمسا" پھر سایہ کے کیا معنی؟ کیوں کہ سایہ کے لئے مطلق کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے' اور وہاں اس کا ہونا عجیب نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر جب گرمی نہیں تو سایہ کا کیا فائدہ؟ یہ محض ضعیف ہے اس لئے کہ فائدہ کا اس

میں منحصر کر لینا خود بے دلیل ہے۔ ممکن ہے کہ کسی تیز نور کا لطیف بنانا ہو جیسے ماہتاب پر ابر رقیق آجاتا ہے یا خود اس سایہ کی حقیقت نور ہی ہو جیسا کہ گوہر شب چراغ کا سایہ۔ یا یوں کہا جاوے کہ نرا سایہ ہی ہو بلا ظلمت جیسے طلوع آفتاب سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کو مشہور تفسیر پر ظل سے تعبیر فرمایا ہے۔ "الم تر الی ربک کیف مدالظل" اور سایہ کی معرفت دھوپ پر موقوف ہونے سے خود سایہ کے وجود کا توقف دھوپ پر لازم نہیں آتا"۔

(بیان القرآن ج ۲ ص ۱۲۵)

اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی "وظل ممدود" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"یعنی نہ دھوپ ہو گی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہو گا صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو"۔

(تفسیر عثمانی ۶۹۴)

سوم: یہی اشکال اس حدیث پاک پر بھی ہوتا ہے کہ جنت میں دھوپ ہی نہیں ہو گی تو درختوں کا سایہ کیسے ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں دنیا کا معروف سایہ مراد نہیں بلکہ راحت و نعمت مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس درخت کا پھیلاؤ اس قدر وسیع ہو گا کہ تیز رفتار سوار اس کے نیچے ایک صدی تک چلتا رہے۔ تب بھی اس کے اطراف و حدود کو ختم نہیں کر سکے گا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"قوله: فی ظلها ای فی نعیمها وراحتها ومنه قولهم "عیش ظلیل" وقیل معنی

ظلها ناحيتها واشار بذالك الى امتدادها

ومنه قولهم: "انا فى ظلك" اى ناحيتك

قال القرطبى: والمحوج الى هذا التاويل ان

الظل فى عرف اهل الدنيا ما يقى من حر

الشمس واذاها، وليس فى الجنة شمس ولا

اذى" (فتح الباري ص ٣٢٦ ج ٦)

ترجمہ: "ارشاد نبوی: اس کے سایہ میں چلتا رہے گا یعنی اس کی نعمت و راحت میں۔ عرب کہتے ہیں "عیش ظلیل" (گھنی زندگی) یعنی راحت کی زندگی' اور بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سوار اس درخت کے اطراف میں چلتا رہے گا' اس سے اس درخت کے لمبا ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جیسے عرب کہتے ہیں "میں تیرے سائے میں ہوں یعنی تیری جانب ہوں' قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اس تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہل دنیا کے عرف میں سایہ اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی تپش اور گرمی سے بچائے' حالاں کہ جنت میں نہ سورج ہو گا نہ گرمی کی تکلیف ہو گی"۔

چہارم: حدیث میں جس درخت کا ذکر ہے وہ جنت کا ایک خاص درخت ہے جسے "شجرۂ طوبیٰ" کہتے ہیں۔ مسند احمد (ص ۱۸۳ ج ۴) تفسیر ابن کثیر (ص ۲۹۰ ج ۴) اور مجمع الزوائد (ص ۴۱۳ ج ۱۰) میں حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر اور جنت کا

ذکر فرمایا تو اعرابی نے کہا: کیا وہاں میوے بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور وہاں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ اعرابی نے کہا: وہ ہماری زمین کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ فرمایا: وہ تیری زمین کے درختوں میں کسی کے مشابہ نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تم کبھی ملک شام گئے ہو؟ کہا جی نہیں! فرمایا' شام میں ایک درخت کو "جوزہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' یہ اس کے مشابہ ہے اس کا تنا ایک ہوتا ہے' اور اوپر سے اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اعرابی نے کہا: اس کے خوشے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا' اتنی مسافت کے ہوں گے کہ ابقع (سیاہ و سفید) کوا متواتر ایک مہینے تک اڑتا رہے' درمیان میں دم نہ لے۔ اعرابی نے کہا: اس کی جڑیں کتنی بڑی ہیں! فرمایا اگر تیرے گھر کے اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ چلتا رہے' تو اس کی جڑوں کا احاطہ نہیں کر سکے گا' یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر اس کی گردن ٹوٹ جائے۔

اعرابی نے کہا: کیا وہاں انگور بھی ہوں گے فرمایا' ہاں! کہا' اس کے دانے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی بڑا بکرا ذبح کیا ہو۔ اور اس کی کھال اتار کر تیری ماں کے سپرد کی ہو کہ اس کو دباغت دے کر مویشیوں کے لئے پانی کھینچنے کا بڑا ڈول بنا لو۔ اعرابی نے کہا: جی ہاں! ایسا ہوا ہے' فرمایا: وہاں انگور کے دانے اس بڑے ڈول کے برابر ہوں گے' کہا: پھر تو ایک دانہ مجھے اور میرے گھر والوں کو سیر کر سکے گا؟ فرمایا' ہاں! اور تیرے تمام قبیلے کو بھی۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ . حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جو درخت بھی ہوگا اس کا تنا سونے کا ہوگا"۔

جنت اور جنت کی نعمتوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ زِيَادٍ الطَّائِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ: مَا لَنَا إِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوبُنَا، وَزَهِدْنَا فِي الدُّنْيَا، وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الْآخِرَةِ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَآنَسْنَا أَهَالِيَنَا، وَشَمَمْنَا أَوْلَادَنَا أَنْكَرْنَا أَنْفُسَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِي كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذٰلِكَ لَزَارَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي بُيُوتِكُمْ، وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَجَاءَ اللهُ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ كَيْ يُذْنِبُوا فَيَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ؟ قَالَ: مِنَ الْمَاءِ، قُلْنَا: الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا؟ قَالَ: لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ، وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ، وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ، مَنْ دَخَلَهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ، وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوتُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا

فَوْقَ الْغَمَامِ، وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَوِيِّ، وَلَيْسَ هُوَ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ عَنْ أَبِي مُدِلَّةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری کیا حالت ہے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ ہم دنیا سے بے رغبت ہو جاتے ہیں اور اس وقت ہم اہل آخرت ہوتے ہیں' لیکن جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ گھر کے لوگوں سے مانوس ہوتے ہیں اور اولاد کو سونگھتے ہیں تو ہم اپنے دلوں کو اور ہی طرح کا پاتے ہیں' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہا کرو جس حالت میں تم میرے پاس سے اٹھ کر جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں پر تمہاری زیارت کیا کریں' اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ (تمہاری جگہ) ایک نئی مخلوق کو لے آئیں تاکہ وہ گناہ کر کے شرمندہ ہوں اور اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر کے استغفار کیا کریں) جس پر اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمایا کریں۔

میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! مخلوق کس چیز سے بنائی گئی؟ فرمایا: پانی سے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! جنت کی عمارت کیسی ہو گی؟ فرمایا: ایک اینٹ چاندی کی' ایک اینٹ سونے کی' اس کا مسالہ مہکتی ہوئی کستوری کا ہے

اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے، جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ ناز و نعمت میں رہے گا اسے کبھی ادنیٰ تکلیف و مشقت لاحق نہیں ہو گی، وہ ہمیشہ جئے گا، کبھی نہیں مرے گا، نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے اور نہ کبھی ان کی جوانی ڈھلے گی۔ پھر فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک سربراہ مملکت جو عدل و انصاف کرتا ہو۔ دوسرا روزے دار، جب وہ روزہ افطار کرے۔ اور تیسرا مظلوم، اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، خواہ (تیری ہی کسی مصلحت کی بنا پر تیری فوری مدد نہ کروں بلکہ) کچھ عرصہ کے بعد کروں"۔

جنت کے بالاخانے

باب

مَا جَاءَ فِی صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ . حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَغُرَفًا یُرَی ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَ بُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا ، فَقَامَ إِلَیْهِ أَعْرَابِیٌّ فَقَالَ : لِمَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : هِیَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ ، وَأَدَامَ الصِّیَامَ ، وَصَلّٰی لِلّٰهِ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ ، هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَهُوَ كُوفِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ إِسْحٰقَ الْقُرَشِيُّ مَدَنِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا .

ترجمہ : "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے اور ان کا باطن ظاہر سے۔ پس ایک اعرابی کھڑا ہوا، عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بالاخانے کس کے لئے ہیں؟ فرمایا: اس شخص کے لئے جو نرم گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو، جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھے"۔

جنت میں چاندی اور سونے کے برتن اور سامان

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا مِنْ فِضَّةٍ ، وَجَنَّتَيْنِ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا مِنْ ذَهَبٍ ، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ ، وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَأَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يُعْرَفُ اسْمُهُ . وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ . وَأَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن قیس (یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور دیگر تمام سامان چاندی کا ہے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کا تمام سامان سونے کا ہے اور جنت عدن میں اہل جنت کے درمیان اور اپنے رب کی طرف نظر کرنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہے جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر ہے"۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جوف دار موتی کا ایک خیمہ ہو گا جس کا عرض ساٹھ میل ہے اس کے ہر گوشہ میں جنتی کے اہل خانہ ہوں گے، جو ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، مومن ان سب کے پاس آمد و رفت رکھے گا"۔

تشریح : پہلی حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے ہیں ایک یہ کہ جنت میں دو جنتیں تو ایسی ہونگی کہ وہاں کے برتن اور ہر چیز چاندی کی ہو گی، اور دو جنتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہو گی۔ یہ حسن اور تناسب کا کمال ہو گا۔

دوسرا مضمون یہ کہ جنت میں اہل جنت کے دیدار خداوندی سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ سوائے ردائے کبریائی کے' جو حق تعالٰی شانہ کی ذات عالی پر ہے' ردائے کبریائی' عظمت و جلال سے کنایہ ہے' مطلب یہ ہے کہ حق تعالٰی شانہ کی ہیبت و جلال اور عظمت و کبریائی دیدار سے مانع ہوگی' الاّ یہ کہ حق تعالٰی شانہ خود دیدار کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

جنت کے درجات

باب

مَا جَاءَ فِی صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِیُّ. حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ هَارُونَ. أَخْبَرَنَا إِسْرَائِیلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ، مَا بَیْنَ كُلِّ دَرَجَتَیْنِ مِائَةُ عَامٍ.

قَالَ أَبُو عِیسَى: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے"۔

تشریح: اس حدیث میں جنت کے درجات کا بیان ہے' اور یہ مضمون متعدد احادیث میں وارد ہے۔ جیسا کہ چند احادیث مصنف امامؒ نے بھی نقل کی ہیں۔ اس روایت میں جنت کے ہر دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کی

مسافت بیان کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۱۹ میں طبرانی کی روایت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے' اور اس میں جنت کے ہر دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ذکر کیا گیا ہے۔ (قال الهيثمی وفيه يحی بن عبدالحميد الحمانی وهو ضعيف)۔ اور عام روایات میں یہ ہے کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے' جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے' ان روایات میں کوئی تعارض نہیں' اس لئے کہ آسمان و زمین کے درمیان کی مسافت بھی بعض روایات کے مطابق پانچ سو سال کی ہے' اور جس روایت میں سو سال کی مسافت کا ذکر آیا ہے اس میں زائد کی نفی نہیں۔ یوں بھی "سو" کا ہندسہ کثرت اور زیادتی کے لئے اکثر استعمال ہوتا ہے' علاوہ ازیں مدت مسافت میں کمی بیشی' تیز رفتاری اور سبک رفتاری کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، إِنْ هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ مَكَثَ بِأَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ بِهَا . قَالَ مُعَاذٌ : أَلَا أُخْبِرُ بِهَذَا النَّاسَ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ فَإِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَى الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا، وَفَوْقَ ذَلِكَ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهَا تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَكَذَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ

ابنَ جَبَلٍ ،وَمُعَاذٌ قَدِيمُ الْمَوْتِ،مَاتَ فِی خِلَافَةِ عُمَرَ .

ترجمہ : "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا (پنجگانہ) نماز پڑھی' اور بیت اللہ کا حج کیا۔ راوی کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اس کی بخشش فرما دیں۔ خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنی اسی زمین میں ٹھہرا رہا ہو جس میں پیدا ہوا تھا' حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ کیا لوگوں کو اس کی اطلاع نہ کر دوں؟ فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دے کہ عمل کرتے رہیں' کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں' ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان' اور جنت الفردوس سب سے اوپر اور اعلیٰ و افضل جنت ہے' اس سے اوپر رحمان کا عرش ہے"۔

تشریح : اس روایت کی سند پر تو مصنف امامؒ نے کلام کیا ہے ' مگر اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں' چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱ کتاب الجہاد "باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" من امن باللہ وبرسولہ واقام الصلوۃ وصام رمضان کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاھد فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی ولد فیھا ، قالوا یا

رسول اللہ ! افلا نبشر الناس قال ان فی الجنة مائة درجة اعدھا اللہ للمجاھدین فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سالتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانہ اوسط الجنة واعلی الجنة اراہ قال وفوقہ عرش الرحمن ومنہ تفجر انہار الجنة وقال محمد بن فلیح عن ابیہ وفوقہ عرش الرحمن۔" (صحیح بخاری ص ۳۹۱ ج ۱)

ترجمہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کریں خواہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا ہو یا اس سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں پیدا ہوا، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! تو کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں؟ فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے تیار کر رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان، پس جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس سے جنت الفردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ سب سے افضل اور سب سے اوپر کی جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں"۔

سنن نسائی ص ۵۶ ج ۲ "باب درجة المجاہدین فی سبیل اللہ" میں حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث مروی ہے۔ ان احادیث میں چند مضامین ہیں:

اول: جو شخص فرائض و واجبات شرعیہ کا پابند ہو' اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کریں۔ یہ مضمون قرآن و حدیث میں بڑی کثرت سے آیا ہے کہ فلاں چیز اللہ تعالیٰ پر واجب ہے' یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان نصوص کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس چیز کو محض اپنے فضل و احسان اور مراحم خسروانہ کی بنا پر اپنے ذمہ لے لیا ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا استحقاق نہیں۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ عرض کیا گیا کہ یہ خوشخبری عام لوگوں کو سنا دی جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے۔ اس سے مقصد (واللہ اعلم) یہ تھا کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ محنت اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان کو جنت میں عالی سے عالی درجہ ملے۔ ادنیٰ درجے پر قناعت کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔

سوم: جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے اور یہ ان حضرات کے لئے ہے جنہوں نے راہ خدا میں جان بازی و جاں نثاری کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہو۔ چنانچہ بعض احادیث میں شہید فی سبیل اللہ کے لئے جنت الفردوس کی بشارت آئی ہے' اسی طرح انبیا اور صدیقین اور شہدا و صالحین علیٰ حسبِ مراتب جنت الفردوس میں ہوں گے۔ چونکہ جنت کا انعام بدوں استحقاق کے محض مالک کی عنایت ہے گو اپنے اعمال جنت الفردوس کے لائق نہ ہوں مگر مالک کے کرم سے امید کرتے ہوئے جنت الفردوس ہی مانگنی چاہئے' اس لئے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس ہی مانگو۔ یہ رو سیاہ بھی

آنحضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے دعا کرتا ہے' یا اللہ! ہم آپ کی رحمت اور آپ کے لطف و کرم کے صدقے آپ سے جنت الفردوس کی درخواست کرتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما کر اپنے مقبول بندوں سے ہمیں ملحق فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

چہارم: جنت الفردوس کے بارے میں فرمایا کہ اس سے اوپر عرش رحمٰن ہے۔ یعنی جس طرح زمین کی چھت آسمان ہے' اسی طرح جنت الفردوس کی چھت عرش رحمٰن ہے۔

اور یہ حضرات عرش رحمت کے زیر سایہ ہیں۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ کی خاص رحمت و عنایت اور ان حضرات کے قرب و اختصاص کی طرف اشارہ ہے۔

پنجم: جنت کی نہروں کے بارے میں فرمایا کہ وہ جنت الفردوس سے نکلتی ہیں' اور ان کا منبع و سرچشمہ جنت الفردوس ہے' اس کی پوری حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے' اور انشاء اللہ وہاں پہنچ کر منکشف ہو جائے گی' بہرحال اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نعمائے جنت کا مرکز جنت الفردوس ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَرُونَ . أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ . حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ ، وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُونُ الْعَرْشُ ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَرُونَ . حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ نَحْوَهُ .

ترجمہ: "حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے، اور جنت الفردوس سب سے بلند درجہ کی ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں، اور اس سے اوپر عرش ہو گا، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو"۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، لَوْ أَنَّ الْعَالَمِينَ اجْتَمَعُوا فِي إِحْدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں اور اگر سارے جہاں کے لوگ ان کے کسی ایک درجے میں جمع ہو جائیں تو ان کو کافی ہو گا"۔

تشریح: سنن نسائی ص ۵۶ ج ۲ "درجة المجاہد فی سبیل اللہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس طرح آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: ابو سعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد سنکر حیرت آمیز مسرت ہوئی، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ بات ایک بار پھر ارشاد فرمایئے! چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد پھر دہرایا اور پھر فرمایا: ایک چیز اور

بھی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کے سو درجے بلند کر دیتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا! جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

اس حدیث کے آخر میں جو ارشاد فرمایا کہ "اگر سارے جہان کے لوگ ایک ہی جنت میں جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے"۔

اس میں جنت کی وسعت و کشائش کی طرف اشارہ ہے جنت کی وسعت کا مشاہدہ بھی جنت میں جانے کے بعد ہی ہو گا، اور وہاں معلوم ہو گا کہ ہمارا یہ کرۂ ارضی جنت کے مقابلہ میں بیضہ مور (چیونٹی کے انڈے) کی حیثیت رکھتا ہے۔

خواتین جنت

باب
فِي صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُرَى بَيَاضُ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ سَبْعِينَ حُلَّةً حَتَّى يُرَى مُخُّهَا، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ، فَأَمَّا الْيَاقُوتُ فَإِنَّهُ حَجَرٌ لَوْ أَدْخَلْتَ فِيهِ سِلْكًا ثُمَّ اسْتَصْفَيْتَهُ لَأُرِيتَهُ مِنْ وَرَائِهِ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ . وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدَةَ بْنِ حُمَيْدٍ، وَهٰكَذَا رَوَى جَرِيرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ .

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي الأَحْوَصِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ أَصْحَابُ عَطَاءٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی عورتوں میں سے عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلّوں کے ورے سے نظر آئے گی' یہاں تک کہ اس کا گودا بھی نظر آئے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ (یعنی اہل جنت کی عورتیں) ”گویا یاقوت اور مرجان ہیں“ اور یاقوت کی حالت یہ ہے کہ اگر تم اس میں دھاگہ ڈالو' پھر اگر اس یاقوت کو گرد و غبار سے صاف کر دو تو تم اس دھاگے کو اس کے ورے سے دیکھو گے“۔

تشریح : سورۂ رحمٰن میں خواتین جنت کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

”کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ“ (الرحمان : ۵۸)

ترجمہ : ”گویا وہ یاقوت اور موتی ہیں“۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ تشبیہ سے مقصود ان کی صفائی و لطافت اور سرخ و سفید رنگت کا بیان کرنا ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں:

" وهذا التشبيه فيه وجهان احدهما تشبيه بصفاتها وثانيهما بحسن بياض اللؤلؤ وحمرة الياقوت والمرجان صغار اللؤلؤ وهى اشد بياضاً ضياءً من الكبار بكثير"

ترجمہ: "اس تشبیہ میں دو وجہیں ہیں' ایک یاقوت اور موتی کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا۔ دوسری موتی کی سفیدی اور یاقوت کی سرخی کے حسن سے تشبیہ دینا۔ مرجان چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور چھوٹے موتی' بڑوں کی بہ نسبت' سفیدی اور چمک میں کئی درجے فائق ہوتے ہیں"۔

اس حدیث میں ان کی اسی لطافت و حسن کو ذکر فرمایا ہے کہ ستر حلّوں کے ورے سے اس کی پنڈلی اور پنڈلی کا گودا ظاہر ہوگا۔ جس طرح مصفّا یاقوت کے ورے سے دھاگہ نظر آیا کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ. حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُ وُجُوهِهِمْ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلَى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى

أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالثَّانِيَةُ عَلَى لَوْنِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يَبْدُو مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پہلی جماعت' جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہو گی وہ (اپنے چہروں کی نورانیت میں) چودھویں رات کے چاند کی روشنی کی طرح ہو گی اور دوسری جماعت آسمان میں چمکتے ہوئے حسین ترین ستارے کی طرح ہو گی' ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی ہر بیوی پر ستر حلے ہوں گے اس کی پنڈلی کا گودا ان کے ورے سے نظر آئے گا"۔

تشریح : اس حدیث پاک میں ہر جنتی کی دو بیویوں کا ذکر آیا ہے اور ترمذی میں سترہ ابواب کے بعد صفحہ ۸۱ پر "باب مالأدنی اهل الجنة من الکرامة" ہے۔ جس میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ "ادنیٰ جنتی کے لئے اسی ہزار خادم اور ۷۲ بیویاں ہوں گی"

حافظؒ نے فتح الباری "بدء الخلق' صفة الجنة" ص ۳۲۵ ج ۶ میں اس مضمون کی متعدد روایتیں نقل کی ہیں چنانچہ۔

(۱) مسند احمد میں بروایت ابو ہریرہ مرفوعاً" وارد ہے کہ ادنیٰ مرتبہ کے جنتی کے بارے میں مروی ہے کہ دنیا کی بیویوں کے علاوہ اس کے لئے ۷۲ بیویاں حور عین سے ہوں گی۔ (وفی سنده شہر بن حوشب وفیہ مقال)

(۲) ترمذی میں مقدامؓ بن معد یکرب کی روایت ہے کہ شہید کے لئے چھ انعام (خصال) ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ۷۲ حوروں سے اس کا عقد کیا جاتا ہے۔

(۳) مسند ابو یعلیٰ میں حضرت ابو ہریرہ کی طویل حدیث (حدیث الصدر کے نام سے مشہور ہے) میں ہے کہ آدمی کی ۷۲ بیویاں ہوں گی ان حوروں سے جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں پیدا فرمائیں گے اور دو بیویاں ہوں گی اولاد آدم سے۔

(۴) ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ جو شخص بھی جنت میں داخل ہو گا اللہ تعالیٰ ۷۲ حوروں سے اور ۷۲ دنیا کی عورتوں سے اس کا عقد کریں گے۔ (وسندہ ضعیف جدا)

حافظؒ کہتے ہیں زیر بحث حدیث میں جن دو بیویوں کا ذکر ہے اس سے مراد دنیا کی بیویاں ہوں گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو گی۔ واللہ اعلم

اہلِ جنت کی اپنی بیویوں سے مقاربت

باب

مَاجَاءَ فِی صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِى الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ ، قِيلَ : يَارَسُولَ اللهِ أَوَ يُطِيقُ ذَلِكَ ؟ قَالَ : يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ .

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مومن کو جنت میں جماع کی اتنی اور اتنی قوت عطا کی جائے گی۔ عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھتا ہو گا' فرمایا اسے سو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی''۔

اہلِ جنت کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ ، آنِيَتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ ، وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ (1) ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ ، يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ . وَالْأَلُوَّةُ : هُوَ الْعُودُ .

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کی شکل و صورت چودھویں کے چاند جیسی (نورانی) ہوگی۔ نہ ان کو تھوکنے کی ضرورت ہو گی' نہ ناک صاف کرنے کی' اور نہ بول و براز کی' جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے' اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود (اگر) کا ہو گا' اور ان کا پسینہ کستوری ہو گا' ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی' جن کی پنڈلیوں کا گودا' حسن و جمال کی وجہ سے' گوشت کے ورے سے نظر آئیگا' ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہو گا' نہ باہمی رنجش' ان سب کے قلوب ایک آدمی کے دل پر ہوں گے' وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول رہیں گے"۔

تشریح: اہل جنت کے ناز و نعمت اور ان کی خوش بختی و سعادت کے سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا وہ ہماری ذہنی سطح کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے' ورنہ وہاں کی نعمتیں اہل دنیا کی عقول سے بالاتر ہیں' یہاں رہتے ہوئے ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے' چنانچہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

" اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر "

ترجمہ: "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا کبھی خیال ہی گذرا"۔

اس لئے جنت کی نعمتوں کو اہل دنیا کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہماری زبان و محاورات کو استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ کسی چہرے کی خوبصورتی و نورانیت کے کمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہم لوگ اسے چاند سے تشبیہ دینے کے عادی ہیں' کسی کی خوبصورتی کے اظہار کے لئے ہمارے پاس اس سے بہتر تشبیہ نہیں' ورنہ اہل جنت کی شان تو یہ ہے کہ اہل جنت میں سے ادنیٰ شخص اگر اپنے کپڑے کا ایک حصہ دنیا میں ظاہر کردے تو سورج چاند کی روشنی ماند پڑ جائے' اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود ان حضرات کے حسن و جمال اور ان کی نورانیت کا کیا عالم ہو گا؟

اہل جنت کی غذائیں ایسی لطیف اور وہاں کی فضا اور آب و ہوا ایسی نفیس ہو گی کہ اہل جنت کے پاکیزہ بدنوں میں مواد فاضلہ (فضلات) پیدا ہی نہ ہوں گے کہ ان کے اخراج کی حاجت ہو۔ اس لئے نہ انہیں تھوکنے کی ضرورت ہو گی۔ نہ ناک کی ریزش صاف کرنے کی' نہ بول و براز کے عوارض انکو لاحق ہوں گے' نہ ریح صادر ہو گی' گویا اس پہلو سے انہیں کامل طور پر تشبہ بالملائکہ حاصل ہو گا۔ ان کے قلوب حق تعالیٰ شانہ کی محبت سے لبریز' ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے ہمہ دم تر' ان کی آنکھیں دیدار الٰہی سے تابناک' ان کی صحبتیں حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور صدیقین و شہدا و صالحین کی برکت سے نورانی ہوں گی۔ اس لئے وہ سراپا نور ہوں گے۔ ادھر جنت کی غذائیں "او خورد گرد د ہمہ نور خدا" کا حقیقی مصداق ہوں گی اس لئے ان کی خوارک کا ہضم بھی خوشبودار ڈکار اور رشک عنبر پسینہ کے ذریعہ ہو گا اور ان کی باطنی نورانیت و روحانیت مشک و کستوری کی صورت میں متمثل ہو گی۔

وہاں میل کچیل' بدبو اور تعفن نہیں ہو گا۔ اس کے باوجود وہ نشاط کے لئے سونے اور چاندی کی کنگھیاں بھی استعمال کریں گے اور خوشبو میں اضافے کے لئے عود کی دھونی بھی لیں گے۔ اگر کسی کو خیال ہو کہ جنت میں تو آگ نہیں ہوگی' اہل جنت عود کی انگیٹھیاں کس چیز سے سلگائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اہل جنت کی کرامت کے لئے وہ بغیر آگ کے کسی مناسب مادے سے سلگائی جائیں' اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہاں آگ تو ہو لیکن اس آگ میں تپش اور گرمی نہ ہو' جس طرح کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نار کو گلزار کر دیا تھا' اسی طرح اہل جنت کے لئے بھی نار کو گلزار بنا دیا جائے تو کیا تعجب ہے۔

اور اہل جنت کے قلوب ہر قسم کے غل و غش اور حسد و کینہ سے پاک ہوں گے۔ ان میں نہ خواہشات کا اختلاف ہو گا۔ نہ باہم منافرت ہو گی بلکہ تمام اہل جنت "یک جان و دو قالب" ہوں گے۔ ان سب کی محبت کا مرکز حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی ہو گی اور محبت الٰہی کی بنا پر تمام اہل جنت کو لباس محبوبیت عطا کیا جائیگا' وہ اللہ تعالیٰ کے محب بھی ہوں گے اور محبوب بھی۔ یحبھم ویحبونہ اس لئے وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے محب و محبوب ہوں گے۔

اور اس حدیث میں جو فرمایا کہ "وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے" اس میں صبح و شام سے مراد علی الدوام ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

"یلھمون التسبیح کما یلھمون النفس" یعنی جس طرح سانس جاری ہوتا ہے' اس طرح ان کی مبارک زبانوں پر تسبیح جاری رہے گی۔ ہر جنتی ہمہ دم "پاس انفاس" میں مشغول رہے گا' اور یہ بھی احتمال ہے کہ صبح و شام کے اوقات مزید توجہ الی اللہ اور تسبیح و تہلیل کے اوقات ہوں۔ واللہ اعلم باسرارہ۔

ہماری دنیا میں صبح و شام کے اوقات آفتاب کے طلوع و غروب سے وابستہ ہیں۔ جنت میں سورج نہیں ہو گا تو ظاہر ہے کہ دنیا کے صبح و شام بھی وہاں نہیں ہوں گے، لیکن اوقات کی تقدیر و تعین کا کوئی نظام وہاں بھی ہو گا۔ اس نظام کے مطابق وہاں صبح و شام بھی ہوں گے، اور ہفتے، مہینے اور سال بھی۔ بہرحال جنت کی چیزوں کے اور دنیا کی چیزوں کے درمیان صرف نام کا اشتراک ہے۔ ورنہ وہاں کے حقائق کے ساتھ دنیا کی چیزوں کو کوئی مناسبت نہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ. أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَوْ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُومِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ.

وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَقَالَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: "حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی چیزوں میں سے اتنی مقدار، جس کو ناخن اٹھا سکتا ہے۔ اگر دنیا میں ظاہر ہو جائے تو آسمان و زمین کے کناروں کے درمیان کی تمام چیزیں آراستہ و مزین ہو

جائیں اور اگر اہل جنت میں سے کوئی شخص دنیا میں جھانک کر دیکھ لے، پس اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ان کی چمک سے سورج کی روشنی جاتی رہے، جیسا کہ دھوپ، ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتی ہے"۔

اہل جنت کا لباس اور کپڑے

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ ثِيَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ قَالَا : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كُحْلٌ لَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ وَلَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت کے بدن بالوں سے صاف ہوں گے، وہ بے ریش ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، نہ ان کی جوانی ڈھلے گی، نہ ان کے کپڑے میلے اور بوسیدہ ہوں گے"۔

تشریح : "جُرْدٌ": اجرد کی جمع ہے اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بدن پر بال نہ ہوں، مطلب یہ کہ دنیا میں بدن پر جو بال ہوتے ہیں (جن میں غیر ضروری بال بھی داخل ہیں) اہل جنت کے بدن پر وہ نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے بدن صاف شفاف ہوں گے۔

"مُرْدٌ": امرد کی جمع ہے، بے ریش لڑکے کو امرد کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ

اہل جنت اپنی صحت و قوت کے اعتبار سے نوعمر ہوں گے، جن کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں آئی ہو گی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈاڑھی صاف کراتے ہوں گے۔

فائدہ: یہ جو مشہور ہے کہ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون (علیہم السلام) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ڈاڑھی ہو گی محض غلط اور بے اصل ہے۔

کحلی: اکحل کی جمع ہے۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سرگیں ہوں، اہل جنت کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں ہوں گی۔ سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو گی۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ الْحٰرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ) قَالَ ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ إِنَّ مَعْنَاهُ الْفُرُشُ فِي الدَّرَجَاتِ. وَبَيْنَ الدَّرَجَاتِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد خداوندی "وفرش مرفوعة" (الواقعہ: ۳۴) کے بارے میں فرمایا: کہ ان کی بلندی ایسی ہو گی، جیسے آسمان اور زمین کے درمیان کا فاصلہ ہے یعنی پانچ سو سال کی مسافت"۔

تشریح: اس حدیث کی شرح خود امام ترمذیؒ نے بعض اہل علم سے نقل کی

ہے کہ یہ درجات جنت میں ہوں گے اور جنت کے ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہو گا گویا "فرش مرفوعہ" سے درجات جنت کی بلندی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

جنت کے پھلوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَذُكِرَ لَهُ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى قَالَ: يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّ الْفَنَنِ(1) مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ أَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ، شَكَّ يَحْيَى. فِيهَا فِرَاشُ الذَّهَبِ كَأَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے "سدرۃ المنتہیٰ" کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی شاخوں کے سائے میں سوار ایک سال تک چلتا رہے گا۔ یا یہ فرمایا کہ سو سوار اس کے سائے میں آسکیں گے۔ (راوی کو شک ہے کہ وہ بات فرمائی تھی یا یہ) اس پر گرنے والے پروانے سونے کے ہیں اور اس کے پھل گویا بڑے بڑے مٹکے ہیں"۔

جنت کے پرندوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَيْرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الْكَوْثَرُ ؟ قَالَ : ذَاكَ نَهْرٌ أَعْطَانِيهِ اللهُ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ ، وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ ، فِيهَا طَيْرٌ أَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ . قَالَ عُمَرُ : إِنَّ هٰذِهِ لَنَاعِمَةٌ . قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَكَلَتُهَا أَحْسَنُ مِنْهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ . وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ . وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُسْلِمٍ قَدْ رَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کوثر کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے یعنی جنت میں' جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے' اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں جیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یہ پرندے تو بہت ہی خوب ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے والے ان سے بڑھ کر خوش قسمت ہیں"۔

جنت کے گھوڑوں کی شان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ؟ قَالَ: إِنِ اللهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ، فَلَا تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ. قَالَ: وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ، هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ قَالَ: إِنْ يُدْخِلْكَ اللهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ.

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْمَسْعُودِيِّ.

ترجمہ: "حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیاجنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل فرما دیا تو جب بھی تجھے خواہش ہو گی کہ تجھے سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے جو جنت میں جہاں بھی تو چاہے تجھے لیکر اڑتا پھرے، تجھے

ایسا گھوڑا عطا کر دیا جائیگا' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اور شخص نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کر دے تو تجھے جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تیرا دل چاہے گا اور جس سے تیری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ الْأَحْمَسِيُّ . حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ وَاصِلٍ هُوَ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَوْرَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ : أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُحِبُّ الْخَيْلَ أَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ أُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ أُتِيتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ ، وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ، وَأَبُو سَوْرَةَ هُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ جِدًّا ، قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَقُولُ : أَبُو سَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ يَرْوِي مَنَاكِيرَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

ترجمہ : "حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا' یا رسول اللہ! میں گھوڑوں کو بہت پسند کرتا ہوں۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو جنت میں داخل کر دیا گیا تو تیرے پاس یاقوت کا گھوڑا لایا جائے گا۔ جس کے دو بازو ہوں گے تجھے اس پر سوار کر دیا جائے گا پھر تو جہاں چاہے تجھے لے کر اڑتا پھرے گا"۔

تشریح: یہ روایت کمزور ہے' جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس کی سند پر کلام کیا ہے لیکن حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اس کی موید ہے اور اس کے مضمون میں کوئی اشکال نہیں' جنت کی شان یہ ہے کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش کریں گے حق تعالیٰ شانہ ان کی چاہت پوری فرمائیں گے۔ پس اگر کسی کا گھوڑے کی سواری کو جی چاہے گا تو جنت کے شایان شان گھوڑا اس کو عطا کر دیا جائے گا۔ جس کی شکل و صورت تو گھوڑے کی ہو گی' لیکن وہ دنیا کے گھوڑوں جیسا نہیں ہو گا' بلکہ جنت کے یاقوت کا گھوڑا ہو گا جو ہوائی جہاز کی طرح پرواز کرے گا۔

اہل جنت کی عمروں کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي سِنِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ. حَدَّثَنَا عِمْرَانُ أَبُو الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَبَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ رَوَوْا هَذَا عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلاً وَلَمْ يُسْنِدُوهُ.

ترجمہ: "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے بدن پر بال نہیں ہوں گے، چہرے بے ریش اور آنکھیں سرگیں ہوں گی، تیس یا فرمایا تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے"۔

تشریح: بدن پر بالوں کا نہ ہونا حسن و خوبی ہے۔ چنانچہ شمائل شریفہ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر بال نہیں تھے، البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر چلی گئی تھی۔ پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ اہل جنت نوجوان ہوں گے۔ اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کی عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں گی۔ پہلے زمانوں میں جب عمریں طویل ہوتی تھیں تیس برس نوجوانی کی عمر ہوتی تھی۔ یہی حال اہل جنت کا ہو گا۔

اہل جنت کی کتنی صفیں ہوں گی؟

باب

مَاجَاءَ فِی صَفِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الطَّحَّانُ الْكُوفِيُّ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُونَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُونَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُونَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ . وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ .

وَحَدِيثُ أَبِي سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ حَسَنٌ ، وَأَبُو سِنَانٍ اسْمُهُ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ ، وَأَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ ، وَأَبُو سِنَانٍ الشَّامِيُّ اسْمُهُ عِيسَى بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْقَسْمَلِيُّ .

ترجمہ : "حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی (۸۰) صفیں اس امت کی، اور چالیس صفیں باقی امتوں کی"۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ ، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، قَالُوا نَعَمْ ، قَالَ : أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، قَالُوا نَعَمْ ، قَالَ : أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ ؛ مَا أَنْتُمْ فِي الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قبہ میں قریباً" چالیس آدمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم (یعنی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے افراد) اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ' جی ہاں! (ہم اس پر راضی ہیں) فرمایا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم اہل جنت میں تہائی ہو۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا' کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ (اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ میں ہے بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ تم (کم از کم) نصف اہل جنت ہو گے اس کی وجہ یہ ہے کہ) جنت میں صرف وہی شخص داخل

ہو گا جو مسلمان ہو۔ اور تم اہل شرک کے مقابلے میں اس
سفید بال کی طرح ہو جو سیاہ رنگ کے بیل کی کھال میں ہو۔ یا
اس سیاہ بال کی طرح جو سرخ رنگ کے بیل کی کھال میں ہوتا
ہے''۔

تشریح: یہ قبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منی میں نصب کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حجتہ الوداع کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا۔ اس میں یہ بشارت سنائی تھی۔

پہلے چوتھائی، پھر تہائی، پھر نصف کا ذکر فرمانا سامعین کی مسرت میں اضافہ کے لئے تھا، اور آخر میں جو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے۔ اس میں زیادہ کی نفی نہیں۔ چنانچہ متعدد احادیث میں یہ مضمون ہے کہ اس امت کی تعداد اہل جنت میں دو تہائی ہو گی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بھی اسی کی موید ہے جس میں فرمایا گیا ہے اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی (۸۰) صفیں اس امت کی، اور چالیس صفیں دوسری امتوں کی۔

جنت کے دروازوں کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ. حَدَّثَنَا مَعْنُ ابْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَابُ أُمَّتِي الَّذِي يَدْخُلُونَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيرَةُ الرَّاكِبِ الْجَوَادِ ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيُضْغَطُونَ عَلَيْهِ حَتَّى تَكَادُ

مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ.

قَالَ أَبُوْ عِيْسَى : هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ، قَالَ : سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ ، وَقَالَ : لِخَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مَنَاكِيْرُ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' میری امت کا دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہو گی (اتنا وسیع اور کشادہ ہے کہ) اس کی پہنائی تیز رفتار گھڑسوار کی تین دن (یا تین سال) کی مسافت ہے۔ اس کے باوجود اس قدر بھیڑ ہو گی کہ (کھوے سے کھوا) چھلتا ہو گا' اور قریب ہو گا کہ ان کے کندھے اتر جائیں"۔

تشریح : جنت کے دروازے کی وسعت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔ (رواہ احمد و ابو یعلی۔ ورجالہ وثقوا علی ضعف فیھم)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پورا کرو گے ستر امتوں کو' جن میں تم سب سے آخر میں ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ہو' اور جنت میں دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت ہے۔ اور اس پر ایک دن آئے گا کہ وہ (کثرت اژدھام کی وجہ سے) گھٹا ہوا ہو گا۔ (رواہ احمد ورجالہ ثقات)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے۔ اور اس پر ایک دن آئے گا کہ اس پر ایسا اژدھام ہو گا جیسے پانچ دن کے پیاسے اونٹ پانی پر جائیں تو ان کا پانی پر اژدھام ہوتا ہے۔

(رواہ الطبرانی وفیہ رزیک بن ابی رزیک ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔

مجمع الزوائد ص ۳۹۷ ج ۱۰)

خالد بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے (جو بصرہ کے امیر تھے) ہمیں خطبہ دیا' اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"دنیا خاتمہ کا اعلان کر چکی ہے' اور تیزی سے ختم ہوتی ہوئی بھاگ رہی ہے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے تلچھٹ کے' جیسے برتن میں تلچھٹ رہ جاتی ہے جس کو اس کا مالک چوستا ہے' اور تم یہاں سے ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہو گے جس کے لئے زوال نہیں۔ پس جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے اس سے بہتر کے ساتھ وہاں منتقل ہو۔ کیونکہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ ایک پتھر جہنم کے منڈیر سے پھینکا جائے گا وہ ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا لیکن اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا' اور اللہ کی قسم! وہ جہنم البتہ بھر دی جائے گی' کیا تمہیں تعجب ہے؟

اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت کا ہو گا' اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہجوم کی وجہ سے پٹا ہوا ہو گا' اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں آدمی تھا۔ اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی خوراک نہیں تھی۔ یہاں تک کہ پتے کھاتے کھاتے ہماری باچھیں چھل گئیں۔ پھر مجھے ایک چادر پڑی مل گئی۔ میں نے چیر کر اس کے دو حصے کر لئے' ایک حصہ کی لنگی میں نے باندھ لی۔ اور دوسرے حصہ کی سعد بن مالک نے۔ آج ان ساتوں میں ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔ اور

میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے جی میں بڑا بنتا پھروں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں چھوٹا رہوں۔ اور دیکھو! کبھی کوئی نبوت نہیں ہوئی مگر رفتہ رفتہ اس کے آثار مٹتے گئے' اور آخرکار ملوکیت رہ گئی۔ اب تم کو ہمارے بعد کے امراء سے سابقہ پڑے گا۔ اور تم ان کا تجربہ کرو گے۔

(صحیح مسلم ص ۲۰۸ ج ۲)

مذکورہ بالا احادیث میں جنت کے دروازے کی مسافت چالیس برس کی ذکر کی گئی ہے اور ترمذی کی حدیث الباب میں تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے تین دن یا تین برس کی مسافت ذکر کی گئی ہے۔ ترمذی کی روایت اول تو کمزور ہے جب کہ امام ترمذی نے تصریح فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ کم مقدار میں حصر مقصود نہیں' بلکہ مراد اس سے طول مسافت کا ذکر کرنا ہے اس لئے جن احادیث میں زیادہ مسافت آئی ہے یہ ان کے منافی نہیں۔

جنت کے بازار کا ذکر

باب

مَا جَاءَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ . حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ . حَدَّثَنَا حَسَّانُ ابْنُ عَطِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ ، فَقَالَ سَعِيدٌ : أَفِيهَا سُوقٌ؟ قَالَ : نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ، ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ ، وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ

الجنة ، فتوضع لهم منابر من نور ومنابر من ذهب ومنابر من فضة ، ويجلس أدناهم وما فيهم من دني على كثبان المسك والكافور وما يرون أن أصحاب الكراسي بأفضل منهم مجلسا . قال أبو هريرة : قلت يا رسول الله وهل نرى ربنا ؟ قال : نعم ، قال : هل تمارون في رؤية الشمس والقمر ليلة البدر ؟ قلنا لا . قال : كذلك لا تمارون في رؤية ربكم ولا يبقى في ذلك المجلس رجل إلا حاضره الله محاضرة حتى يقول للرجل منهم يا فلان ابن فلان أتذكر يوم كذا وكذا ؟ فيذكر ببعض غدراته في الدنيا ، فيقول : يا رب أفلم تغفر لي ؟ فيقول : بلى ، فبسعة مغفرتي بلغت بك منزلتك هذه ، فبينما هم على ذلك غشيتهم سحابة من فوقهم فأمطرت عليهم طيبا لم يجدوا مثل ريحه شيئا قط ، ويقول ربنا تبارك وتعالى : قوموا إلى ما أعددت لكم من الكرامة فخذوا ما اشتهيتم ، فنأتي سوقا قد حفت به الملائكة ، فيه ما لم تنظر العيون إلى مثله ، ولم تسمع الآذان ، ولم يخطر على القلوب فيحمل لنا ما اشتهينا ، ليس يباع فيها ولا يشترى ، وفي ذلك السوق يلقى أهل الجنة بعضهم بعضا ، قال : فيقبل الرجل ذو المنزلة المرتفعة فيلقى من هو دونه وما فيهم دني فيروعه ما يرى عليه من اللباس ، فما ينقضي آخر حديثه حتى يتخيل إليه ما هو أحسن منه ، وذلك أنه لا ينبغي لأحد أن يحزن فيها ، ثم ننصرف إلى منازلنا ، فيتلقانا أزواجنا فيقلن مرحبا وأهلا ، لقد جئت وإن بك من الجمال أفضل مما فارقتنا عليه ، فيقول : إنا جالسنا اليوم ربنا الجبار ، ويحقنا أن ننقلب بمثل ما انقلبنا .

قال أبو عيسى : هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه .

وقد روى سويد بن عمرو عن الأوزاعي شيئا من هذا الحديث .

ترجمہ : "حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ان کی (مدینہ کے بازار میں) ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع کر دیں۔ حضرت سعید نے عرض کیا کہ کیا جنت میں بازار بھی ہو گا؟ فرمایا ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس (کے درجات) میں فروکش ہو جائیں گے۔ پھر ان کو دنیا کے دنوں کے (ہفتہ کے حساب سے) جمعہ کے دن کی مقدار میں (بارگاہ الٰہی کی) حاضری کی اجازت دی جائے گی' پس وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے اور جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ان کے سامنے عرش الٰہی ظاہر ہو گا' اور حق تعالیٰ شانہ تجلی فرمائیں گے' پس ان کے لئے (حسب مراتب) ممبر رکھے جائیں گے۔ ان میں سے بعض کی نشست نور کے منبروں پر ہوگی' بعض کی موتی کے منبروں پر' بعض کی یاقوت کے منبروں پر' بعض کی زبرجد کے منبروں پر' بعض کی سونے کے منبروں پر' بعض کی چاندی کے منبروں پر' اور ان میں سے جو حضرات سب سے کم مرتبہ ہوں گے اور ان میں کوئی شخص بھی بذات خود کم مرتبہ نہیں' وہ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے' ان حضرات کو یہ خیال نہیں ہو گا کہ جو حضرات کرسیوں اور منبروں پر تشریف فرما ہیں' ان کی نشست ان سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اور کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟

فرمایا۔ ہاں کیا تم سورج کے اور چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں کبھی شک و شبہ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، اسی طرح تم اپنے رب کے دیکھنے میں بھی شک نہیں کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جس سے حق تعالیٰ شانہ براہ راست گفتگو نہ فرمائیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی سے فرمائیں گے، اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کہا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض بے وفائیاں یاد دلائیں گے، وہ عرض کرے گا، اے پروردگار! کیا آپ نے میری مغفرت نہیں فرما دی؟ ارشاد ہو گا، کیوں نہیں؟ میری وسیع مغفرت کی بدولت ہی تو تو اپنے اس مرتبہ کو پہنچا۔ پس وہ اس حالت (لذت دیدار الٰہی وگفتار خداوندی) میں ہوں گے کہ اتنے میں اوپر سے ایک بدلی ان کو ڈھانک لے گی، پس ان پر خوشبو برسائے گی، ایسی خوشبو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی، اور ہمارے رب تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ اٹھو! اور تمہارے اعزاز اکرام کے لئے میں نے جو سامان تیار کر رکھا ہے اس میں سے جو تمہارا جی چاہے لے لو، پس ہم ایک بازار میں جائیں گے، جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہو گا، ایسا بازار نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا نہ کبھی کانوں نے سنا، اور نہ کبھی دلوں میں اس کا خیال آیا، اس بازار میں اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق ہم جن چیزوں کا انتخاب کر لیں گے وہ ہماری طرف اٹھا کر لائی جائیں گی۔ (یعنی فرشتے اس کو ہمارے گھر پہنچا دیں گے) اس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہو گی (بلکہ جو کچھ کسی کا دل چاہے گا حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے عطیہ اور ہدیہ کے طور پر پیش کر

دی جائے گی) اسی بازار میں اہل جنت کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اونچے مرتبہ کا شخص آ رہا ہو گا اور اس کی ملاقات اپنے سے کم مرتبہ شخص سے ہو گی، اور واقعتہ" ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہو گا۔ تو اس (کم مرتبہ شخص) کو اس بلند مرتبہ شخص) کے لباس پر رشک آئے گا (اور دل میں خیال گزرے گا کہ اس کا لباس بھی ایسا ہوتا) ابھی اس کی بات پوری نہیں ہو گی کہ اسے خیال ہو گا کہ اس کا لباس اس سے خوبصورت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے لئے شایاں نہیں کہ جنت میں غمگیں ہو (اور چونکہ اس خیال سے بھی کسی قدر غم لاحق ہو سکتا ہے کہ میرا لباس فلاں سے گھٹیا ہے۔ اس لئے فی الفور اس کا ازالہ کر دیا جائے گا) پھر ہم اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ہماری بیویاں مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ہمارا استقبال کریں گی، اور کہیں گی کہ اس وقت تمہارا حسن و جمال اس وقت سے کہیں بڑھ کر ہے جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے، ہم کہیں گے آج ہمیں اپنے رب جبار کی بارگاہ میں ہم نشینی میسر آئی ہے اس لئے ایسے حسن و جمال کے ساتھ لوٹنا ہی ہمارے لئے شایان شان ہے"۔

تشریح: جنت میں دنیا کے دن رات کا نظام تو نہیں ہو گا، لیکن ظاہر ہے کہ اندازۂ وقت کا کوئی نہ کوئی نظام وہاں بھی ہو گا۔ جس سے دنوں کا اور ماہ و سال کا حساب کیا جا سکے۔ پس دنیا کے ساتھ دنوں کی مدت میں جمعہ کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضری ہوا کرے گی۔ یہ گویا اہل جنت کی نماز جمعہ ہو گی اور جنت کے جس باغ میں یہ اجتماع ہو گا، وہ گویا اہل جنت کی جامع مسجد ہو گی اور بعید نہیں کہ یہ دنیا کی نماز جمعہ ہی کی مثالی شکل ہو۔ فرق یہ ہے کہ یہاں

تجلی الٰہی ظرف دنیا کے مطابق ظاہر ہوتی ہے وہاں ظرف جنت کے مطابق ہو گی۔ یہاں کلام الٰہی بالواسطہ (خطبہ و جماعت کی شکل میں) سنا جاتا ہے' وہاں ہر شخص بلاواسطہ شرف ہمکلامی حاصل کرے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عیدین کا بھی اجتماع ہوا کرے گا۔ جس میں پردہ نشینان جنت بھی شریک ہوا کریں گی' واللہ اعلم۔

اہل جنت کے مراتب کا کم و بیش ہونا تو واضح ہے' ظاہر ہے کہ انبیا صدیقین' شہدا' صالحین اور عامہ مومنین کے درجات میں تفاوت ہو گا' اور پھر ایک جماعت (مثلاً" حضرات انبیا کرام علیہم السلام کے درجات بھی مختلف ہوں گے' لیکن اہل جنت میں فی نفسہ کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہو گا سب عالی مرتبت ہوں گے جیسے انبیا کرام علیہم السلام سب کے سب عالی مرتبت ہیں اس کے باوجود ان کے آپس کے مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے اس حدیث میں دو مرتبہ فرمایا کہ "ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں" اور یہ جو فرمایا کہ "حق تعالیٰ شانہ بندے کی بعض بے وفائیاں یاد دلائیں گے" بے وفائیوں سے مراد گناہ اور لغزشیں ہیں۔ اول تو عہد الست کے ذریعہ سب بندوں نے حقوق ربوبیت ادا کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ پھر اہل ایمان نے حق تعالیٰ شانہ کے ہاتھ جان و مال کی بیع کا معاہدہ بھی کر رکھا ہے جیسا کہ آیت کریمہ:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (التوبۃ - ۱۱۱)

ترجمہ: "بے شک اللہ نے خرید لیں' ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس کے بدلے میں کہ ان کے لئے جنت ہے"۔

ان معاہدوں کا تقاضا یہ تھا کہ بندے کو ایک لمحہ بھی غفلت نہ ہوتی' اور

اس سے ایک آن کے لئے سرمو کوئی کوتاہی، کوئی لغزش اور کوئی گناہ نہ ہوتا۔ لیکن کون بندہ ایسا ہوگا کہ اس سے ادنیٰ بھول چوک بھی نہ ہو۔ پس بندوں کی کوتاہیاں، لغزشیں اور ان کے صغیرہ، کبیرہ گناہ ان معاہدوں کے خلاف ہیں اس لئے ان کو غدرات (عہد شکنیوں اور بے وفائیوں) سے تعبیر فرمایا گیا۔

اور یہ یاد دلانا عار دلانے اور شرمندگی و خجالت میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں ہوگا کہ جنت اس کا محل نہیں، بلکہ تجدید شکر کے لئے ہوگا۔ کیونکہ جب بندے کی نظر اس پر جائے گی کہ اپنے عمل تو ایسے تھے اب یہ محض حق تعالیٰ شانہ کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ میری ایسی ایسی عہد شکنیوں کے باوصف بھی مجھے نظر لطف سے محروم نہیں فرمایا تو اس سے حق تعالیٰ شانہ کی محبت میں مزید اضافہ ہوگا۔ اور جذبات شکر کے سمندر میں مزید طلاطم پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کو غلط فہمی کی بنا پر دوسرے شخص سے رنجش ہو اور وہ شخص دوسرے کے خلاف کارروائی کرتا ہو۔ مگر دوسرا اس پر برابر احسانات و انعامات کرتا جائے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔ بعد میں دونوں کی صلح ہو جائے اور انتہائی درجہ کی یگانگت و محبت پیدا ہو جائے، اب یہ دوسرے صاحب کبھی دل لگی کے لئے کہیں کہ "یہ حضرت بھی ہمارے خلاف سعی فرمایا کرتے تھے" ظاہر ہے کہ اس جملہ سے مقصود اپنے دوست کی توہین و تذلیل نہیں، بلکہ اس کو اپنی محبت و دوستی کی قدر و قیمت یاد دلانا ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ قَالاَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ .

حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا مَافِيهَا شِرَاءٌ وَلاَ بَيْعٌ إِلاَّ الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ، فَإِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُورَةً دَخَلَ فِيهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہو گی' اس میں بس مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہوں گی' جب آدمی ان میں سے کسی صورت کو پسند کرے گا اس میں داخل ہو جائے گا"۔

تشریح: ان تصویروں کی حیثیت غالباً" لباس کی ہو گی' مطلب یہ کہ حسن و جمال اور زینت و آرائش کے جس خاکہ و نقشہ' جس ہیئت و صورت اور جس شکل و شباہت کو آدمی پسند کرے گا وہ اسے فوراً" مہیا ہو جائے گی۔ اور آدمی اسے اپنا لے گا' بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ جنت میں (حد آدمیت کے اندر) مختلف شکلیں بدلنے کی بھی آدمی کو قدرت عطا کی جائے یا یہ کہ جب بھی آدمی تبدیلی شکل کی خواہش کرے حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے فوراً" یہ تبدیلی واقع ہو جایا کرے۔

جنت میں دیدارِ الٰہی

باب

مَا جَاءَ فِی رُؤْیَةِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی

اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ جنت میں اہل ایمان کو حق تعالیٰ شانہ کا بلاکیف و بلاجہت دیدار ہو گا اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کے مقابلہ میں جنت کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں' قرآن کریم کی متعدد آیات شریفہ میں صراحتاً" و اشارتاً" اس نعمت کبریٰ کا ذکر ہے اور اس بارے میں احادیث متواترہ وارد ہیں' حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے رسالہ "فقہ اکبر" میں ہے:

" ویراه المؤمنون وهم فی الجنة باعین رؤسهم بلاتشبیه ولا کیفیة ولا کمیة،

ولا يكون بينه وبين خلقه مسافة‘‘

(شرح فقه اکبر ۱۰۰)

ترجمہ: ’’اور اہل ایمان جنت میں سر کی آنکھوں سے حق تعالیٰ شانہ کی زیارت کریں گے بغیر تشبیہ کے، بغیر کیفیت کے اور بغیر کمیت کے اور حق تعالیٰ شانہ کے درمیان اور اس کی مخلوق کے درمیان مسافت نہیں ہو گی‘‘۔

حافظ ابن قیمؒ ’’حادی الارواح‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ جنت میں اہل ایمان کو دیدار الٰہی کی دولت و سعادت نصیب ہو گی اور یہ احادیث مندرجہ ذیل حضرات سے مروی ہیں: ابوبکر الصدیق، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جریر بن عبداللہ البجلی، صہیب بن سنان رومی، عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ اشعری، عدی بن حاتم، انس بن مالک، بریدہ بن حصیب، ابورزین العقیلی، جابر بن عبداللہ، ابوامامہ، زید بن ثابت، عمار بن یاسر، عائشہ ام المومنین، عبداللہ بن عمر، عمارہ بن زیبہ، سلمان فارسی، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، ابی بن کعب، کعب بن عجرہ، فضالہ بن عبید، ایک نامعلوم الاسم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنا معہم اجمعین‘‘۔

(التعلیق الصبیح ص ۴۲۰ ج ۶)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا، ثُمَّ قَرَأَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ).

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر فرمائی۔ پھر فرمایا۔ تم لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے پس تم اس کی زیارت کرو گے۔ جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ طلوع آفتاب سے قبل کی نماز (یعنی نماز فجر) اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز (یعنی نماز عصر) کے ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو۔ (یعنی نیند کے مشاغل کے غلبہ کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں فوت نہ ہونے پائیں) تو ایسا ہی کرو پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ "پس تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى

وَزِيَادَةٌ) قَالَ : إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادَى مُنَادٍ : إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ مَوْعِدًا ، قَالُوا : أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوهَنَا وَيُنَجِّينَا مِنَ النَّارِ وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ ؟ قَالُوا : بَلٰى ، قَالَ : فَيَنْكَشِفُ الْحِجَابُ ، قَالَ : فَوَاللهِ مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ

قَالَ أَبُو عِيسٰى : هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا أَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَرَفَعَهُ وَرَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَوْلَهُ .

ترجمہ : "حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد خداوندی:

" لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ " (یونس ۲۶)

"جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید براں (خدا کا دیدار) بھی"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ جب اہل جنت' جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ آپ حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کا ایک وعدہ ہے۔ اہل جنت کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید اور نورانی نہیں کر دیئے؟ ہمیں دوزخ سے نجات نہیں عطا فرما دی؟ کیا ہمیں جنت میں داخل نہیں فرما دیا؟ (اس کے بعد کونسا انعام باقی رہا؟) فرشتے کہیں گے کہ جی ہاں! (مگر ایک وعدہ ابھی باقی ہے' چنانچہ حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ پس (وہ حق تعالیٰ شانہ کا دیدار کریں گے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہو گی کہ) اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی جو ان کو دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو"۔

تشریح: یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس کا متن ترمذی کے متن سے زیادہ واضح ہے جو حسب ذیل ہے:

"اذا دخل اهل الجنة الجنة قال يقول الله تبارك وتعالى تريدون شيأ ازيدكم ؟ فيقولون الم تبيض وجوهنا ؟ الم تدخلنا الجنة وتنجينا من النار ؟ فما اعطوا شيأ احب اليهم من النظر إلى ربهم ، ثم تلا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"

(صحیح مسلم ص ۱۰۰ ج ۱)

ترجمہ: "جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے تم چاہتے ہو کہ تمہیں کچھ زیادہ بھی دوں؟ وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیئے؟ کیا ہمیں آپ نے جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اور دوزخ سے نجات نہیں دے دی؟ (اب اس سے بڑھ کر نعمت عظمیٰ کیا ہو سکتی ہے؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تب حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار کریں گے) پس ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی گئی جو اپنے پروردگار کا دیدار کرنے سے بڑھ کر ان کو محبوب ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ"۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کے لئے جنت کی نعمتوں میں سب سے لذیذ تر، مسرت افزا اور محبوب ترین چیز محبوب حقیقی کی زیارت ہے۔ اور اس کو "زیادۃ" یا "مزید" شاید اس لئے فرمایا کہ بندے کی حیثیت سے بہت ہی بالاتر چیز ہے۔ جس کا وہ دنیا میں تو کیا جنت میں پہنچ کر بھی تصور نہیں کر سکتا تھا، پس اس سے زیادہ لکھنے کی جرات و ہمت نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اس لطف و عنایت سے ہر مسلمان کو مشرف و مفتخر فرمائیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ "حجاب اٹھا دیا جائے گا" یہ حجاب خود بندوں پر ہے۔ حق تعالیٰ شانہ بے چون و چگوں ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ شانہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس "حجاب" کی حقیقت کیا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ اس سے بندے کی نہایت پستی و ذلت، اور انتہائی ضعف و ناتوانی کا حجاب مراد ہو جس کی وجہ سے وہ اس نور مطلق جل و علا شانہ کی زیارت سے قاصر ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ. أَخْبَرَنِي شَبَابَةُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ. قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَنْظُرُ إِلَى جِنَانِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَنَعِيمِهِ وَخَدَمِهِ وَسُرُرِهِ مَسِيرَةَ أَلْفِ سَنَةٍ، وَأَكْرَمَهُمْ عَلَى اللهِ مَنْ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ غَدْوَةً وَعَشِيَّةً، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ).

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعٌ. وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبْجَرَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفٌ. وَرَوَى عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ

ابْنُ الْعَلَاءِ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ .

ترجمہ : "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' سب سے ادنی درجہ کا جنتی وہ ہو گا جو اپنے باغات' اپنی بیویوں' اپنی نعمتوں' اپنے خدام اور (راحت کے لئے پھیلے ہوئے) تخت و کرسی کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت میں نظر کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہو گا جو حق تعالیٰ شانہ کے روئے انور کی صبح و شام زیارت کرے گا' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "بہت سے چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے' اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے"۔

تشریح: اس حدیث میں ادنی درجہ کا جنتی اس شخص کو فرمایا جس کی جنت ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہو گی' اور دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ سب سے آخری شخص جو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اسے دنیا سے دس گنا جنت ملے گی' ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں' کیونکہ "ہزار سال کی مسافت" کا لفظ کثرت کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ عربی میں سب سے بڑا ہندسہ ہزار کا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں دیدار الٰہی کی دولت و نعمت حسب مراتب میسر آئے گی' بعض اہل سعادت کو صبح و شام اس نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا' بعض کو جمعہ کے دن سوق الجنہ' میں ہفتہ وار زیارت ہو گی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین جنت کو سال میں دو مرتبہ عیدین کے موقع پر یہ سعادت نصیب ہوا کرے گی۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ جنت

میں دیدار الٰہی، دنیا میں معرفت خداوندی کی فرع ہے۔ پس دیدار بقدر معرفت ہو گا۔ رزقنا اللہ تعالیٰ بمحض لطفہ ومنہ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الكُوفِيُّ. حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ نُوحٍ الحِمَّانِيُّ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُضَامُّونَ(۱) فِي رُؤْيَةِ القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ وَتُضَامُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ؟ قَالُوا: لاَ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ القَمَرَ لَيْلَةَ البَدْرِ لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ. وَهٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَى عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَحَدِيثُ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ الأَعْمَشِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَحَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ، وَهٰكَذَا رَوَاهُ سُهَيْلُ ابْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا الحَدِيثِ، وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ کیا تم سورج کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں! فرمایا، تم

لوگ اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرو گے"۔

اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ہمیشہ راضی ہونگے

باب

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ . أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ ، فَيَقُولُونَ : لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ ، فَيَقُولُ : هَلْ رَضِيتُمْ ؟ فَيَقُولُونَ : مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ، فَيَقُولُ : أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ ، قَالُوا : أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ ؟ قَالَ : أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے' اے اہل جنت! وہ کہیں گے ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا تم راضی بھی ہو گئے ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں جبکہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تمہیں اس سے بڑھ کر ایک نعمت عطا کرتا ہوں' وہ عرض کریں گے' اب اس

سے بڑھ کر نعمت کیا ہو گی! حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے' وہ نعمت یہ ہے کہ میں نے تم پر اپنی رضا نازل کر دی۔ میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا"۔

تشریح: حق تعالیٰ شانہ کی رضا مندی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں ہی نہیں' جنت کی نعمتیں بھی ہیچ ہیں اور درحقیقت جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی کا محل ہے' دنیا میں بندے کی تگ و دو اور سعی و عمل کا اعلیٰ ترین مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے اور بندے سے حق تعالیٰ شانہ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے مولائے کریم سے راضی ہو۔ یعنی بندہ اپنی رضا کو رضائے الٰہی میں فنا کر دے۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میری خواہش کے مطابق ہوتا ہے' لوگوں کو ان کی اس بات پر تعجب ہوا تو فرمایا میں نے اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے مٹا دیا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہا ہے اور میری رائے مشیت الٰہی کے تابع ہے۔ اس لئے جو کچھ ہو رہا ہے گویا میری خواہش کے مطابق ہو رہا ہے۔

جس بندے کو مقام رضا حاصل ہو وہ تمام افکار سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسباب کی حد تک وہ فکر و اہتمام ضرور کرے گا۔ اس کے بعد اس معاملہ کو حق تعالیٰ شانہ کے سپرد کر دے گا اور قضا و قدر کا جو فیصلہ بھی رونما ہو وہ اس پر راضی ہو گا۔ ایسا شخص درحقیقت بڑی راحت میں ہے۔

اہلِ جنت کا بالاخانوں میں ایک دوسرے کو دیکھنا

باب

مَا جَاءَ فِي تَرَائِي أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْغُرَفِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ .

أَخْبَرَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْغُرْفَةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الشَّرْقِيَّ أَوِ الْكَوْكَبَ الْغَرْبِيَّ الْغَارِبَ فِي الْأُفُقِ وَالطَّالِعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُولٰئِكَ النَّبِيُّونَ ، قَالَ : بَلَى ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَأَقْوَامٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ . قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اہل جنت بعض حضرات کو بالاخانوں میں ایسے دیکھیں گے جیسے مشرقی ستارہ جو افق سے طلوع ہو رہا ہو' یا مغربی ستارہ جو افق میں غروب ہو رہا ہو' دور سے نظر آتا ہے' اور یہ درجات کی بلندی کی وجہ سے ہو گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا یہ دور سے نظر آنے والے حضرات انبیا کرام علیہم السلام ہوں گے؟ فرمایا' ہاں! اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اور (انبیا کرام علیہم السلام کے علاوہ) کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی"۔

تشریح : مطلب یہ کہ بعض حضرات کے درجات اتنے بلند ہوں گے کہ جس طرح اہل زمین دور افق میں طلوع یا غروب ہونے والے کسی ستارے کو دیکھتے ہیں' اہل جنت کو ان حضرات کے بالاخانے اس طرح دور سے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ حضرات انبیا کرام علیہم السلام کو تو یہ مراتب عالیہ میسر آئیں گے ہی' ان کے علاوہ بھی کچھ خوش بخت حضرات ایسے ہوں گے جن کو اس دولت عظمیٰ سے نوازا جائے گا۔

اہلِ جنت بھی ہمیشہ رہیں گے اور اہلِ جہنم بھی

باب

مَا جَاءَ فِی خُلُودِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ، ثُمَّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ، فَيَقُولُ : أَلَا يَتْبَعُ كُلُّ إِنْسَانٍ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَهُ ، فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيبِ صَلِيبُهُ ، وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيرِ تَصَاوِيرُهُ ، وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ ، فَيَتْبَعُونَ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ، وَيَبْقَى الْمُسْلِمُونَ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ ، فَيَقُولُ: أَلَا تَتَّبِعُونَ النَّاسَ ؟ فَيَقُولُونَ : نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ، اللهُ رَبُّنَا ، هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ ، ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيَقُولُ: أَلَا تَتَّبِعُونَ النَّاسَ ؟ فَيَقُولُونَ: نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ اللهُ رَبُّنَا ، وَهٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ ، قَالُوا : وَهَلْ نَرَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ : وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ؟ قَالُوا : لَا يَا رَسُولَ اللهِ ، قَالَ : فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ ، ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُونِي ، فَيَقُومُ الْمُسْلِمُونَ وَيُوضَعُ الصِّرَاطُ ، فَيَمُرُّونَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ ، وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلِّمْ سَلِّمْ ، وَيَبْقَى أَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ ، ثُمَّ يُقَالُ هَلِ امْتَلَأْتِ ؟ فَتَقُولُ (هَلْ مِنْ مَزِيدٍ) ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ ، فَيُقَالُ : هَلِ امْتَلَأْتِ ، فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، حَتّٰى إِذَا أُوعِبُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ

قَدَمَهُ فِيهَا وَأَزْوَى بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ ، ثُمَّ قَالَ : قَطْ ، قَالَتْ : قَطْ قَطْ ، فَإِذَا أَدْخَلَ اللهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ ، قَالَ : أُتِيَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا ، فَيُوقَفُ عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ ، فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا أَهْلَ النَّارِ ، فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ يَرْجُونَ الشَّفَاعَةَ ، فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ : هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا ؟ فَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ : قَدْ عَرَفْنَاهُ ، هُوَ الْمَوْتُ الَّذِي وُكِّلَ بِنَا ، فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں گے، پھر رب العالمین ان پر تجلی فرمائیں گے (جیسا ظہور اس کی شان کے لائق ہے) اور کہیں گے کہ ہر انسان اس چیز کے پیچھے جائے جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ صلیب پرستوں کے سامنے صلیب نمایاں ہو گی، تصویروں کے پجاریوں کے سامنے تصویریں آکھڑی ہونگی، آتش پرستوں کے سامنے آگ ظاہر ہو گی، پس جو جو لوگ جس جس چیز کی عبادت کیا کرتے تھے وہ اس اس چیز کے پیچھے چل پڑیں گے اور مسلمان کھڑے رہ جائیں گے۔ پس رب العالمین ان پر تجلی فرمائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟ (مگر یہ تجلی معہود انداز میں نہ ہو گی اس لئے

مسلمان اسے پہچان نہ سکیں گے' اور) وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' ہم تو اسی جگہ ٹھہریں گے جب تک کہ اپنے رب کو نہیں دیکھ لیتے' اور اللہ تعالیٰ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے' پھر ان سے چھپ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ان پر تجلی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟ (چونکہ اس بار کی تجلی بھی غیر معہود انداز میں ہو گی اس لئے مسلمان پہچان نہیں سکیں گے اور) وہ کہیں گے کہ تجھ سے اللہ کی پناہ! تجھ سے اللہ کی پناہ ہم تو یہیں ٹھہریں گے یہاں تک کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ اور وہ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم اللہ رب العزت جل شانہ کی زیارت کریں گے؟ فرمایا' اور کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! نہیں! فرمایا پھر تم اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے دیکھنے میں بھی شک نہیں کرو گے۔ پھر (دوسری مرتبہ کی تجلی کے بعد حق تعالیٰ شانہ) ان سے چھپ جائیں گے' پھر (تیسری مرتبہ) ان پر تجلی فرمائیں گے' پس ان کو اپنی پہچان کرا دیں گے (یعنی اس بار تجلی معہود انداز میں ہو گی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے) پھر فرمائیں گے' میں تمہارا رب ہوں' پس میری پیروی کرو۔ اور (جہنم کی پشت پر) پل صراط رکھا جائے گا۔ پس لوگ اس پر عمدہ تیز رو گھوڑے اور اونٹ کی رفتار سے گزریں گے (یعنی لوگوں کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق تیز اور سست ہو گی جیسا کہ دوسری احادیث

میں تفصیل ہے) اور پل صراط پر ان کا قول سلم سلم ہو گا۔ (اور دوسری احادیث میں ہے کہ اس دن سوائے انبیا علیہم السلام کے کوئی کلام نہیں کریگا اور انبیا کرام علیہم السلام کا قول رب سلم سلم ہو گا یعنی اے رب! سلامت رکھ سلامت رکھ)۔

اور اہل دوزخ باقی رہ جائیں گے۔ پس اہل دوزخ میں سے دوزخ کے اندر ایک فوج کو ڈال کر دوزخ سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ "ہل من مزید" پکارے گی یعنی کچھ اور ہے تو لاؤ۔ پھر ایک فوج کو ڈال کر پوچھا جائے گا کہ تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ بدستور "ہل من مزید" پکارتی رہے گی، یہاں تک کہ جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے (اس کے باوجود اس کا "ہل من مزید" کا مطالبہ بند نہیں ہو گا) تو رحمن اس میں اپنا قدم رکھے گا (اور اس قدم رکھنے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) اور جہنم کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے۔ پھر فرمائے گا بس کر۔ وہ بس بس کہنے لگے گی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور دوزخ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا جس کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کرنا منظور ہو۔ صرف کافر ہی دوزخ میں رہ جائیں گے) تو موت کو گھسیٹتے ہوئے لایا جائیگا۔ اور اس دیوار پر جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ہے، اس کو کھڑا کیا جائے گا، پھر اہل جنت کو آواز دی جائے گی تو وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے۔ پھر اہل دوزخ کو آواز دی جائے گی تو وہ خوش ہو کر شفاعت کی امید کرتے

ہوئے جھانکیں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل دوزخ سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو' دونوں فریق کہیں گے کہ جی ہاں! ہم اسے پہچانتے ہیں۔ یہ وہی موت ہے جو ہم پر مسلط تھی۔ پس اس کو لٹا کر اس دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اعلان ہو گا کہ اے اہل جنت! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں ہو گی"۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ ابْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ ، وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حَزَنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مِثْلُ هٰذَا مَا يُذْكَرُ فِيهِ أَمْرُ الرُّؤْيَةِ أَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَذِكْرُ الْقَدَمِ وَمَا أَشْبَهَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ .

وَالْمَذْهَبُ فِي هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ ، وَابْنِ عُيَيْنَةَ ، وَوَكِيعٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ رَوَوْا هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ ، ثُمَّ قَالُوا : تُرْوَى هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ وَنُؤْمِنُ بِهَا ، وَلَا يُقَالُ كَيْفَ ؟ وَهٰذَا الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنْ تُرْوَى هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ كَمَا جَاءَتْ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا تُفَسَّرُ وَلَا تُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ ، وَهٰذَا أَمْرُ

أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ.

وَمَعْنَى قَوْلِهِ فِي الْحَدِيثِ: فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ يَعْنِي يَتَجَلَّى لَهُمْ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو موت کو سفید و سیاہ مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ پس جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پس اگر کوئی خوشی سے مر سکتا تو اہل جنت (اس منظر کو دیکھ کر خوشی سے) مر جاتے، اور اگر کوئی غم کی وجہ سے مر سکتا تو اہل دوزخ (اس منظر کو دیکھ کر) مر جاتے۔

مصنف (امام ترمذیؒ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث ایسی مروی ہیں جن میں دیدار الٰہی کا ذکر ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب کی زیارت کریں گے اور بہت سی احادیث میں قدم اور اس قسم کی اور اشیا کا ذکر ہے۔ اہل علم ائمہ دین مثلاً سفیان ثوریؒ، مالک بن انسؒ، سفیان بن عیینہؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، اور وکیعؒ وغیرہ کا مذہب ان امور میں یہ ہے کہ وہ ان اشیا کو روایت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے۔ اسی مسلک کو محدثین نے اختیار کیا ہے کہ وہ ان اشیا کو من و عن نقل کرتے ہیں اور ان پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تشریح و تفسیر نہیں کی جاتی۔ ان کی کیفیت کا تصور نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کی تفتیش کی جاتی ہے اور اہل علم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور یہ جو

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی پہچان کرائیں گے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر (ایسی) تجلی فرمائیں گے (جس کی پہچان ان کو حاصل ہو)"۔

جنت کے گرد مشقتوں کا احاطہ

باب

مَا جَاءَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگواریوں اور مشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے"۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو . حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : أُنْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَجَاءَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ

بِهَا أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَهَا ، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ ، فَقَالَ : أَرْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ ، قَالَ اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا ، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضاً ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا ، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ ، فَقَالَ أَرْجِعْ إِلَيْهَا ، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ جنت کو، اور میں نے اس میں جنتیوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کو دیکھو۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام گئے جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا۔ واپس آکر عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کو سن لے گا، اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا، پس حق تعالیٰ شانہ نے حکم فرمایا کہ جنت کے گرد مشقتوں اور ناگواریوں کا احاطہ کر دیا جائے۔ چنانچہ کر دیا گیا پھر جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ وہاں دوبارہ جاؤ اور دیکھو کہ میں نے اہل جنت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے، جبریل علیہ السلام دوبارہ گئے تو دیکھا کہ اس کے گرد مشقتوں اور ناگواریوں کا احاطہ کر دیا گیا ہے۔ واپس آئے تو عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جاؤ

دوزخ کو اور اس کے اندر اہل دوزخ کے لئے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کو دیکھ کر آؤ۔ وہ گئے تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ پر سوار ہو رہا ہے' واپس آکر عرض کیا کہ آپ کی عزت کی قسم! ایسا کوئی بھی نہ ہو گا جو اس کو سن لے' پھر اس میں داخل ہو جائے پھر حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے اس کے گرد خواہشات کی باڑھ کر دی گئی تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کو دوبارہ دیکھ کر آؤ۔ وہ دوبارہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا"۔

جنت اور دوزخ کی باہمی گفتگو

باب

مَا جَاءَ فِي احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ ، فَقَالَتِ الْجَنَّةُ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِينُ ، وَقَالَتِ النَّارُ : يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ ، فَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ عَذَابِي أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ ، وَقَالَ لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ شِئْتُ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت و دوزخ کا

مباحثہ ہوا۔ جنت نے کہا کہ مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے اور دوزخ نے کہا کہ مجھ میں سرکش اور متکبر لوگ داخل ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے۔ میں تیرے ذریعہ جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا اور جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے۔ میں تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا"۔

ادنیٰ جنتی کے ناز و نعمت کا بیان

باب

مَا جَاءَ مَا لِأَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ. أَخْبَرَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ. حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحٰرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِي لَهُ ثَمَانُونَ أَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ زَوْجَةً، وَتُنْصَبُ لَهُ قُبَّةٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ وَيَاقُوتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ إِلَى صَنْعَاءَ. وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ دُونَ أَبْنَاءِ ثَلَاثِينَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيدُونَ عَلَيْهَا أَبَدًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ. وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيجَانَ، إِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ.

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادنی مرتبہ کا جنتی وہ ہو گا جس کے اسی ہزار خدام ہوں گے اور اس کی بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے موتی، زبرجد اور یاقوت کا اتنا وسیع قبہ نصب کیا جائے گا جتنا کہ جابیہ اور صنعا کے درمیان فاصلہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سے جس شخص کا بھی انتقال ہوا خواہ وہ کم عمر کا ہو یا زیادہ عمر کا، جنت کے اندر سب کے سب تیس سالہ جوان ہوں گے اور ہمیشہ اسی عمر کے رہیں گے (سن و سال سے ان کی جوانی میں تغیر نہیں ہو گا) اور اہل دوزخ بھی اسی طرح ہوں گے، تیسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کے سروں پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کے ادنی موتی کی چمک سے مشرق سے مغرب تک پوری زمین روشن ہو جائے"۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ. حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ. حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ وَلَا يَكُونُ وَلَدٌ، هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي وَلٰكِنْ

لَا يَشْتَهِي . قَالَ مُحَمَّدٌ : وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ وَأَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِي اسْمُهُ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو ، وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ أَيْضًا .

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب جنت میں اولاد کا خواہش مند ہو گا تو اس کا حمل، وضع حمل اور بچے کا بڑا ہونا ایک گھڑی میں ہو جائے گا جیسا کہ مومن چاہے گا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ (جنت میں اولاد بھی ہو گی یا نہیں؟) بعض فرماتے ہیں کہ جنت میں بیویوں سے مقاربت تو ہو گی مگر اولاد نہیں ہو گی۔ حضرت طاؤسؒ، مجاہد، اور ابراہیم نخعیؒ سے اسی طرح مروی ہے اور امام اسحاق بن ابراہیمؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ "جب مومن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک گھڑی میں جیسی اولاد چاہے گا ہو جائے گی" کے بارے میں فرمایا کہ، مگر مومن جنت میں یہ چاہے گا ہی نہیں۔ اور امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو رزین عقیلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اہل جنت کے یہاں جنت میں اولاد نہیں ہو گی"۔

حوران بہشتی کا ترانہ

باب

مَا جَاءَ فِي كَلَامِ الْحُورِ الْعِينِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالاَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُورِ الْعِينِ يُرَفِّعْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعِ الْخَلاَئِقُ مِثْلَهَا ، قَالَ : يَقُلْنَ : نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلاَ نَبِيدُ ، وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلاَ نَبْؤُسُ ، وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلاَ نَسْخَطُ ، طُوبَى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ .

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ .

ترجمہ : "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں حور عین کا ایک اجتماع ہوتا ہے' وہ بلند آواز سے کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی' یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں' پس ہلاک نہیں ہوں گی اور ہم ہمیشہ ناز و نعمت میں رہنے والیاں ہیں' پس کبھی تنگی اور مشقت میں مبتلا نہیں ہوں گی۔ اور ہم راضی رہنے والیاں ہیں' پس کبھی ناراض نہیں ہوں گی' پس مبارک ہے وہ شخص جو ہمارا ہو اور ہم اس کی ہوں"۔

جنت کی نہروں کا بیان

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ . أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ، ثُمَّ تُشَقَّقُ الْأَنْهَارُ بَعْدُ

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَحَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَالِدُ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ . وَالْجُرَيْرِيُّ يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍ وَاسْمُهُ سَعِيدُ ابْنُ إِيَاسٍ .

ترجمہ : "حضرت معاویہؓ بن حیدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک دریا پانی کا ہے، ایک شہد کا، ایک دودھ کا اور ایک شراب طہور کا۔ پھر ان دریاؤں سے نہریں نکلتی ہیں"۔

جنت کی دعا اور دوزخ سے پناہ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ : اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ، وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ : اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ .

قَالَ هٰكَذَا رَوَى يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ . وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَوْقُوفًا أَيْضًا

ترجمہ : "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص تین مرتبہ

اللہ تعالیٰ سے جنت کی درخواست کرے، جنت اس کے لئے دعا کرتی ہے کہ یا اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دیجئے۔ اور جو تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگے، دوزخ اس کے لئے دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ عطا فرما دیجئے"۔

تین لائق رشک حضرات

باب

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ ، أُرَاهُ قَالَ : يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَغْبِطُهُمُ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ : رَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ . وَرَجُلٌ يَؤُمُّ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ . وَعَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، وَأَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ ، وَيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ .

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین (قسم کے آدمی) قیامت کے دن کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے اور اولین و آخرین ان پر رشک کریں گے۔ ایک وہ شخص جو (محض رضائے الٰہی کے لئے) ہر دن رات میں پنجگانہ نمازوں کی اذان دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اس حالت میں کہ وہ (اس کے دین و دیانت اور طہارت و تقویٰ کی وجہ سے) اس سے راضی ہوں۔ تیسرا وہ غلام جس

نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی"۔

تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیارے

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللهِ. وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا، أُرَاهُ قَالَ: مِنْ شِمَالِهِ. وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَالصَّحِيحُ مَا رَوَى شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ عَيَّاشٍ كَثِيرُ الْغَلَطِ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ ایک وہ شخص جو رات کا قیام کرے (یعنی تہجد پڑھے) کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے۔ دوسرا وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ سے بھی اس کو چھپائے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی جہاد میں تھا، اس کے رفقا پسپا ہو گئے مگر وہ دشمن کی طرف آگے بڑھا (یہاں تک کہ شہید ہو گیا)"۔

فرات سے خزانے کا ظاہر ہونا

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ . حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُوشِكُ الْفُرَاتُ يَحْسِرُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ . حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ (آخری زمانہ میں) فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور اس سے سونے کا ایک خزانہ ظاہر ہو گا' پس جو شخص اس وقت وہاں موجود ہو اس میں سے کچھ نہ لے"۔

تشریح: یہ قرب قیامت کے زمانہ میں ہو گا' صحیح مسلم (۱-۳۹۱) کی روایت میں ہے کہ اس خزانے کے حصول پر لوگوں کی لڑائی ہو گی' یہاں تک کہ ۹۹ فیصد آدمی مارے جائیں گے۔ اتنی شدت کی جنگ کے باوجود لوگوں کی حرص کا یہ حال ہو گا کہ ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ شاید میں بچ جاؤں تو یہ خزانہ میں لے لوں۔ چونکہ لوگوں کی آزمائش کے لئے یہ ایک نشان ہی ہو گا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہوں وہ اس حرص میں مبتلا نہ ہوں۔

تین شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور تین مبغوض

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ : سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ خِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ يَرْفَعُهُ إِلَى أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ثَلاَثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ ، وَثَلاَثَةٌ يَبْغَضُهُمُ اللّٰهُ ؛ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ : فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ بِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوهُ ، فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْقَابِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لاَ يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلاَّ اللّٰهُ ، وَالَّذِي أَعْطَاهُ . وَقَوْمٌ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ نَزَلُوا فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ ، فَقَامَ أَحَدُهُمْ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُو آيَاتِي . وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوا وَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ . وَالثَّلاَثَةُ الَّذِينَ يَبْغَضُهُمُ اللّٰهُ : الشَّيْخُ الزَّانِي . وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ . وَالْغَنِيُّ الظَّلُومُ .

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ . حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ، وَهٰكَذَا رَوَى شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَ هٰذَا ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

ترجمہ : "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور تین ایسے ہیں جن کو مبغوض رکھتے ہیں۔ وہ تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے

ہیں ان میں ایک شخص تو وہ ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت کے پاس گیا' اس نے ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا' کسی قرابت اور رشتہ کی بنیاد پر نہیں مانگا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کو کچھ نہ دیا۔ ان کی جماعت میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے الگ لے جا کر سائل کو پوشیدہ طور پر دے دیا کہ اس کے عطیہ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس شخص کے سوا' جس کو دیا' کسی کو علم نہیں ہوا (تو یہ دینے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے) دوسرا وہ شخص جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک قوم ساری رات سفر میں چلتی رہی' یہاں تک کہ (جب وہ لوگ تھک کر چور ہو گئے اور نیند کا ان پر ایسا غلبہ ہوا کہ' نیند ان کو اس کے مقابلہ میں تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی تو انہوں نے سر رکھ دیئے اور سو رہے' ان میں سے ایک شخص (سونے کے بجائے نماز تہجد کے لئے) کھڑا ہو گیا' (حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ) وہ میرے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے اور میری آیات کی تلاوت کرتا ہے (پس یہ دوسرا شخص ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے) اور تیسرا وہ آدمی جو کسی مجاہد دستے میں تھا' دشمن سے مقابلہ ہوا تو سب لوگ پسپا ہو گئے' لیکن یہ شخص سینہ تان کر آگے بڑھتا رہا' یہاں تک کہ یہ شہید ہو جائے یا اس کی فتح ہو جائے' اور تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتے ہیں وہ یہ ہیں: بڈھا زانی' متکبر فقیر اور وہ مالدار جو کسی کا حق مارے"۔

جہنم کے احوال

ابواب صفۃ جہنم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جہنم کے حالات

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ . حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا قَالَ عَبْدُ اللهِ : وَالثَّوْرِيُّ لَا يَرْفَعُهُ .

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ .

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جہنم کو لایا جائے گا اس دن' اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی' اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے“۔

جہنم سے ایک گردن نکلے گی

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُولُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا.

وَرَوَى أَشْعَثُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن دوزخ سے آگ کی ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھ رہی ہوں گی، دو کان ہوں گے جو سن رہے ہونگے، اور ایک زبان ہو گی جو بول رہی ہو گی۔ وہ کہے گی کہ مجھے تین (قسم کے) شخصوں پر مقرر کیا گیا ہے ہر سرکش ضدی پر، ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارے اور تصویر بنانے والوں پر"۔

جہنم کی گہرائی

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ. حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى مِنْبَرِنَا هٰذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا وَمَا تُفْضِي إِلَى قَرَارِهَا، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: أَكْثِرُوا ذِكْرَ النَّارِ فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيدٌ، وَإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيدٌ، وَإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيدٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِي زَمَنِ عُمَرَ، وَوُلِدَ الْحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ.

ترجمہ : ”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس منبر پر یعنی بصرہ کی جامع مسجد کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ ایک بڑی چٹان جہنم کی منڈیر سے ڈالی جائے اور وہ جہنم میں ستر برس گرتی رہے تب بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گی' اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دوزخ کا ذکر بہ کثرت کیا کرو کیونکہ اس کی گرمی بہت شدید ہے' اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں“۔

جہنم میں آگ کا پہاڑ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ . حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الصَّعُودُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيهِ الْكَافِرُ سَبْعِينَ خَرِيفًا وَيَهْوِي بِهِ كَذٰلِكَ مِنْهُ أَبَدًا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ .

ترجمہ : "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (قرآن کریم میں جو ہے: "سارھقہ صعودا" یعنی "عنقریب ہم چڑھائیں گے اس کافر کو چڑھائی پر" اس لفظ صعود کی تفسیر کرتے ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صعود" آگ کا پہاڑ ہے جس پر ستر برس تک کافر چڑھتا رہے گا۔ پھر گر جائے گا' (پھر ستر سال تک چڑھتا رہے گا' پھر گر جائے گا) اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا"۔

دوزخ میں دوزخیوں کی جسامت

باب

مَا جَاءَ فِي عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ . أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ . حَدَّثَنِي جَدِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ أُحُدٍ ، وَفَخِذُهُ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ ، وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ مِثْلَ الرَّبَذَةِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

وَمِثْلُ الرَّبَذَةِ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَالرَّبَذَةِ . وَالْبَيْضَاءُ : جَبَلٌ مِثْلُ أُحُدٍ .

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ : ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَأَبُو حَازِمٍ هُوَ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ .

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن احد پہاڑ جیسی ہو گی اور اس کی ران بیضا پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کے بیٹھنے کی جگہ (اتنی وسیع ہو گی کہ) تین دن کی مسافت کے برابر ہو گی جتنی کہ مدینہ طیبہ سے ربذہ کی مسافت ہے"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ . حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْمُخَارِقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانُهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّؤُهُ النَّاسُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

وَالْفَضْلُ بْنُ يَزِيدَ هُوَ كُوفِيٌّ قَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ ، وَأَبُو الْمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ .

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اپنی زبان کو گھسیٹتا ہوا چلے گا جو تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیلی ہوئی ہو گی لوگ اس کو پاؤں تلے روندتے ہوں گے“۔

تشریح: یہ غالباً“ میدان حشر میں ہوگا کہ کفار دنیا میں حق تعالیٰ شانہ کی آیات اور انبیا کرام علیہم السلام کے بارے میں زبان درازی کرتے تھے اس لئے ان کو یہ سزا ملی کہ کتے کی طرح ان کی زبان باہر نکل آئی، اور زبان درازی کے بقدر تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیل گئی۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى . أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ ذِرَاعًا ، وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ ، وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ .

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کافر کی کھال کی جسامت بیالیس گز ہو گی اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہو گی اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جتنا فاصلہ کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے“۔

دوزخیوں کے پینے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ . حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو

ابْنِ الْحٰرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (كَالْمُهْلِ) قَالَ كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَرِشْدِينُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيهِ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ارشاد "کالمہل" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد زیتون کی تلچھٹ کی سی چیز ہے وہ اس قدر گرم ہو گی کہ جب کافر اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا تو اس کے چہرے کی کھال پگھل کر اس میں گر پڑے گی"۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ. أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ فَيَسْلِتُ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ.

وَسَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ يُكْنَى أَبَا شُجَاعٍ وَهُوَ مِصْرِيٌّ. وَقَدْ رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

وَابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ

ترجمہ : ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میں کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ سروں سے نفوذ کر جائیگا۔ یہاں تک کہ جب پیٹ تک پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی تمام انتڑیوں کو بہا لے جائیگا' یہاں تک کہ وہ دوزخی کے قدموں سے نکل جائیں گی اور یہی صہر ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

” يُصْهَرُ بِهِ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدِ ..(الحج : ۲۰)

ترجمہ : ”اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں (انتڑیاں) اور (ان کی کھالیں سب گل جاویں گی۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پھر دوبارہ۔ سہ بارہ اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائیگا“۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ . أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ) قَالَ : يُقَرَّبُ إِلَى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ ، فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ ، فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ ، يَقُولُ اللهُ (وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ) وَيَقُولُ (وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ) .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

وَهٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ ، وَلَا نَعْرِفُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ إِلَّا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ .

وَقَدْ رَوَى صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ لَهُ أَخٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُخْتُهُ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو هٰذَا الْحَدِيْثَ رَجُلٌ آخَرُ لَيْسَ بِصَاحِبٍ.

ترجمہ: "حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ:

"وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهُ" (ابراھیم: ۱۶)

ترجمہ: اور اس کو دوزخ میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے) مشابہ ہو گا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ پانی دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اس سے گھن کرے گا پھر جب اس کے منہ سے لگایا جائیگا تو اس کے چہرے کو بھون دیگا اور اس کے سر کا چمڑا گر جائیگا پھر جب وہ اسے پئے گا تو وہ اس کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ اس کے پچھلے راستے سے نکل جائیں گی حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

" وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْماً فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ "

(محمد: ۱۵)

ترجمہ: "اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) نیز فرماتے ہیں:

" وَاِنْ يَسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ

يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔۔ (الکہف:۔ ۲۹)

ترجمہ: "اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا مونہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہو گا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہو گی"۔ (ترجمہ حضرت تھانوی")

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ. أَخْبَرَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحٰرِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (كَالْمُهْلِ) كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ.

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِسُرَادِقِ النَّارِ أَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مِثْلُ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ سَنَةً.

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهَرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، وَفِي رِشْدِينَ مَقَالٌ، وَقَدْ تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

وَمَعْنَى قَوْلِهِ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ: يَعْنِي غِلَظَهُ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے لفظ "کالمہل" کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ روغن زیتون کی

تلچھٹ کی طرح ہو گا پس جب اس کے (یعنی دوزخی کے) قریب لایا جائیگا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی نیز دوزخ کے پردوں (سرادقِ النار) کے بارے میں فرمایا کہ یہ چار دیواریں ہوں گی ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہو گی۔

نیز فرمایا کہ غساق کا ایک ڈول اگر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں"۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ (اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

" يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ "

(آل عمران : ۱۰۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (جیسا)

ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اور ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی زندگی اجیرن کر ڈالے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا۔ جس کا یہ کھانا ہو گا؟ (نعوذ باللہ)

دوزخیوں کے کھانے کا بیان

باب

مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا قُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ، فَيَسْتَغِيثُونَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ ذِي غُصَّةٍ، فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيمُ بِكَلَالِيبِ الْحَدِيدِ، فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوَتْ وُجُوهَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُونَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِي بُطُونِهِمْ، فَيَقُولُونَ: ادْعُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ، فَيَقُولُونَ: (أَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ) قَالَ: فَيَقُولُونَ: ادْعُوا مَالِكًا، فَيَقُولُونَ (يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ)؟ قَالَ: فَيُجِيبُهُمْ (إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ)

قَالَ الْأَعْمَشُ : نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ . قَالَ : فَيَقُولُونَ : أُدْعُوا رَبَّكُمْ فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ ، فَيَقُولُونَ (رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ) قَالَ : فَيُجِيبُهُمْ (اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ) قَالَ : فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَأْخُذُونَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ . قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُونَ هٰذَا الْحَدِيثَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : إِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَوْلَهُ وَلَيْسَ بِمَرْفُوعٍ ، وَقُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ : "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی جس کی اذیت اس عذاب کے برابر ہو گی جس میں وہ پہلے سے مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ وہ بھوک سے بے تاب ہو کر کھانے کی فریاد کریں گے' اور ان کی فریاد رسی "ضریع" کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے' نہ بھوک کو دفع کرے۔ پس وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے' اب ان کی فریاد رسی ایسے کھانے سے کی جائے گی جو گلے میں اٹک جائے۔ اس وقت ان کو یاد آئیگا کہ دنیا میں جب ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو وہ پینے کی کسی چیز کے ذریعہ اسے حلق سے اتارا کرتے تھے۔ چنانچہ پانی کی التجا کریں گے' تب ان کو کھولتا ہوا پانی زنبوروں کے ذریعہ پکڑایا جائے گا'

پس جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے منہ کے قریب پہنچیں گے تو ان کے چہروں کے گوشت کو بھون ڈالیں گے اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں داخل ہو گا تو ان کے پیٹ کے اندر کی چیزوں (انتڑیوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگا۔ پس وہ بے تاب ہو کر کہیں گے کہ دوزخ پر مقرر فرشتوں کو پکارو' جب فرشتوں کو پکاریں گے تو فرشتے جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ (اور انہوں نے تمہیں تمرد و سرکشی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟) وہ کہیں گے جی! رسول تو ہمارے پاس ضرور آئے تھے (مگر ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور ان کی بات نہ مانی) فرشتے کہیں گے' پھر تم پڑے پکارتے رہو (اب تمہاری چیخ و پکار بے سود ہے' کیونکہ تم نے انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں کفر کیا) اور کافروں کی پکار محض رائیگاں ہے۔ اب وہ آپس میں کہیں گے کہ داروغہ جہنم' مالک' کو پکارو' چنانچہ وہ مالک (داروغہ جہنم کو پکاریں گے کہ: "اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے (یعنی ہمیں موت دیدے) مالک ان کو جواب دے گا کہ (نہیں! بلکہ) تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے (موت کو موت آچکی ہے' اس لئے اب کسی دوزخی کو موت نہیں آئے گی)۔ امام اعمش" فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ دوزخیوں کے مالک کو پکارنے اور مالک کے (مذکور الصدر) جواب دینے کے درمیان ہزار سال کا وقفہ ہو گا (یعنی ہزار سال تک وہ مالک کو پکارتے رہیں گے' اور ہزار سال کے بعد جواب ملیگا تو یہ کہ: بک بک مت کرو۔ تم پر موت نہیں آئے گی' بلکہ تمہیں ہمیشہ اسی

حالت میں رہنا ہے) مالک داروغہ جہنم کا مایوس کن جواب سن کر وہ آپس میں کہیں گے کہ اب اپنے رب ہی کو بلاواسطہ پکارو، کیونکہ تمہارے رب سے بہتر تو کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ التجا کریں گے:

"اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور کوئی شک نہیں کہ ہم گمراہ رہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دے اگر دوبارہ ہم نے وہی کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بڑے ظالم ہوں گے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر گدھے کی طرح آواز نکالنے اور حسرت و ویل پکارنے لگیں گے"۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي شُجَاعٍ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلى اللهُ عليهِ وَسَلَّمَ قَالَ (وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ) قَالَ تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتَّى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلَى حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ ، وَأَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدٍ الْعُتْوَارِيُّ وَكَانَ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ

ترجمہ : "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ:

ترجمہ : "اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے" (ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ کافر کو جھلس دیگی۔ پس اس کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائیگا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف سے جا لگے گا۔

دوزخ کی زنجیروں کی لمبائی

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ . أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّ رُصَاصَةً(1) مِثْلَ هٰذِهِ ، وَأَشَارَ إِلَى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ، وَهِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ ، وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَعْرَهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَسَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ هُوَ مِصْرِيٌّ . وَقَدْ رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس کھوپڑی کی مثل سیسے کا گولہ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات سے پہلے زمین پر آرہے گا' حالانکہ یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے اور

اگر یہی سیسے کا گولہ زنجیر کے سرے سے پھینکا جائے اور چالیس سال تک دن رات چلتا رہے تب بھی اس کی انتہا کو (یا فرمایا کہ اس کی تہ تک) نہیں پہنچے گا"۔

تشریح: قرآن کریم میں دوزخ کی ان زنجیروں کا ذکر ہے جن میں جہنمیوں کو جکڑا جائے گا:

"ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوْهُ" (الحاقة: ٣٢)

ترجمہ: "پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو"۔ (ترجمہ مولانا تھانوی")

قرآن کریم میں اس زنجیر کی پیائش ستر گز ذکر فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ خود اس گز کی لمبائی کتنی ہو گی۔ آخرت کے امور کا قیاس اور اندازہ دنیا کے کسی پیمانے سے نہیں کیا جا سکتا۔ الغرض اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو چیز پانچ سو سال کی مسافت صرف ایک دن میں رات سے پہلے طے کر سکتی ہے وہی چیز دوزخی زنجیر کی مسافت کو چالیس برس میں بھی طے نہیں کر سکتی۔ اسی سے اس کے طول کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیسے کے گولے کا ذکر بطور خاص اس لئے فرمایا کہ سیسہ نہایت وزنی دھات ہے، اور چیز جتنی زیادہ وزنی ہو اسی قدر سرعت سے نیچے کو گرتی ہے۔ خصوصاً جب کہ گولے کی شکل میں ہو تو اس کی رفتار اور بھی تیز ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا ستروان حصہ ہے

مَا جَاءَ اَنَّ نَارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ. أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي تُوقِدُونَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ، قَالُوا: وَاللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَارَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُوَ أَخُو وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ وَهْبٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جس کو تم روشن کرتے ہو جہنم کی آگ کا ستروان حصہ ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ: واللہ! جلانے کو تو یہی آگ کافی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے انسٹھ گنے بڑھائی گئی ہے کہ ان ستر گنوں میں سے ہر حصہ اس کی تپش کے برابر ہے"۔

تشریح: مطلب یہ کہ جلانے کو دنیا کی آگ بھی کافی تھی، مگر دنیا کی آگ کا دوزخ کی آگ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ گویا دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے انسٹھ درجے ٹھنڈی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخیوں کے سامنے دنیا کی یہ آگ ظاہر ہو جائے تو راحت حاصل کرنے کے لئے دوڑ کر اس میں گھس جائیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نَارُكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهَا حَرُّهَا .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ .

ترجمہ : ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے، اس کے ستر حصوں میں سے ہر حصہ کی تپش اس آگ کی تپش کے برابر ہے“۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ . حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ هُوَ ابْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أُوقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احْمَرَّتْ ، ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ ، ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ .

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَوْ رَجُلٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

قَالَ أَبُو عِيسَى : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا مَوْقُوفٌ أَصَحُّ ، وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شَرِيكٍ

ترجمہ : ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دھکایا

گیا' یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی۔ پھر ایک ہزار سال تک دھکایا گیا' یہاں تک کہ سفید ہو گئی' پھر ایک ہزار سال تک دھکایا گیا' یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی؟ پس اب وہ کالی سیاہ تاریک ہے"۔

تشریح: دوزخ کا سیاہ اور تاریک ہونا زیادہ وحشت و عذاب کا موجب ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں' قیامت کے دن پیدا نہیں کی جائیں گی' اہل حق کا یہی عقیدہ ہے۔

باب

مَا جَاءَ أَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَيْنِ، وَمَا ذُكِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا وَقَالَتْ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ: نَفَسًا فِي الشِّتَاءِ، وَنَفَسًا فِي الصَّيْفِ، فَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الشِّتَاءِ فَزَمْهَرِيرٌ، وَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الصَّيْفِ فَسَمُومٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَالْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْحَافِظِ.

ترجمہ : "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھا لیا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی کے موسم میں' اور ایک سانس گرمی کے موسم میں' پس سردی میں اس کا سانس لینا زمہریر ہے اور گرمی کے موسم میں اس کا سانس لینا لُو ہے"۔

تشریح : دوزخ کا بارگاہِ الٰہی میں شکایت کرنا بزبانِ حال بھی ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے' اور اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے۔ مگر یہ چیز ہمارے ادراک سے باہر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے' لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

خاک و باد و آب و آتش زندہ اند
بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

اور "میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھا لیا ہے" اس سے دوزخ کی گرمی اور تپش کی شدت مراد ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی اور گرمی کا نظام دوزخ کے سانس لینے سے وابستہ ہے۔ جب کہ اس کا ظاہری سبب سورج کے خط استوا سے قریب یا بعید ہونا ہے' دراصل کائنات میں جو سلسلۂ اسباب کار فرما ہے اس کی بعض کڑیاں تو عام لوگوں کے لئے بھی ظاہر ہیں' اور بعض ایسی مخفی ہیں کہ جو انسانی عقل سے بھی ماورا ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ گرمی و سردی کا سلسلۂ اسباب صرف آفتاب تک محدود نہیں' بلکہ یہ سلسلہ آگے بڑھ کر دوزخ کے سانس لینے تک پہنچتا ہے۔

اہل ایمان کو دوزخ سے نکالنے کا حکم

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ . حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ ، وَقَالَ شُعْبَةُ : أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً . وَقَالَ شُعْبَةُ مَا يَزِنُ ذُرَةً مُخَفَّفَةً .

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے ارشاد ہو گا) اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے لاالہ الا اللہ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر تھی۔ (یعنی ایمان تھا' چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو نکال لیا جائے گا' پھر حکم ہو گا کہ ہر اس شخص کو نکال لو جو لاالہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر تھی (پھر حکم ہو گا کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جو لاالہ الا اللہ کا قائل تھا اور اس کے دل میں جوار کے دانے کے برابر خیر تھی“۔

تشریح : حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ طویل حدیث' حدیث شفاعت کا ایک حصہ ہے' جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور

کچھ اہل توحید گنہ گار بھی دوزخ میں ہونگے' اب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گنہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائیں گے تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم' انبیا کرام علیہم السلام' ملائکہ عظام ' صدیقین' شہدا اور اہل ایمان اپنے اپنے مراتب کے مطابق شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے حدیں مقرر کر دی جائیں گی مثلاً" جس شخص کے دل میں دینار کے وزن کا ایمان ہو اس کو نکال لو جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لو۔ اسی طرح علی الترتیب احکامات صادر ہوں گے' یہاں تک کہ آخر میں فرمایا جائے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے سے ادنی مرتبے کا بھی ایمان ہو اس کو نکال لو۔ یہ حکم فرشتوں کو ہو گا۔ آخر میں فرشتے عرض کریں گے کہ:

"ربنا لم نذر فیہا خیرا" اے پروردگار! ہم نے دوزخ میں کسی صاحب خیر یعنی صاحب ایمان کو نہیں چھوڑا۔

تب حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے:

"شفعت الملائکۃ وشفع النبیون وشفع المومنون ولم یبق الا ارحم الراحمین" فرشتوں نے بھی شفاعت کر لی۔ نبیوں نے بھی شفاعت کر لی۔ اہل ایمان بھی شفاعت کر چکے' اب صرف ارحم الراحمین باقی ہے۔

یہ فرما کر اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھریں گے (اور بعض احادیث میں تین مٹھیوں کا ذکر آتا ہے) پس اس مٹھی کے ذریعہ ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے جنھوں نے کبھی خیر کا کوئی کام نہیں کیا۔ غالباً" درجات ایمان کے لئے کچھ علامات ہوں گی جن کے ذریعے فرشتے اہل ایمان کے درجات کو پہچان پہچان کر نکالتے رہیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ آثار سجود کے ذریعے ان کو پہچانیں گے اور جن لوگوں میں فرشتوں کو ایمان کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی ان کو حق تعالیٰ شانہ بذات خود نکالیں گے۔ واللہ اعلم۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُولُ اللهُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ. قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے مجھے (ایمان کے ساتھ) کسی دن یاد کیا، یا کسی مقام میں مجھ سے ڈرا"۔

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا قصہ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ؟ فَيَقُولُ: أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزح سے نکلے گا' یہ ایسا شخص ہوگا جو رینگتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا۔ پس وہ کہے گا کہ اے پروردگار سب لوگ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو لوگوں کو پائے گا کہ وہ اپنی اپنی منازل حاصل کر چکے ہیں' واپس آکر کہے گا کہ اے پروردگار! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (اور اب وہاں گنجائش ہی نہیں) اس سے کہا جائے گا کہ تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو رہا کرتا تھا؟ عرض کرے گا' جی ہاں! کہا جائے گا کہ تمنا کر! (اور مانگ کیا مانگتا ہے؟) وہ (اپنے حوصلہ کے مطابق) تمنائیں کرے گا۔ پس اس سے کہا جائے گا تو نے جتنی تمنائیں کی ہیں وہ تجھے دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ دنیا سے دس گنا بڑی جنت دی جاتی ہے' وہ یہ سن کر کہے گا کہ آپ مالک الملک ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (اس کا فقرہ بیان فرما کر) ہنسے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں“۔

تشریح : اس شخص کا قصہ یہاں مختصر نقل ہوا ہے' صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بہت مفصل ہے۔ اس شخص کا یہ کہنا کہ ”مالک الملک ہو کر مجھ سے

مذاق کرتا ہے"۔ رحمت الٰہی پر ناز اور فرط مسرت کی وجہ سے ہو گا۔ وہ بے چارا یہ سمجھے گا کہ جنت تو ساری بھری پڑی ہے وہاں اتنی گنجائش کہاں کہ اتنا بڑا حصہ اس کو دے دیا جائے۔ پھر شاید یہ وجہ بھی ہو کہ وہ اتنی بڑی جنت کو اپنی حیثیت سے بہت زیادہ سمجھے۔ بہرحال یہ ادنیٰ جنتی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت ہو گی۔ حضرات انبیا کرام علیہم السلام اور دیگر اکابر پر حق تعالیٰ شانہ کی عنایتوں اور رحمتوں کا کون تصور کر سکتا ہے؟

رحمتِ خداوندی سیّآت ' حسنات میں بدل دے گی

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ ؛ يُؤْتَى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ : سَلُوا عَنْ صِغَارِ ذُنُوبِهِ وَاخْبَئُوا كِبَارَهَا ، فَيُقَالُ لَهُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا ؛ قَالَ : فَيُقَالُ لَهُ . فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً ، قَالَ : فَيَقُولُ ، يَا رَبِّ لَقَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هٰهُنَا ، قَالَ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

ترجمہ : "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے

آخر میں جنت میں داخل ہو گا۔ ایک آدمی کو لایا جائے گا، حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے کبیرہ گناہ چھپا رکھو، چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ (یہ تمام گناہ جتانے کے بعد) اس سے کہا جائے گا کہ تجھے ہر برائی کی جگہ نیکی دی جاتی ہے۔ وہ (رحمت الٰہی کی فراوانی کو دیکھ کر) بول اٹھے گا کہ یا اللہ! میں نے اور بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کو بیان فرما کر) ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں"۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ فِي النَّارِ حَتَّى يَكُونُوا فِيهَا حُمَمًا ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِي حَمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ.

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل توحید میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلے ہو جائیں گے۔ پھر رحمت ان کی دستگیری فرمائے

گی۔ پس ان کو نکالا جائے گا اور جنت کے دروازوں پر ڈالا جائے گا' اہل جنت ان پر پانی ڈالیں گے' پس وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے میں دانے اگتے ہیں' پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے"۔

تشریح: جنت کے دروازے پر آب حیات کی نہر ہو گی جس میں جہنم سے کوئلہ بن کر نکلنے والوں کو غسل دیا جائے گا۔ اس سے آتش دوزخ کے تمام اثرات دھل جائیں گے اور ان پر جھٹ پٹ تر و تازگی کے آثار نمودار ہو جائیں گے۔ یہ حضرات پاک صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔

اہلِ ایمان کی دوزخ سے رہائی

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ: (إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ) قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اس بات میں شک ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لے کہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کسی کا ایک ذرہ حق بھی نہیں مارتا"۔

تشریح: مطلب یہ کہ اگر کسی میں ذرہ ایمان ہو تو حق تعالیٰ اس کو بھی ضائع نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی برکت سے اس شخص کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیں گے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ . أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ . أَخْبَرَنَا رِشْدِينُ . حَدَّثَنِي ابْنُ نُعْمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا ، فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : أَخْرِجُوهُمَا ، فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا : لِأَيِّ شَيْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا ؟ قَالَا : فَعَلْنَا ذَلِكَ لِتَرْحَمَنَا ، قَالَ : إِنَّ رَحْمَتِي لَكُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ ، فَيَنْطَلِقَانِ فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا ، وَيَقُومُ الْآخَرُ فَلَا يُلْقِي نَفْسَهُ ، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقَى صَاحِبُكَ ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبِّ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تُعِيدَنِي فِيهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِي ، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ : لَكَ رَجَاؤُكَ ، فَيَدْخُلَانِ جَمِيعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : إِسْنَادُ هَذَا الْحَدِيثِ ضَعِيفٌ ، لِأَنَّهُ عَنْ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ ، وَرِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنِ ابْنِ نُعْمٍ وَهُوَ الْأَفْرِيقِيُّ وَالْأَفْرِيقِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو آدمی جو دوزخ میں داخل ہوں گے ان کی چیخ و پکار سخت ہو جائے گی۔ رب

تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ ان دونوں کو نکال لو، جب ان کو نکال لیا جائے گا تو حق تعالیٰ شانہ ان سے فرمائیں گے کہ تم کس وجہ سے اس قدر چیخ رہے تھے۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے ایسا اس لئے کیا تاکہ آپ ہم پر رحم فرمائیں، حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے کہ میری رحمت تمہارے لئے یہی ہے کہ تم واپس جا کر اپنے آپ کو دوزخ میں وہیں ڈال دو جہاں تم پہلے تھے چنانچہ وہ دونوں چلے جائیں گے۔ ان میں سے ایک تو اپنے کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیں گے اور دوسرا شخص کھڑا رہے گا۔ اپنے آپ کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اس سے فرمائیں گے کہ تو اپنے آپ کو دوزخ میں کیوں نہیں ڈالتا کہ جس طرح تیرے رفیق نے کیا۔ وہ عرض کرے گا۔ الٰہی! میں (تیری رحمت سے) یہ امید رکھتا ہوں کہ جب آپ نے ایک بار مجھے دوزخ سے نکال لیا تو دوبارہ اس میں نہیں ڈالیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ و عم نوالہ فرمائیں گے کہ جا! تجھ سے تیری امید کے موافق معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں کو بیک وقت جنت میں داخل کر دیا جائے گا"۔

تشریح: حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد کہ "میری رحمت تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دو" بطور امتحان و آزمائش کے ہو گا، کبھی رحمت بصورت قہر ہوتی ہے، دیکھنے والوں کو اس سے دھوکا ہو جاتا ہے، دنیا میں جو مصائب و تکالیف بندۂ مومن پر آتی ہیں وہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت و رحمت ہیں، مگر ہم ظاہر بینوں کو اس رحمت و عنایت کا ادراک مشکل ہوتا

ہے۔ اس کے برعکس کبھی قہر الٰہی نعمتوں کی صورت میں نازل ہوتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے استدراج ہوتا ہے مگر ظاہر بین ایسے شخص کو مورد نعمت سمجھتے ہیں۔

ان دو شخصوں میں سے ایک نے تفویض و تسلیم کا راستہ اپنایا، اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے اس کے حق میں نار کو گلزار کر دیا۔ دوسرے نے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کا دامن تھاما، اور حق تعالیٰ شانہ نے اس سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرمایا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ . حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمَّوْنَ جَهَنَّمِيُّونَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَأَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ اسْمُهُ عِمْرَانُ بْنُ تَيْمٍ ، وَيُقَالُ ابْنُ مِلْحَانَ .

ترجمہ : "حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگوں کو میری شفاعت پر دوزخ سے نکالا جائے گا، ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا"۔

تشریح : ان حضرات کا نام "جہنمی" تجویز کیا جانا ان کی تحقیر و تذلیل کے لئے نہیں ہو گا بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے احسان عظیم کی یاد دہانی اور اس پر شکر مزید کے لئے ہو گا، جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کو "عتقاء الرحمٰن" کہا جائے گا یعنی "رحمٰن کے آزاد کردہ" گویا یہ لوگ اصل مستحق تو جہنم ہی کے تھے، مگر رحمت خداوندی نے ان کی دستگیری فرمائی اور اپنے محبوب صلی اللہ

علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے رہائی عطا فرما دی۔ پس رحمت خداوندی کا ان کی طرف متوجہ ہو جانا ان کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہو گا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ، تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ، وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ وَهُوَ مَدَنِيٌّ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم جیسی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں' اور نہ جنت جیسی دیکھی' جس کے طالب سو رہے ہوں"۔

تشریح: یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے مگر مضمون صحیح ہے۔ یعنی دوزخ ایسی خوفناک چیز ہے کہ اگر اس کا منظر ہم پر کھل جائے تو نیند اڑ جائے اور جنت ایسی دولت عظمیٰ ہے کہ اگر اس کی حقیقت کھل جائے تو اس کے شوق میں راتوں کی نیند حرام ہو جائے' اس لئے جہنم سے بھاگنے والوں اور جنت کا اشتیاق رکھنے والوں کے میٹھی نیند سونے پر جتنے بھی تعجب کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی

باب

مَا جَاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ. حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ.

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقرا کی نظر آئی اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی نظر آئی ہے"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَوْفٌ هُوَ ابْنُ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَهٰكَذَا يَقُولُ عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَيَقُولُ أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكِلَا الْإِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا مَقَالٌ.

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ أَبُو رَجَاء سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا. وَقَدْ رَوَى غَيْرُ عَوْفٍ أَيْضًا هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ أَبِي رَجَاء عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ.

ترجمہ: "حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی ہے اور جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقرا کی ہے"۔

تشریح: جنت میں فقرا کی اکثریت ہونا تو ظاہر ہے کہ فقرا میں جنت والے اعمال کی زیادہ رغبت ہے اور مالدار جنت والے اعمال میں اکثر کوتاہی اور غفلت کا شکار ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں تمہاری اکثریت دکھائی گئی ہے۔ انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

"تکثرن اللعن وتکفرن العشیر"

ترجمہ: "تم لعنت زیادہ کرتی ہو، اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو"۔

دوزخ میں جس شخص کو سب سے کم عذاب ہوگا وہ کون ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ

شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ فِي إِخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

وَفِي الْبَابِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

ترجمہ : "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہو گا، جس کے پاؤں کے تلوؤں کے اس حصے میں، جو زمین سے نہیں لگتا، آگ کے دو شعلے ہوں گے، جن کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح ابلتا ہو گا، جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے"۔

تشریح : جیسے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں آیا ہے، یہ ابو طالب ہوں گے، جن کو تمام اہل دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ہو گا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جس کی گرمی سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا ہو گا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی شدت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

اللهم إنا نعوذ بك من عذاب جهنم، ونعوذ بك عذاب القبر، ونعوذ بك من فتنة المسيح الدجال، ونعوذ بك من فتنة المحيا والممات، اللهم إنا نعوذ بك من المأثم والمغرم .

ترجمہ : "اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دوزخ کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں مسیح دجال کے فتنے سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں زندگی اور موت کے فتنوں سے، اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں گناہ سے اور تاوان سے"۔

جنتی کون ہے اور دوزخی کون؟

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ : كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ. أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ : كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ(1) مُتَكَبِّرٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ : "حضرت حارثہ بن وھب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اہل جنت کون ہیں؟ ہر کمزور جس کو کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ قسم کھا لے اللہ پر تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ ہر بدمزاج، سخت طبع، جمع کر کے روکنے والا، متکبر"۔

تشریح : یعنی جنتیوں کے اوصاف یہ ہیں، اور دوزخیوں کے یہ، اور یہ

اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اکثریت کے بیان فرمائے ہیں۔

اہل جنت کے اوصاف:

ہر کمزور جس کو لوگ کمزور سمجھتے ہوں' اور اس کو بنظر حقارت دیکھتے ہوں' یا وہ خود اپنے آپ کو کسی قطار و شمار میں شمار نہ کرتا ہو' نرم دل ہو' اور ایمان کی وجہ سے اس کی طبیعت میں لچک اور نرمی پائی جاتی ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ایسا مرتبہ ہے کہ اگر وہ قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے۔

دوزخیوں کے اوصاف:

دوزخیوں کے بارے میں فرمایا اکھڑ مزاج' سخت طبع' مال کو جمع کرنے والا' اور کسی کو نہ دینے والا' متکبر' خلاصہ یہ کہ اس کی طبیعت میں عجز اور نرمی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخیوں کے احوال سے محفوظ رکھے۔